ماہنامہ

# حنا

فروری 2020ء

# اک عشق یہ بھی کرنا

شفق افتخار

اس کے قدم جہاں آ کر ٹھہرے، جہاں آ کر رکے وہ شہر خموشاں تھا، اس چیختے چنگھاڑتے شہر کے بیچوں بیچ بسا شہر خموشاں، جہاں بس خاموشی اور ویرانے کا راج تھا، جو ایسے لوگوں سے بھرا پڑا تھا کہ کبھی جن کا دعویٰ تھا کہ شاید یہ دنیا ان کے بنا چل نہیں پائے گی اور آج یہ شہر خموشاں ایسے کتنے ہی لوگوں کو مسکن تھا اور وہ دعویٰ ان کے سرہانے چکراتا پھر رہا تھا، یوں بھی یہ دنیا بہت ظالم ہے، آج جو نگاہ کے سامنے ہے بس وہی یاد ہے، اگر جو ذرا سا نگاہ سے اوجھل ہوا تو سمجھو گویا دل سے، اوجھل ہو گیا اور اگر کوئی دنیا سے ہی چلا جائے تو بھلا کس کے پاس ہے آج کل اتنی فرصت کہ دو گھڑی کو اس کا حال پوچھنے کو اس شہر خموشاں میں چلا آئے، کتنی ہی ایسی قبریں تھیں جو بری طرح زبوں حالی کا شکار اپنے پیاروں کی منتظر تھیں اور کتنی ہی ایسی تھیں جو سنگ مرمر سے مزین تھیں گویا ان کی خبر گیری کو کوئی باقاعدگی سے آتا ہو، اس کے قدم ایک قبر کے آگے آ کر تھم سے گئے تھے، اس کا دل بھی ساتھ ہی ٹھہرا تھا، اس کے وجود کو آج بھی اندر مدفون وجود نے گویا

ڈائجسٹ ناولز لورز گروپ

## ناولٹ

جکڑ لیا تھا، باندھ لیا تھا، وہ کتنے ہی لمحے خاموشی سے وہیں کھڑا رہا تھا۔

''زاریہ شہزادی..... بنت قاسم شیرازی''

''تاریخ پیدائش..... 17 مارچ 1986''

''تاریخ وفات..... 17 مارچ 2008''

اس قبر پہ نصب یہ کتبہ آج بھی اس کا دل چیر دیتا تھا، بائیس سال فقط بائیس سال وہ اس دنیا میں رہی اور پھر اس کے دل اور دنیا کو ویران کر کے ہمیشہ کے لئے یہاں آن بسی جبکہ وہ آج بھی وہیں کھڑا تھا، محبت کا سیاہ ماتمی لباس اوڑھے، روگی بن بیٹھا تھا، کیونکہ زارون نے زاریہ قاسم سے محبت نہیں کی تھی عشق کیا تھا اور عشق کبھی بدلا

نہیں کرتا کم نہیں ہوتا، وہ آج بھی وہیں کھڑا تھا عشق کی اسی دہلیز پہ جہاں زاریہ اسے چھوڑ کر گئی تھی، ہاں وہ اتنی ہی محبت کرتا تھا اس سے عقیدت کی حد تک، وہ ذرا سا ترچھے رخ ہو کر اس کی قبر کے کنارے بیٹھا تھا، اب وہ یہاں کتنی دیر تک ایسے ہی بیٹھے رہے گا یہ زارون خود بھی نہیں جانتا تھا، کیونکہ وہ جب بھی یہاں آتا تھا، وہ آج بھی اسے ہمیشہ کی طرح جکڑ لیتی تھی، اٹھنے ہی نہیں دیتی تھی، اسے تھام لیتی تھی اور زارون ہمیشہ کی طرح اس کے آگے سرنڈر کر دیتا تھا، کتبے پہ گاڑیں اس کی نگاہیں کب دھندلانے لگیں تھیں اسے معلوم ہی نہیں ہوا تھا۔

"پاگل..... مرد روتے ہوئے اچھے نہیں لگتے ہیں۔"

وہ ہوتی تو نروٹھے پن سے اٹھلا کر یہی کہتی، اس کی یادلیوں پہ مسکراہٹ لے آئی تھی، اس لمحے عجیب دھوپ چھاؤں سا منظر زارون کے چہرے پہ آن ٹھہرا تھا، پاس سے گزرتے بوڑھے گورکن نے بہت غور سے اس منظر کو دیکھا تھا، یہ شخص اس قبر کے کنارے روزانہ اسی طرح گھنٹوں آ کر بیٹھا کرتا تھا، جانے کون تھا، وہ اپنا سامان اٹھائے آگے بڑھ گیا تھا، اسے ایک نئی قبر تیار کرنی تھی، یہاں تو اب روز ہی کوئی نئی قبر تیار ہوتی تھی، کسی کے اپنے کے لئے پر ایسی دیوانگی اس نے کسی میں نہیں دیکھی تھی، کیونکہ وہ شاید نہیں جانتا تھا کہ اگر محبت کرنے والوں میں سے کوئی ایک اگر مر جائے تو دوسرا جیتے جی ہی مر جاتا ہے۔

☆☆☆

"پلیز فار گاڈ سیک انس، بند کرو اپنا یہ فضول سا راگ، ایک تو پہلے ہی اسائنمنٹ نے دماغ کی دہی کر دی ہے اوپر سے تمہارے گٹار کی اس بھیں بھیں نے الگ سر میں درد کر دیا ہے۔"

پچھلے آدھے گھنٹے سے خاموشی سے سنتے ہوئے میرب کی برداشت کی حد اب ختم ہو چکی تھی، اپنے کمرے میں دروازہ کھول کر باہر لاؤنج کے صوفے پہ آنکھیں بند کیے جھومتے گٹار بجاتے انس پہ وہ زور سے چلائی تھی۔

"انس میں تم سے کچھ کہہ رہی ہوں پلیز بند کرو اسے۔" اب وہ بالکل اس کے سر پہ آ کر چلائی تھی کیونکہ وہ مسلسل اسی طرح بنا اس کی بات سنے جھومے جا رہا تھا۔

"آپی آپ نے مجھ سے کچھ کہا کیا؟" وہ انجان بن کر معصومیت سے بولا تھا۔

"نہیں اتنی دیر سے میں ان دیواروں سے باتیں کر رہی ہوں۔" وہ چڑ کر بولی تھی، پرسوں اسائنمنٹ جمع کرانے کی آخری تاریخ تھی اور اس کا ابھی آدھے سے زیادہ کام رہتا تھا، آج اتوار تھا اس لئے وہ ابھی فل موڈ بنا کر بیٹھی تھی کہ مکمل کر کے ہی اٹھے گی مگر انس کا یہ شوق کبھی کبھی ان کے لئے عذاب بن جاتا تھا، مسئلہ یہ نہیں تھا کہ وہ گٹار کیوں بجا رہا تھا مسئلہ یہ تھا کہ اسے گٹار بجانا نہیں آتا تھا، یوں اچھا بھلا میوزک سر درد بن جاتا تھا۔

"پلیز میرے بھائی اسے تھوڑی دیر کو بند کر دو یا پھر اسے کہیں اور جا کر بجا لو، پچھلے آدھے گھنٹے سے ایک لفظ نہیں لکھا جا رہا ہے مجھ سے، اس کی بے ڈھنگی آواز میں۔" وہ اب باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی تھی۔

"اماں دیکھ رہیں ہیں نا آپ کہ آپی میرے پیارے گٹار کے بارے میں کیا کہہ رہی ہیں۔" اماں کچن سے نکل کر کسی کام سے لاؤنج میں آئیں تو وہ روہانسا سا ہو کر ان سے بولا تھا۔

"بیٹا یہ تو تمہیں صرف بول رہی ہے لیکن اگر اب تم نے اسے بجانا بند نہ کیا نا تو دیکھنا میں

اسے اٹھا کر باہر پھینک دوں گی اور ساتھ میں تمہیں بھی۔" اماں کا غضب ناک انداز دیکھ کر انس نے گٹار اپنے پیچھے چھپا لیا تھا، کہ کہیں سچ میں وہ اسے توڑ ہی نہ دیں یا پھینک دیں، کیونکہ غصے میں اماں سے کوئی بعید نہ تھا، یہ گٹار بابا نے اس کی اٹھارویں سالگرہ پہ اسے گفٹ کیا تھا اور اسے بہت عزیز تھا، ٹھیک ہے اسے ٹھیک سے بجانا نہیں آتا تھا مگر وہ اسے اتنی بے رحمی سے ٹوٹتا ہوا بھی نہیں دیکھ سکتا تھا، میرب نے مسکرا کر ایک نگاہ اس پہ ڈالی اور اطمینان سے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی، جانتی تھی کہ اب اگلے کئی دنوں تک وہ گٹار بجانا تو دور اسے ہاتھ بھی نہیں لگائے گا، کیونکہ ان کی اماں صرف کہتیں نہیں تھیں کر بھی دیکھاتیں تھیں۔

"اللہ نے دو ہی بچے دیئے وہ بھی نکمے، بیٹا ہے تو سارا دن گٹار کو اولاد کی طرح سینے سے لگائے بھاں بھاں کرتا رہتا ہے اور بیٹی کو پڑھائی سے فرصت نہیں ملتی ہے، یہ نہیں کہ آ کر ماں کا ہاتھ ہی بٹا دے، باپ نے دونوں کو سر چڑھا رکھا ہے۔"

وہ ہانڈی میں چمچہ چلاتے ہوئے مسلسل بڑبڑا رہیں تھیں، جبکہ دونوں بچے اپنے اپنے کمروں میں اپنے پسندیدہ مشاغل میں مصروف تھے۔

☆☆☆

"مے آئی کم ان سر۔" سر حیدر ہنوز لیکچر دینے میں مصروف تھے، جواب نہ پا کر اس نے دوبارہ پوچھا تھا۔

"نو۔" وہ نخوت سے کہہ کر دوبارہ سے اپنے لیکچر کی طرف متوجہ ہو گئے تھے، میرب کو پوری کلاس کے سامنے عجیب سی شرمندگی نے گھیر لیا تھا۔

"سر..... پلیز صرف پندرہ منٹ ہی تو لیٹ ہوں میں اور وہ بھی میرا قصور نہیں تھا سر ٹریفک جام میں پھنس گئی تھی۔" اس نے پھر سے ایکسپوز کر کے اپنے لیٹ ہونے کی وجہ بھی بتا دی تھی۔

"قصور آپ کا ہی ہے، جب آپ کو شہر کی ٹریفک کا علم ہے تو آپ کو وقت پہ گھر سے نکلنا چاہیے نا اور آج آپ پہلی بار لیٹ نہیں ہوئیں ہیں، تیسری بار آپ میری کلاس میں لیٹ ہیں، سو نو مور ایکسوز پلیز گو، کل سے ٹائم پہ کلاس میں آیئے گا۔" وہ کورا سا جواب دے کر پھر سے لیکچر میں مصروف ہو گئے تھے، میرب کو اس لمحے عجیب اہانت کا احساس ہوا تھا، وہ مزید کچھ بھی بولے بنا کلاس سے نکل کر کوریڈور میں آ گئی تھی، کیونکہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ کھڑوس اب اسے کلاس میں آنے کی اجازت نہیں دے گا، سو مزید بے عزتی سے بہتر تھا کہ وہ کلاس ہی مس کر دے، وہ وہیں ریلنگ سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

"کروالی نہ بے عزتی، مل گیا سکون، کتنی بار کہا ہے کہ ٹائم پہ آیا کرو، مگر تم سنتی ہی کہاں ہو، ہمیشہ کی طرح وقت پہ تمہاری آنکھ نہیں کھلی ہو گی۔" کلاس ختم ہوئی تو نگین سیدھی ہی اس کے پاس چلی آئی تھی اور آتے ہی شروع ہو گئی تھی۔

"ہاں تو یار اسائنمنٹ مکمل کرتے کرتے رات لیٹ سوئی تو صبح آنکھ دیر سے کھلی نا، اس لئے لیٹ ہو گئی، اب یونیورسٹی لیول کے اسٹوڈنٹ ہیں اتنی اسپیس تو ملنی چاہیے نا، یہ کیا کہ اسکول کے بچوں کی طرح اٹھا کر پوری کلاس کے سامنے بے عزتی کر دی، کہ کلاس میں نہیں آ سکتی ہوں یہ کوئی بات ہے بھلا، صرف پندرہ منٹ سے کیا فرق پڑتا ہے، اب بندے کو اتنا روڈ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ اسٹوڈنٹ کی نگاہ میں اپنا امیج ہی خراب کر لے، ٹیچرز تو رول ماڈل ہوتے ہیں

اپنے اسٹوڈنٹس کے لئے۔" آگے سے جو میرب بولنا شروع ہوئی تو پھر نگین کے لاکھ اشاروں پہ بھی چپ نہیں ہوئی، نگین نے باوز پکڑ کر بھی اسے بولنے سے روکنا چاہا مگر وہ میرب تھی، اسے بھلا لون روک سکتا تھا۔

"ایکسوزمی مس میرب آپ ذرا میرے آفس میں آیئے گا۔" زبان کو بریک لگا بھی تو اس کھڑوس کی آواز سے، اس کی آواز تو کیا آنکھیں بھی ایک جگہ ٹھہر سی گئیں تھیں۔

"جہ.....جہ.....جی سر میں آتی ہوں۔" وہ بمشکل بولی تھی، جبکہ سر حیدر اس سے کہہ کر آگے بڑھ چکے تھے۔

"بتا نہیں سکتی تھیں تم کہ وہ میرے پیچھے کھڑے ہیں۔" وہ اب نگین پہ چڑ دوڑی تھی۔

"اتنے اشارے کر تو رہی ہوں، چٹکیاں کاٹ رہیں ہوں مگر تم سنتی ہو کسی کی، اب جاؤ اور کراؤ بے عزتی۔" نگین بھی اس پہ غصہ ہوئی تھی، یہ سچ تھا کہ وہ بولنے میں اتنی مگن تھی کہ نگین کی طرف متوجہ ہی نہیں تھی اور اس کی آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ پاس سے گزرتے سر حیدر نے سن لی تھی۔

☆☆☆

میرب دل ہی دل میں جل تو جلال تو کا ورد کرتی ان کے آفس میں آئی تھی، دل بہت تیز دھڑک رہا تھا اور ہاتھ پاؤں بھی ٹھنڈے ہو رہے تھے، غیر متوقع بے عزتی ہونا اور بات ہوتی ہے مگر جان بوجھ کر اپنی بے عزتی کرانا اور بات ہوتی ہے، کتنے ہی لمحے وہ باہر کھڑی اپنی ہارٹ بیٹ نارمل کرتی رہی تھی، پھر دروازہ ناک کر کے اندر چلی آئی تھی۔

"بیٹھے پلیز۔" اس کے سلام کے جواب میں سر حیدر نے اسے بیٹھنے کو کہا شاید وہ اس کی حالت سمجھ گئے تھے۔

"اوف۔" بیٹھا کر عزت سے اطمینان سے بے عزتی کریں گے۔

وہ جھٹ سے قریب رکھی کرسی پہ بیٹھ گئی تھی کہ شاید اگر مزید کھڑی رہتی تو گر پڑتی۔

"اسائنمنٹ بنالی آپ نے؟" سر حیدر نے ہاتھ میں تھامے پین پہ کیپ لگا کر اسے پین ہولڈر میں رکھا اور مکمل طور پہ اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"جی سر۔" اس نے چپ چاپ فائل ان کے سامنے کر دی تھی کہ یہی تو تھی اصل فساد کی جڑ، سر حیدر نے فائل تھام کر کھول لی تھی۔

"آپ یہ اسائنمنٹ میرے پاس کیوں لائیں ہیں میرب۔" سر حیدر نے نگاہیں فائل پہ جمائے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔

"کیا مطلب سر میں سمجھی نہیں۔" وہ واقعی ان کی بات نہیں سمجھی تھی۔

"اس لئے نا کہ میں آپ کا ٹیچر ہوں اور آ کا کام دیکھ کر آپ کو گائیڈ کروں گا کہ آپ نے میرے دیئے ہوئے ٹاپک پہ ٹھیک کام کیا ہے یا نہیں۔" انہوں نے فائل بند کر کے رکھی اور چیئر پہ سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے نگاہ اس کے چہرے پہ جمائی تھی، جہاں پہ شرمندگی اب واضح نظر آ رہی تھی، وہ ان کی بات کا مطلب سمجھ کر سر جھکا گئی تھی۔

"تو ایک استاد کا کام ہی یہی ہوتا ہے مس میرب کہ وہ اپنے طالب علم کی رہنمائی کرے اسے صحیح اور غلط کا فرق اور اچھے اور برے کی تمیز سکھا سکے، آپ اگر پی ایچ ڈی لیول پہ بھی پہنچ جائیں گی نا تو ایک ٹیچر کے لئے آپ اسٹوڈنٹ ہی رہیں گی، استاد کا اخلاق، کردار اور قابلیت ہی ہوتی ہے کہ جس کے بل پہ وہ طالب علموں کے

لئے رول ماڈل بن پاتے ہیں، تا کہ آپ لوگوں کو نیسی نیٹ کرنے کی کوئی چیز، امید ہے کہ آئندہ آپ وقت پہ کلاس میں آئیں گی اور جھوٹ بولنے سے بھی گریز کریں گی۔" ان کا اشارہ اس کی ٹریف جام والی بات کی طرف تھا کیونکہ وہ سن چکے تھے کہ وہ نگین سے کچھ اور کہہ رہی تھی۔

"آپ ہمیشہ سے ایک برائٹ اسٹوڈنٹ رہی ہیں، اس لئے میں آپ سے یہ توقع نہیں رکھتا ہوں اور آپ کی اسائنمنٹ بھی صرف اسی لئے قبول کر رہا ہوں، اب آپ جا سکتیں ہیں۔" میرب کا وجود اس لمحے شرمندگی میں مکمل طور پہ ڈوب چکا تھا، کلاس میں تو جو ہوا سو ہوا مگر اس کے بعد جو ہوا وہ بہت برا تھا، سر حیدر نے سب سن لیا تھا اور کتنا غلط تاثر پڑا ہوگا ان پہ، میرب وہی سوچ کر شرمندگی محسوس کر رہی تھی۔

"آئی ایم سوری سر۔" غلطی اس کی تھی سو اسے معذرت کرنا تھی اور سامنے اس کے استاد تھے سو اس نے بلا جھجک کہا تھا، سر حیدر نے اثبات میں سر ہلا کر اسے جانے کی اجازت دی تھی، وہ تیر کی سی تیزی سے وہاں سے اٹھ کر باہر آئی تھی۔

"اف۔" باہر آ کر ایک ٹھنڈی سانس بے ساختہ ہی اس کے لبوں سے خارج ہوئی تھی۔

"کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ تو..... اسائنمنٹ لے لی سر نے۔" باہر نگین بے صبری سے ان کا انتظار کر رہی تھی۔

"ہاں کر لی، یہاں سے چلو پھر بتاتی ہوں۔" وہ نگین کا بازو پکڑ کر اسے کھینچتی ہوئی وہاں سے لے گئی تھی، کہ کھڑوس سر حیدر کے دس کان ہیں کیا پتہ یہاں بھی سن لیں۔

☆☆☆

"اس وین والے کو بھی آج ہی چھٹی کرنی تھی، اب یہ انس پتہ نہیں کب آئے گا۔" میرب اس لیے گرمی اور تھکن کی وجہ سے ازحد چڑ چڑی ہو رہی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے میرب، کیوں اتنا غصہ کر رہی ہو، آ جائے گا۔" نگین ہمیشہ کی طرح کمپوزڈ کھڑی تھی اور اسے بھی ریلیکس کرنے کی کوشش کی تھی، آج صبح ہی وین والے انہیں یونی چھوڑتے وقت بتا دیا تھا کہ وہ انہیں واپسی پہ پک نہیں کرے گا، میرب نے اسی وقت انس کو کال کر دی تھی، کہ وہ اسے پک کرتا ہوا جائے، ارادہ تھا کہ نگین کو بھی ڈراپ کر دے گی مگر انس صاحب کا ابھی تک کچھ اتا پتہ ہی نہیں تھا۔

"کیا ہوا ہے نگین، یہاں کیوں کھڑی ہو۔" جب وہ گیٹ پہ نگاہیں جمائے جل بھن رہی تھی تبھی اسے اپنے عقب سے سر حیدر کی آواز سنائی دی تھی اور مخاطب نگین تھی، وہ حیرانگی سے مڑی تھی۔

"بھائی وہ وین والا نہیں آیا ہے تو میرب کی گاڑی کا ویٹ کر رہے ہیں۔"

"بھائی۔" نگین کے کہنے پہ اس نے حیرانگی سے پہلے نگین کو اور پھر سر حیدر کو دیکھا تھا، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ نگین سر حیدر سے اتنی بے تکلفی سے مخاطب کیوں ہے۔

"اچھا آ جاؤ، میں گھر ہی جا رہا ہوں۔" وہ کہہ کر آگے بڑھے تو نگین بھی ان کے پیچھے ہی لپکی تھی۔

"ارے سنو تو نگین، کہاں جا رہی ہو، ایک منٹ رکو تو یہ تم نے سر حیدر کو بھائی کس خوشی میں بولا ہے، کیا گرمی زیادہ ہی سر کو چڑھ گئی ہے۔" میرب نے آگے کو جاتی نگین کا بازو پکڑ کر اسے روکا تھا۔

"اب بھائی ہیں تو بھائی ہی کہوں گی نا یار، تمہیں کتنی بار تو بتایا ہے کہ حیدر بھائی واپس آ گئے

ہیں، لیکن تم کسی کی سنتی کب ہو۔" نگین پل بھر کو اس کے پاس رک کر بولی تھی۔

"مطلب یہ تمہارے....." میرب گڑبڑا گئی تھی۔

"مگر تم نے یہ کب کہا تھا کہ یہ ہی تمہارے بھائی ہیں۔" وہ اپنی شرمندگی مٹانے کو نگین پہ چڑھ دوڑی تھی۔

"اچھا اس ٹاپک پہ ہم بعد میں بات کریں گے، اب چلتی ہوں بھائی ویٹ کر رہے ہیں، تم بھی آ جاؤ چھوڑ دیتی ہوں۔" نگین اس کی شکل دیکھ کر شرارت سے مسکرائی تھی۔

"نہیں تم جاؤ، انس آ گیا ہے۔" اس نے سامنے انس کو دیکھ کر کہا تھا اور نگین کو خدا حافظ کہہ کر وہ گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔

"سوری یار دیر ہو گئی پر آ تو گیا ہوں ناں اتنی بری شکل کیوں بنا رکھی ہے۔" انس نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس کے چہرے پہ نگاہ ڈالی تھی، جہاں ابھی بھی ہوائیاں اڑ رہیں تھیں، حیرانگی کے ساتھ شرمندگی بھی رقم تھی۔

"تنگ مت کرو انس، گاڑی چلاؤ۔" وہ بیزاری سے کہہ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی، انس بھی خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا تھا، میرب کی کیفیت عجیب سی ہو رہی تھی، اسے خود پہ غصہ بھی آ رہا تھا اور شرمندگی بھی ہو رہی تھی، وہ کبھی اتنی منہ پھٹ اور بدتمیز نہیں رہی تھی، جتنی اس بار ہو گئی تھی، کتنا کچھ بولتی رہی وہ نگین کے منہ پہ، اس کے بھائی کے بارے میں اور وہ بے چاری چپ چاپ مسکرا مسکرا کر سنتی رہی اس کے دل کو تاسف نے گھیر لیا تھا۔

☆☆☆

اگلے دن جمعہ تھا وہ یونیورسٹی نہیں گئی، اسے سچ میں نگین کا سامنا کرتے ہوئے برا محسوس ہو رہا تھا، ٹھیک ہے وہ اس کی دوست تھی، مگر اسے کچھ تو خیال کرنا چاہیے تھا نا ہفتہ اتوار تو ویسے ہی یونی کا آف تھا، نگین نے اسے کال کی تو اس نے وہ بھی ریسو نہیں کی، آج اتوار تھا، وہ انس کے اصرار پہ اس کے ساتھ لان میں نیٹ لگائے بیڈمنٹن کھیل رہی تھی، اماں اور بابا ایک طرف بیٹھے شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے، انس کو گیمز کھیلنے کا بہت شوق تھا، پھر وہ آؤٹ ڈور ہوں یا ان ڈور اور اکثر وہ اپنے ساتھ میرب کو بھی گھسیٹ لیتا تھا، پھر وہ وڈیو گیم ہو یا کرکٹ، میرب کو اس کا ساتھ دینا پڑتا تھا۔

"کیا ہے یار، تم لوگ اتوار کو بھی آرام نہیں کرنے دیتے ہو۔" اوپر کے پورشن کی بالکونی کا دروازہ کھلا تھا اور باہر آ کر سعد نے ان دونوں کو مخاطب کیا تھا، وہ یقیناً سوتے میں سے اٹھ کر آیا تھا، حلیہ تو یہی بتا رہا تھا۔

"سعد بھائی اتوار کی چھٹی صرف سونے کے لئے نہیں ہوتی ہے، سونے کے لئے رات ہی کافی ہوتی ہے، آ جائیں آپ بھی بہت مزہ آ رہا ہے۔" میرب نے شاٹ کھیلتے ہوئے اسے شرمندہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

"نہیں بھئی تم لوگ کھیلو، اب ہم بچے تھوڑی ہیں جو ایسے گیم کھیلیں۔" سعد کہہ کر واپس اندر چلا گیا تھا، میرب نے منہ بنا کر اسے دیکھا تھا اور پھر سے انس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"بچو آ جاؤ چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" اماں کے آواز دینے پہ وہ دونوں وہیں چلے آئے تھے۔

"میرب تمہیں سعد سے اس طرح سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی، بیٹا وہ بڑا ہے تم سے۔" اماں نے بیٹھتے ساتھ ہی اسے ٹوکا تھا۔

"سوری اماں، آئندہ خیال رکھوں گی۔"

اس نے پلیٹ سے بسکٹ اٹھا کر لاپروائی سے کہا تھا، ماں باپ سے بحث کرنے کی ان دونوں کی کبھی بھی عادت نہیں رہی تھی اور سرحیدر والے واقعے کے بعد تو میرب یوں بھی بہت محتاط ہوگئی تھی، اس لئے اس نے اس وقت بھی اماں کو کچھ بھی کہنے سے گریز ہی کیا تھا، وگرنہ اس کی کبھی بھی تائی اور ان کے دونوں بیٹوں سے بھی بنی نہیں تھی، البتہ تایا بہت شفیق انسان تھے، ہمیشہ بہت محبت سے پیش آتے تھے۔

☆☆☆

اوپر کے پورشن میں تایا جان فیملی سمیت رہتے تھے، ان کے بس دو ہی بیٹے تھے، سعد اور فراز، بیٹی نہ تھی، تائی جان مزاج کی از حد تیز خاتون تھیں، وہ ذرا سی بھی کوئی بات اپنے مزاج کے خلاف برداشت نہیں کرتیں تھیں، سسرال سے زیادہ میکے پہ مان تھا ان کو، فراز بالکل ان کا پرتو تھا، اوپر تلے کے دو بیٹوں پہ انہیں بہت فخر تھا، میرب کے بعد جب تک انس نہیں پیدا ہوا تھا، تب تک انہوں نے دیورانی کا جینا حرام کر دیا تھا، ساس نہیں تھیں، مگر ساس کی کمی کو تائی نے ہر طرح سے پورا کر دیا تھا، جب میرب کے دو سال بعد انس ہوا تب اماں نے سکھ کا سانس لیا تھا، حالانکہ میرب گھر کی واحد بچی تھی اور سب کی آنکھ کا تارا تھی۔

سب اسے بے حد چاہتے تھے، سعد ان کا بڑا بیٹا تھا، انتہائی سست، اسے نہ پڑھائی سے کوئی خاص دلچسپی تھی اور نہ ہی کسی اور کام میں کوئی انٹرسٹ تھا، کھانا، سونا اور دوستوں کے گھومنا پھرنا، یہ تین کام اس کے پسندیدہ تھے، بہت چھوٹی عمر سے ہی اس کے دوستوں کی گیدرنگ اچھی نہ تھی، جس سے تایا اس سے ناراض رہتے تھے، البتہ فراز مزاج کا تیز سہی مگر اس نے اپنی تعلیم بھی مکمل کی تھی اور اب باپ کے ساتھ ان کے کام میں ہاتھ بھی بٹا رہا تھا، جس کا اسے بڑا زعم بھی تھا، وہ اپنی ماں کی طرح ہی قدرے گھمنڈی شخص تھا اور کسی کو ذرا کم ہی خاطر میں لاتا تھا، دونوں بیٹے ماں کے اشاروں پہ چلنے کو ہی زندگی کا مقصد سمجھتے تھے، اس لئے میرب اور انس کی ان دونوں سے کبھی خاص بنی نہیں تھی، کیونکہ ان کزنز کے مزاج میں بہت فرق تھا، انس اور میرب دونوں ہی اپنی تعلیم کو سنجیدہ اور ماں باپ کا ادب کرنے والے تھے، وہ چاروں کافی خوشگوار موڈ میں باتیں کرتے ہوئے چائے پی رہے تھے، تبھی گیٹ کے باہر کوئی گاڑی آ کر رکی تھی اور کوئی اندر داخل ہوا تھا۔

"ارے نگین تم۔" میرب خوشگوار حیرت سے اٹھ کر اس کے استقبال کو آگے بڑھی تھی، اسے نگین کو دیکھ کر بہت اچھا لگا تھا۔

"تم اچانک ہی آ گئیں نگین بتایا بھی نہیں، سب خیریت ہے نا۔" اماں اور بابا سے ملنے کے بعد وہ نگین کو لے کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

"میڈم آپ میری کال اٹھائیں گی تو میں آپ کو کچھ بتاؤں گی نا، اپنا فون دیکھو اور بتاؤ کہ کتنی مس کالز ہیں میری، بائی دے وے کدھر غائب ہو تم۔" نگین نے اس کے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا اور ساتھ ہی شکوہ بھی کر ڈالا تھا۔

"وہ دراصل نگین میں تم سے بے حد شرمندہ ہوں یار، بس اسی لئے، میں تمہارے سر حیدر کو کیا کیا کچھ کہتی رہی، وہ روڈ ہیں، کھڑوس ہیں، اپروگیٹ ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا، اور تم سب ہنس ہنس کر سنتی رہیں، کبھی کچھ کہا ہی نہیں۔" وہ اس کے سامنے ہی بیٹھ گئی تھی، میرب کے چہرے پہ ابھی بھی شرمندگی کے رنگ کافی نمایاں تھے۔

"اف میرب یار تم ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی ہو، کم آن میرب میں ناراض نہیں ہوں تم سے، غلط فہمی ہو جاتی ہے، غلطی میری بھی ہے، میں نے ایک دو بار تم سے کہنے کی کوشش کی مگر تم نے توجہ نہیں دی تو میں نے بھی دوبارہ تم سے کھل کر بات نہیں کی، یوں بھی حیدر بھائی نے منع کیا تھا کہ میں بطور خاص کسی سے ذکر نہ کروں، کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ میرے دوست میرا کسی بہن ہونے کا کوئی فائدہ اٹھائیں، یا پھر ان کی بہن کی حیثیت سے مجھے کوئی خاص attention ملے، بس اس لئے، یوں بھی وہ وقتی طور پہ یہاں جاب کر رہے ہیں، اس وقت تک جب تک ان کا بزنس سیٹ نہیں ہو جاتا ہے، وگرنہ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" نگین نے اس کی شرمندگی دور کرنے کو اسے بڑی کھل کر وضاحت دی تھی، غلطی میرب کی بھی نہیں تھی بے شک نگین نے ایک دو بار بتایا تھا کہ اس کے بڑے بھائی کینیڈا سے واپس آ گئے ہیں اور یہ بھی چند ماہ پہلے جب نگین کے بابا کی ڈیتھ ہوئی تھی، تب میرب اماں کے ساتھ اس کے ساتھ گئی تھی تب نگین نے اسے بتایا تھا کہ اس کے بابا کی تدفین اس کے بھائی کے آنے پہ ہو گی، اور پھر یہ کہ بھائی ان کے اکیلے پن کی وجہ سے یہاں شفٹ ہو گئے ہیں، مگر میرب کو کیا پتہ تھا کہ وہی حیدر ہیں جو نگین کے بھائی ہیں، شاید نگین نے پھر بتایا ہو مگر اس نے توجہ سے نہ سنا ہو، وہ تو بس عادتاً ہی کمنٹ پاس کرتی رہتی تھی، پھر سر حیدر نے اسے دو تین بار ڈانٹا تھا تب سے وہ اس سے چڑنے لگی تھی۔

"تم ناراض تو نہیں ہونا، سچ میں۔" میرب نے نگین کا ہاتھ تھام کر اس سے پوچھا تھا، وہ اس کی بہنوں جیسی دوست تھی، اور اسے بہت عزیز تھی، ان کی دوستی زیادہ پرانی نہیں تھی، ان کی ملاقات گریجویشن کے دوران ہوئی تھی اور اب ماسٹرز ساتھ کر رہی تھیں، مگر کم وقت میں وہ دونوں دوسرے کو بہت عزیز ہو گئی تھیں۔

"بالکل بھی نہیں، اب چائے وائے بھی پلواؤ گی یا صرف باتوں پہ ٹرخاؤ گی۔" نگین نے اسے گھورا تھا۔

"تم بیٹھو، بس ابھی لاتی ہوں۔" وہ چٹکی بجاتے ہوئے اٹھی تھی، اب لبوں پہ وہی شرارتی مسکراہٹ رقصاں تھیں، جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھی، وہ ایسی ہی پل میں ہنستی تھی اور پل میں روتی تھی، معصومیت سے بھرپور، دھوپ چھاؤں سا مزاج رکھتی تھی وہ، وہ باہر گئی تو نگین اس کے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے اس کا انتظار کرنے لگی تھی۔

☆☆☆

"تھینکس سر، تھینک یو سر۔" وہ دو چار اسٹوڈنٹس تھے جو اس کے پاس مدد کے لئے آئے تھے، وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے ان کے ساتھ ہی بزی تھا، اب وہ اس کا شکریہ ادا کر کے گئے تو اس نے پیون کو چائے لانے کو کہا تھا، اس وقت اسے چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی اور سر درد سے پھٹ رہا تھا، یوں بھی پچھلے کچھ عرصے سے چائے اور کافی کی طلب اس کی زندگی میں بہت بڑھ گئی تھی، کتنی ہی راتیں بے خوابی کی نظر ہو جاتیں تھیں۔

مگر وہ خوش تھا وہ اپنی زندگی سے مطمئن تھا، اس نے ٹیبل پہ بکھرے نوٹس سمیٹ کر رکھے لیپ ٹاپ بند کیا اور آفس کی کھڑکی میں آ کھڑا ہوا، یہ کھڑکی یونی کے پچھلے لان کی طرف کھلتی تھی، جو کہ عموماً خالی ہی رہتا تھا، یہاں بس لمبے لمبے درخت اور کسی حد تک جھاڑ جھنکار تھیں، کچھ بیٹھنے کی جگہیں تھیں مگر اس طرف اسٹوڈنٹس ذرا کم ہی

آتے تھے، سامنے ہی یونی کی لائبریری کی پرشکوہ عمارت تھی، پیون اس کے لئے چائے لے آیا تو اس نے وہیں کھڑے کھڑے ہی کپ تھام لیا تھا، وہ اپنے خیالوں میں گم گرم چائے کی چسکیاں لے رہا تھا کہ اس وقت گرم چائے اعصاب کو سکون پہنچا رہی تھی، تبھی اس کے کانوں سے کچھ مانوسی سی آوازیں ٹکرائیں تھیں، اس نے کھڑکی کے بلائینڈز ہٹا کر آوازوں کی سمت دیکھنے کی کوشش کی تھی۔

"میرب کیا کرتی ہو، یہاں سے چلو، تمہیں بھی بس شوق ہے فضول کام کرنے کا، میں کہہ رہی ہوں بس چلو یہاں سے۔" نگین نے غصے سے کہہ کر آگے کو چلتی میرب کا بازو پکڑ کر کھینچا تھا، وہ بے ترتیب سی پیچھے کو کھنچتی چلی گئی تھی۔

"کیا ہے نگین میں ابھی گر جاتی تو، چپ چاپ بیٹھو ادھر۔" اس نے نگین کو ڈپٹا اور ہاتھ میں تھامی چیزیں پاس رکھی ایک ٹوٹی کرسی پہ رکھیں تھیں، اس کے ہاتھ میں اپنے بیگ کے علاوہ کچھ کتابیں تھیں، ایک پلاسٹک بیگ تھا اور ایک چھوٹا سا بلی کا بچہ بھی تھا، جو کہ بہت چھوٹا نہیں تھا۔

"پتہ نہیں اب وہ کیا کرنے والی تھی۔" حیدر نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف متوجہ ہوا تھا، اس نے بلی کے بچے کو زمین پہ احتیاط سے رکھا تھا اور خود بھی اس کے پاس بے فکری سے بیٹھ گئی تھی، اس بات کی پرواہ کیے بنا کہ وہاں زمین پہ کس قدر گند پڑا تھا، جبکہ نگین ابھی تک قدرے بیزار سی صورت بنائے اس کے پاس کھڑی تھی۔

"بیٹھ جاؤ نا، کیوں خدائی فوجدار بنی میرے سر پہ کھڑی ہو۔" اس نے نگین سے کہہ کر شاپنگ بیگ سے چیزوں کو نکالا تھا، وہ کچھ فرسٹ ایڈ کا سامان تھا۔

"میرب میں جا رہی ہوں یار، مجھے یہاں پہ ڈر لگ رہا ہے، دیکھو تو کوئی بھی نہیں ہے یہاں یہ اور لمبے لمبے درخت ہیں بس، عجیب جنگل سا لگ رہا ہے، چلو اٹھو بس۔" نگین نے پھر سے اسے اٹھانے کی کوشش کی تھی، مگر ناکام رہی تھی، کیونکہ اب وہ اس بلی کے بچے کی مرہم پٹی میں مصروف تھی اور نگین کی طرف قطعی متوجہ نہیں تھی۔

"میرب۔" نگین نے پھر اسے پکارا تھا۔

"کیا ہے نگین، تھوڑی دیر چپ نہیں رہ سکتی ہو، کیوں اپنے ساتھ مجھے بھی ڈرا رہی ہو، بس پانچ منٹ رکو، دیکھ نہیں رہی ہو بے چارہ کس بری طرح سے زخمی ہے۔" اس نے معصوم سی شکل بنا کر نگین کی منت کی تھی جس پہ ہمیشہ کی طرح نگین کو ترس آ گیا تھا اور وہ بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔

"جلدی کرو اب۔" نگین نے بیٹھتے ساتھ ہی اسے وارن بھی کیا تھا، وہ بنا کوئی جواب دیئے اس معصوم سے بلی کے بچے کی مرہم پٹی میں مصروف تھی، جس کی ایک ٹانگ پتہ نہیں کس طرح سے بہت بری طرح زخمی ہوئی تھی اور وہ معصوم بری طرح سے تکلیف کے مارے کراہ رہا تھا، میرب نے دوا لگا کر اس کی ٹانگ پہ پٹی باندھ دی تھی، جس سے وہ اب قدرے پرسکون نظر آ رہا تھا اور ساتھ میرب بھی، حیدر کی چائے کا کپ کب اس کے ہاتھ میں ہی پکڑے پکڑے ٹھنڈا ہو گیا تھا اسے پتہ ہی نہیں لگا تھا، جانے کتنے ہی لمحے سے وہ وہاں یونہی کھڑا تھا۔

"ویسے بائی دے وے، تمہیں اپنے اس چنگیز خان بھائی سے تو ڈر نہیں لگتا ہے، مجس کا غصہ ہمیشہ سوا نیزے پہ رہتا ہے، جو یہاں ان درختوں سے لگ رہا ہے۔" میرب نے دودھ کا پیکٹ پھاڑ کر اس بلی کے بچے کے سامنے رکھتے ہوئے نگین کو چھیڑا تھا، جواب بھی اسے خفگی سے

دیکھ رہی تھی۔

"دیکھ سوچ لو، اب اگر میرے بھائی کے بارے میں کچھ کہا نا، تو اچھا نہیں ہوگا، بہت اچھے ہیں میرے بھائی، دنیا کے سب سے اچھے بھائی، پہلے تو میں نے سن لیا تھا، مگر اب نہیں سنوں گی کچھ بھی۔" نگین نے کھڑے ہوتے ہوئے اسے وارن کیا تھا، وہ ٹوٹی چیئر سے اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے شرارت سے مسکرائی تھی، جیسے نگین کے غصے کا مزہ لیا ہو۔

"ہاں ہٹلر کے جانشین ان کا بس چلے تو اسٹوڈنٹس کو گردن ہلانے پہ بھی لائن میں کھڑا کر کے گولی سے اڑا دیں اور کہیں کہ میں آپ کا ٹیچر ہوں اور مجھے آپ کو گائیڈ کرنے کے لئے یہ سب کرنا پڑا۔" اس نے آواز بھاری کر کے حیدر کے لہجے کی نقل اتارنے کی پوری پوری کوشش کی تھی، جس میں وہ خاصی کامیاب بھی ٹھہری تھی۔

"ہاں بھئی بندہ آٹھ سال باہر رہ کر آیا ہے، اتنی ایروگنٹس تو بنتی ہے بھئی یہ بھی لوگوں کو متاثر کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔" اس نے بلی کے بچے کو پیار کر کے وہیں چھوڑا جو مرہم پٹی کروا کر اور دودھ پی کر اب قدرے پرسکون نظر آ رہا تھا، اس کا انداز صاف نگین کو چڑانے والا تھا، جسے نگین بھی محسوس کر چکی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے بول لو، جو بولنا ہے بول دو، میں نے بھی یہ سب جا کر حیدر بھائی کو بتا دینا ہے، پھر سوچو تمہارا کیا ہوا، پیشی بھگتنے کو تیار رہنا، پھر..... پہلی بار والی حالت یاد ہے نا اپنی۔" نگین کا اشارہ اس بات کی طرف تھا، جب حیدر نے ان کی باتیں سن کر میرب کو اپنے آفس میں بلایا تھا اور اس وقت میرب کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"اف ایسا غضب مت کرنا، میری پیاری دوست، مجھ میں اب ان کا مزید عتاب سہنے کی ہمت نہیں ہے، کیا پتہ اب کی بار وہ سچ میں مجھے اڑا دیں، گولی سے نہیں، اپنے غصے کے گولے سے۔"

باتوں کی آواز اب مدہم پڑتی جا رہی تھیں، شرارتی ہنسی اب بھی گونج رہی تھی، وہ دونوں وہاں سے جا چکیں تھیں، ایک مدہم مسکان نے کب حیدر کے لبوں کا احاطہ کیا تھا اسے محسوس ہی نہیں ہوا تھا، وہ غصے کا تیز نہیں تھا، بس ایک فاصلہ رکھتا تھا اپنے اور اپنے اسٹوڈنٹس کے درمیان، جس کو اس لڑکی نے اس کے خلاف محاذ بنا لیا تھا، اس نے ہاتھ میں تھامی یخ چائے کا کپ واپس ٹیبل پہ رکھ دیا تھا، جو کب کی برف ہو گئی تھی، وہ اس میں سے ایک سیپ بھی نہیں لے پایا تھا، اس لمحے جانے کہاں سے یاد کا ایک جگنو آیا تھا اور اس کی پلکوں پہ آ کر ٹھہر گیا تھا۔

"وہ بھی ایسی ہی تو تھی....."

☆☆☆

نگین آج خرابی طبیعت کے باعث یونی نہیں آئی تھی، میرب کا پورا دن اس کے بغیر بہت بور گزرا تھا، وہ بھی نہ آتی اگر اگلے ہفتے سے ان کے ایگزامز شروع نہ ہو رہے ہوتے، اور بھی کئی کلاس فیلوز تھیں جن سے اچھی سلام دعا تھی مگر دوستی صرف نگین کے ساتھ، دن بھر کا ساتھ بس اسی کے ساتھ تھا، سو آج وہ جی بھر کے بور ہوئی تھی، ابھی اس کی لاسٹ کلاس ختم ہوئی تو اس نے سکون کا سانس لیا تھا، اس نے ہاتھ میں بندھی ریسٹ واچ میں ٹائم دیکھا تو اس کی وین کے آنے میں ابھی پورا ایک گھنٹہ باقی تھا، کیونکہ ابھی دوسرے سیکشن کی کلاس چل رہی تھی، پھر یونی آف ہونا تھی اور اسی حساب سے وین والے کو آنا تھا، اسے لائبریری سے کچھ کتابیں ایشو کروانا

ھیں اپنے لئے بھی اور نگین کے لئے بھی، سو وہ کلاس سے نکل کر لائبریری کی طرف چلی آئی تھی، جاتی گرمیوں کے دن تھے، لائبریری میں جانے ک دو راستے تھے، ایک وہ جو پچھلے لان سے گزر کر آتا تھا اور دوسرا وہ جو یونی کے گراؤنڈ کو طے کر کے سیدھا لائبریری کی انٹرس میں جا رکتا تھا، اس نے گراؤنڈ والا راستہ چنا تھا، کیونکہ سچی بات یہی تھی کہ پچھلے لان میں اکیلے جانے کی ہمت اس میں بھی نہیں تھی، وہ باہر گراؤنڈ میں آئی تو شاہ خاور کی کرنوں نے اس شہد رنگ بالوں والی لڑکی کے ماتھے کا بوسہ دے کر اسے خوش آمدید کہا تھا، ہوا سرسراتی ہوئی اسے چھو کر آگے کو نکل گئی تھی۔

یونی کی لائبریری کو خاصے وسیع رقبے پہ بنایا گیا تھا وہ اوپر نیچے دو پورشنز میں بنائی گئی تھی، نیچے کے حصے میں سٹینگ ایریا بھی تھا۔

اور کچھ کتابوں کے شلیف بھی اور لائبریری کو ڈیسک بھی وہیں تھی اور پھر وہیں سے سیڑھیاں اوپر کے پورشن کو جاتیں تھیں، اوپر کے حصے میں بیٹھنے کی جگہ کم تھی، کتابیں کے شلیف زیادہ، اسٹوڈنٹس اوپر سے کتابیں لا کر لائبریری سے ایشو کروا کر ساتھ لے جاتے تھے یا یہیں بیٹھ کر پڑھتے تھے، میرب کو جو کتابیں چاہیں تھیں، لائبریری کے مطابق وہ اوپر والے پورشن کے شلیف میں تھیں، سو وہ اوپر چلی جائے، وہ اثبات میں سر ہلا کر سیڑھیوں کی طرف آ گئی تھی، ابھی وہ فقط دو اسٹیپ ہی چڑھی تھی کہ اس کے ہاتھ میں تھامی فائل سے کچھ کاغذات پھسل کر گرے تھے، میرب نے جھک کر وہ پیپرز اٹھائے اور ابھی وہ سیدھی ہوئی ہی تھی کہ اوپر سے آنے والے کسی شخص سے بری طرح سے ٹکرائی تھی، جو بہت تیزی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے آ رہا تھا اور اس ٹکراؤ کے نتیجے میں اس شخص کی ٹائی میں لگی ٹائی پن میں جڑے نگ اس کی صبیح پیشانی پہ بری طرح سے خراش ڈال گئے تھے۔

"اف۔" اس نے بے ساختہ ہی پیشانی پہ ہاتھ رکھا تھا۔

"آپ دیکھ کر نہیں....." وہ غصے سے کہتی ہوئی سیدھی ہوئی تو نظریں اپنے سے دو سیڑھی اوپر کھڑے سرحیدر سے جا ٹکرائیں تھیں، لبوں سے نکلتے الفاظ نے وہیں دم توڑ دیا تھا۔

"سو..... کیا آپ ہمیشہ ہی اتنی بے دھیانی اور جلدی میں رہتی ہیں مس میرب۔" وہ اب سینے پہ بازو لپیٹے اس سے پوچھ رہا تھا، ہمیشہ کی طرح وہ سیاہ ڈریس پینٹ اور سیاہ ہی شرٹ میں ملبوس تھا، جس پہ اس نے میرون گرے لائنوں والی ٹائی لگا رکھی تھی، جس میں سامنے وہ ٹائی پن لگی تھی، جس کے درمیان میں تین چھوٹے چھوٹے نگ سے جڑے تھے، جو ابھی اس کی پیشانی پہ نشان ڈال گئے تھے۔

"وہ سر..... نہیں تو..... وہ میں..... آئی ایم سوری سر۔" کچھ اور نہ سوجھا تو اس نے آگے سے سوری ہی کہہ دیا، حالانکہ غلطی اس کی نہیں تھی، وہ نیچے سے آ رہی تھی، انہیں اوپر سے آتے ہوئے دیکھنا چاہیے تھا۔

اب وہ انہیں تو یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ سر غلطی آپ کی ہے اور نہ ہی یہ کہہ سکتی تھی کہ میرے دھیان کے سب چڑیا کبوتر گھوڑے گدھے تو آپ کو دیکھ کر دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں۔

"زندگی میں اتنی غلطیاں نہیں کرتے میرب کہ سارا وقت ہی ان کی معافی تلافی میں گزر جائے اور نہ ہی ہر مقام پہ آپکو کوئی سنبھالنے والا ملتا ہے، آئندہ خیال رکھیئے گا۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر اس کے پاس سے گزر کر سیڑھیاں اتر گیا تھا، لمحہ بھر کی بات تھی اور مردانہ کلون کی خوشبو نے

میرب کو پوری طرح سے اپنے حصار میں لے لیا تھا، اس کی مشام جان مہک سی گئی تھی، ہوتے ہیں نا کچھ لوگ ایسے کہ جن کو دل میں اترنے کا فن آتا ہے تو بس حیدر کو بھی وہی فن آتا تھا اور شاید وہ اس سے ابھی بے خبر تھا۔

"ہائی دے وے میرب، آپ کی پیشانی پہ چوٹ آئی ہے، اس پہ کچھ لگا لیجئے گا اور اس میں میری غلطی تھی، آئی ایم سوری فار ڈیٹ۔" وہ چند قدم چل کر ایڑیوں کے بل گھوما تھا اور اپنی ہی سوچوں میں گم کھڑی میرب کی پیشانی کی طرف ابرو سے اشارہ کر کے کہا تھا، جس پہ اب ہلکی سی سرخی نظر آنے لگی تھی، جانے کیا تھا اس لمحے میں اور حیدر کے لفظوں میں کہ میرب فقط اثبات میں سر ہلا کر کتنے ہی لمحے خاموشی سے وہیں کھڑی رہی تھی اور بے نیازی سے لائبریری سے باہر جاتے ہوئے حیدر نے کسی کی نگاہوں کی تپش کو کتنے ہی لمحے اپنی پشت پہ محسوس کیا تھا، اگلے دن کلاس میں آتے ہی سر حیدر کی نگاہ دوسری روکی چوتھی چیئر پہ بیٹھی پہ میرب سے جا ملی تھی، جس کی کلبیج پیشانی پہ وہ رگڑ کا نشان اب قدرے واضح نظر آ رہا تھا، وہ اسی پل نگاہ چرا کر اپنے لیکچر میں مصروف ہو گئے تھے اور میرب کی نگاہیں آج بھی پورا وقت ان کی ٹائی پن میں گڑی رہیں تھیں، اس دن میرب نے حیدر کے لیکچر کا ایک لفظ بھی نہ سنا تھا نہ لکھا تھا، سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے۔

☆☆☆

"میرب کیا کر رہی ہو بیٹا؟" دو دن بعد اس کا پہلا پیپر تھا اور وہ پوری طرح اس کی تیاری میں مصروف تھی، تبھی امی نے آ کر پوچھا تھا۔

"پڑھ رہی ہوں امی، پرسوں میرا پیپر ہے۔" اس نے ہاتھ میں تھامے نوٹس پر سے پل بھر کو نگاہ ہٹائی ان کی طرف دیکھا اور پھر سے نگاہ جھکا لی تھی۔

"تمہارے کون سے کپڑے نکالوں پہننے کے لئے، تمہیں یاد ہے نا آج اسماء کی شادی ہے تمہاری تائی کی بھتیجی کی اور پانچ بجے تک تمہیں نکلنا ہے، دو گھنٹے تو راستے میں ہی لگ جانے ہیں۔" امی اپنی ہی دھن میں کہتی ہوئی اس کی وارڈ روب کی طرف بڑھیں تھیں، تاکہ اس کے کپڑے نکال کر ملازمہ سے استری کروا سکیں۔

"امی میں کسی شادی میں نہیں جا رہی ہوں بھئی، مجھے پڑھنا ہے، میری ابھی تک کوئی تیاری نہیں ہے، آپ لوگ چلے جائیں۔" وہ قطعی انداز میں کہتی ہوئی سیدھی ہو بیٹھی تھی، نوٹس ایک طرف رکھے اور بکھرے بالوں کو سمیٹ کر پھر سے کیچر میں جکڑا تھا۔

"کیا کہا میں نہیں جا رہی ہوں، انس بھی گھر پہ نہیں ہے اور میں اور تمہارے بابا دونوں جا رہے ہیں تم اکیلی کیسے رہو گی گھر پہ اور پیپرز کی تیاری کی تم نے اچھی کہی بھئی، سارا سال کیا کیا ہے جو ابھی تک تمہاری کوئی تیاری نہیں ہے، میں کچھ نہیں جانتی ہوں، تم ہمارے ساتھ چل رہی ہو، میں نے کہہ دیا ہے بس۔" وہ وارڈ روب چھوڑ کر غصے سے کہتی ہوئی اس کے پاس آ کھڑی ہوئیں تھیں، میرب اچھی طرح جانتی تھی کہ امی کا غصہ کتنا جلالی ہوتا ہے مگر اسے اس بورنگ سی شادی میں قطعی نہیں جاننا تھا، کل بھی وہ صرف امی کو ناراضگی کے خیال سے ہی مہندی میں چلی گئی تھی اور سارا ٹائم بور ہی ہوتی رہی، کیونکہ اس کا سارا دھیان اپنی پڑھائی کی طرف تھا، پھر لوٹتے لوٹتے رات کا ایک بج گیا۔

دراصل تائی کی بھتیجی کی شادی تھی اور وہ لوگ شادی اپنے آبائی گاؤں میں اپنے آبائی گھر سے کر رہے تھے، جو کہ شہر سے تقریباً دو گھنٹے کی

ڈرائیو پہ تھا، جانا بھی ضروری تھا اور امی کی بات بھی اپنی جگہ ٹھیک تھی کہ وہ اس طرح سے اسے اکیلا گھر پہ چھوڑ کر نہیں جا سکتیں تھیں اور انس بھی آج کل اپنے سمسٹرز بریک ہونے کی وجہ سے دوستوں کے ساتھ ناردرن ایریاز کی سیر کو گیا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے بھئی کس بات پہ ماں بیٹی میں بحث ہو رہی ہے۔" آج چونکہ اتوار تھا اس لئے بابا گھر پہ ہی تھے، ابھی کھلے دروازے سے باہر تک آہٹیں ان کی آوازیں سن کر اندر چلے آئے تھے۔

"چلیں آپ بھی سن لیں اپنی صاحب زادی کے فرمان، کہہ رہیں ہیں کہ مجھے آپ لوگوں کے ساتھ نہیں جانا، گھر پہ رہ کر پڑھائی کرنی ہے۔" جواباً امی نے اسے گھور کر دیکھا اور بابا کو پوری بات بتا دی تھی۔

"خیر آپ کی امی غلط تو نہیں کہہ رہیں ہیں بیٹا، ہم کوشش کر کے جلدی آ جائیں گے، اگر جانا ضروری نہ ہوتا تو میں رک جاتا آپ کے ساتھ مگر آپ کو اکیلا قطعی نہیں چھوڑ سکتے بیٹا، انس ہوتا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا، دونوں رک جاتے۔" بابا نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اسے سمجھایا تو جواباً وہ خاموش رہی تھی۔

"میں بھی تو یہی کہہ رہی ہوں، مگر اس کی سمجھ میں کب کچھ آتا ہے۔" امی ابھی بھی خفگی سے بولیں تھیں۔

"بابا میرے پاس ایک آئیڈیا ہے اگر آپ کو برا نہ لگے تو۔" اس نے دھیرے سے بابا کے قریب کھسک کر سرگوشی سی کی تھی، مبادا امی سن لیں اور غصے سے پہلے ہی منع کر دیں۔

"وہ کیا؟" بابا نے بھنویں اچکا کر اس کے انداز میں ہی دھیمے سے پوچھا تھا۔

"کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ لوگ جاتے وقت مجھے نگین کی طرف ڈراپ کر دیں اور واپسی پہ پک کر لیں، وہ کئی دنوں سے کمبائن اسٹڈی کا کہہ رہی ہے مگر میں نے منع کر دیا تھا، اب اس طرح سے میری پڑھائی کا حرج بھی نہیں ہوگا اور آپ لوگوں کو میرے اکیلے پن کی پریشانی بھی نہیں ہوگی۔" اس نے جلدی سے انہیں کہہ دیا تھا، امی کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا، بابا اس کی بات سن کر عجیب تذبذب کا شکار لگ رہے تھے، جیسے فیصلہ نہ کر پا رہے ہوں، کہ اس طرح سے اتنی دیر کے لئے اسے اس کی دوست کے گھر چھوڑنا ٹھیک ہوگا، کیونکہ پہلے کبھی ایسا ہوا نہیں تھا۔

"اماں پلیز نا، آپ تو نگین کو اس کی امی کو اچھے سے جانتی ہیں، کئی بار تو آپ میرے ساتھ ان کے گھر جا چکیں ہیں، پلیز نا، بس آج کے لئے پلیز۔" اب کے وہ امی کی طرف کھسک آئی تھی، وہ کسی طور بھی وہاں جا کر مہندی والے دن کی طرح سعد اور اس کے کزنز کی چھچھوری حرکتیں برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"ہاں وہ تو صحیح ہے، وہ بہت اچھی بچی ہے اور اس کی امی بھی بہت سلجھی ہوئی خاتون ہیں، مگر اس طرح سے۔" انہوں نے پرسوچ انداز میں شوہر کی طرف دیکھا تھا۔

"امی میں کون سا دنوں کے لئے جا رہی ہوں، بس چند گھنٹوں کی تو بات ہے پھر آپ لوگ جلدی آنے کی کوشش کیجئے گا، پلیز اب مان جائیں دونوں۔" میرب نے دونوں کی طرف دیکھ کر کہا تھا، چہرے پہ اتنی معصومیت تھی کہ ہمیشہ کی طرح فوراً ہی بابا کا دل پسیجا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے، تم ہمارے ساتھ نہیں جانا چاہ رہیں تو نگین کی طرف چلی جاؤ مگر پہلے اس کو

کال کر کے معلوم کر لو کہیں اسے کوئی پرابلم نہ ہو۔"

"تھینک یو بابا۔۔۔۔تھینک یو سو مچ۔" وہ فوراً ہی کھسک کر بابا سے لپٹ گئی تھی، بابا نے بے اختیار ہی اس کے بالوں کا بوسہ لیا تھا۔

"لیکن میرب یہ پہلی اور آخری بار ہے سمجھیں۔" بابا کے اشارہ کرنے پہ اماں بھی مان گئیں تھیں، مگر ساتھ اسے تنبیہ کرنا نہیں بھولیں تھیں، اس نے سعادت مندی سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"فون ملاؤ میں خود نگین کی امی سے بات کرتی ہوں۔" امی کے کہنے پہ وہ نگین کا نمبر ڈائل کرنے لگی تھی۔

☆☆☆

اس نے وائٹ پاجامے کے ساتھ وائٹ ہی کاٹن نیٹ کی شرٹ پہنی تھی، جس کے گلے پہ سلور اور ریڈ ہلکی سی نہایت نفیس کڑھائی تھی، دوپٹہ بھی ریڈ ہی تھا، بالوں کو فرنچ ناٹ میں باندھ لیا تھا، آنکھوں پہ ہلکا سا آئی لائنر لگایا اور لبوں پہ ہلکا سا پنک گلوس، آئینے میں ایک نگاہ خود پہ ڈالی اور مطمئن ہو کر پرفیوم اٹھا لیا تھا اور خود کو جیسے خوشبو میں قید کر لیا تھا، وہ ایسی ہی خوشبو کی دیوانی تھی، بے دریغ پرفیوم کا استعمال کرتی تھی، اب وہ مکمل تیار تھی، اپنے بیگ میں اس نے اپنی کتابیں نوٹس اور لیپ ٹاپ رکھ لیا تھا، امی اور بابا اس کی بات مان کر اسے نگین کے گھر چھوڑنے جا رہے تھے اور جانے کیوں میرب کا دل عجیب بے ہنگم انداز میں دھڑک رہا تھا، حالانکہ وہ کوئی پہلی بار تو نگین کے گھر نہیں جا رہی تھی۔

"پھر کیوں۔" لمحہ بھر کو رک اس نے خود سے پوچھا تھا اور جو جواب ملا اس سے نگاہ چرا کر وہ کمرے سے باہر چلی آئی تھی، جہاں آج موسم بڑا سہانا سا ہو رہا تھا، بادلوں نے چار سو آسمان کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا، ٹھنڈی ہوا سے فضا معطر سی تھی، پندرہ منٹ میں وہ لوگ نگین کی طرف پہنچ گئے تھے، دروازہ راحم نے کھولا تھا۔

"السلام علیکم راحم بھائی، نگین ہے؟" میرب نے اسے سلام کر کے نگین کا پوچھا تھا، وہ نگین سے بڑا اور حیدر سے چھوٹا تھا۔

"ہاں نگین اندر ہے، آپ آیئے پلیز۔" اس نے ایک طرف کو ہٹ کر انہیں اندر آنے کا کہا، اماں بھی اس کے ساتھ ہی اندر چلی آئیں تھیں، بابا البتہ باہر گاڑی میں تھے، انہوں نے یہاں سے سیدھا ہی شادی کے لئے نکل جانا تھا۔

"ارے اس میں زحمت کیسی، جیسے نگین میری بیٹی ہے ویسے ہی میرب بھی میری بیٹی ہے، آپ لوگ بے فکر ہو کر جائیں، سمجھئے کہ وہ اپنے ہی گھر میں ہے، فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے، چند گھنٹوں کی تو بات ہے، آپ اتنا کیوں پریشان ہو رہی ہیں، آج کل کے بچے تو اس طرح سے دوستوں کے گھر رک جاتے ہیں۔" اماں کی پریشانی اور فکر مندی کو دیکھ کر نگین کی امی نے انہیں اچھی طرح مطمئن کیا تھا، امی تسلی کر کے گئیں تو وہ نگین کے ساتھ اس کے کمرے میں چلی آئی تھی۔

☆☆☆

"ہوں کمرہ کافی اچھا ہے تمہارا۔" اس نے نگین کے کمرے کا اچھی طرح سے جائزہ لینے کے بعد کہا تھا۔

"کون سا تم پہلی بار دیکھ رہی ہو، پہلے بھی کئی بار آ چکی ہو۔" نگین نے آگے بڑھ کر کھڑکی کھول دی تھی، جہاں اب ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی تھی ہوا اب بھی معطر تھی۔

"ہاں دیکھ تو چکی ہوں، مگر تم نے شاید

سیٹنگ چینج کی ہے نا تو زیادہ اچھا لگ رہا ہے۔" میرب نے بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ رکھا فوٹو فریم اٹھا لیا تھا، وہ ان کی فیملی فوٹو تھی، ان کے بابا بھی درمیان میں تھے اور نگین بھی کافی چھوٹی لگ رہی تھی اور دائیں طرف کھڑے شخص کو وہ پل بھر میں پہچان گئی تھی، وہ سر حیدر تھے گو کہ تصویر میں ان کے چہرے پہ داڑھی بھی نہیں تھی، مگر ان کی کھڑی ناک اور بولتی آنکھیں وہی تھیں اور نمایاں چیز ان کے لبوں پہ کھیلتی مسکراہٹ تھی، جو ان کے چہرے کو خوبصورت بنا رہی تھی، میرب نے ان کو کبھی بھی اس طرح سے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، بلکہ مسکراتے ہوئے بھی بہت کم دیکھا تھا، تصویر میں ان کا چہرہ کلین شیوڈ تھا، جبکہ اب ہمہ وقت ان کے چہرے پہ ہلکی داڑھی بھی رہتی تھی۔

"یہ ہماری فیملی فوٹو ہے، یہ بابا ہیں، یہ امی، یہ راحم اور یہ حیدر بھائی اور یہ میں دیکھو تو کیسی ہونق لگ رہی ہوں نا۔" نگین نے آ کر واپس اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی، میرب جیسے چونک کر کسی ٹرانس سے نکلی تھی۔

"تم اب بھی ہونق ہی ہو، یہ محض تمہاری خوش فہمی ہے کہ تم اب بدل گئی ہو۔" میرب نے لیٹ کر اسے کہا تو جواب میں نگین نے وہی فریم اس کے بازو پہ دے مارا تھا، وہ سی کر کے رہ گئی تھی۔

"اب چائے وائے بھی پلا دو ظالم لڑکی یا صرف ظلم ہی کرتی رہو گی، مہمان ہوں تمہاری کچھ تو خیال کرو۔" میرب نے دہائی دی تو نگین ہنس دی تھی۔

"ابھی لاتی ہوں چائے بھی اور ساتھ میں پکوڑے بھی، دیکھو تو موسم کتنا اچھا ہو گیا ہے میرب میں سچ میں بہت خوش ہوں کہ تم آج اتنی دیر کے لئے یہاں آئی ہو، سچ میں ہم پڑھائی کے ساتھ ساتھ بہت مزہ بھی کریں گے۔" نگین کے چہرے پہ خوشی صاف دکھائی دے جاتی تھی، جسے میرب نے فوراً محسوس کر لیا تھا، کیونکہ وہ کافی عرصے سے میرب سے کہہ رہی تھی کمبائن اسٹڈی کے لئے مگر ہمیشہ میرب منع کر دیتی تھی۔

"ہاں نا میں نے سوچا آج تمہیں خوش کر دوں اور ایسی عنایات میں ذرا کم ہی کرتی ہوں، مگر تم کیا یاد کرو گی، دوستی کا حق ادا کر دیا میں نے۔" کہہ کر وہ ہنس دی۔

☆☆☆

اس نے اپنی یادوں کو کبھی ماضی بننے ہی نہیں دیا تھا، کیونکہ وہ بننے دینا چاہتا ہی نہیں تھا، اسے اچھا لگتا تھا آج بھی ان یادوں میں رہنا، ان میں زندگی گزارنا، ان کو محسوس کرنا، ان میں جینا، وہ آج پھر وہیں موجود تھا، اسی شہر خموشاں میں، جہاں شاید آ کر اس کی زندگی رک سی گئی تھی، ٹھہر سی گئی تھی، سرخ گلاب اسے پسند تھے نا اس نے آج بھی اس کی قبر کو سرخ گلابوں سے ڈھک دیا تھا، مٹی کے ساتھ ساتھ گلابوں کی خوشبو بھی اعصاب پہ چھا رہی تھی، وہ وہیں بیٹھا تھا، ہمیشہ کی طرح اس قبر کے کنارے ذرا سا ترچھا ہو کر جیسے ہمیشہ بیٹھا کرتا تھا۔

آج اس کی پلکوں کے ساتھ ساتھ آسمان بھی بھیگا بھیگا سا تھا، گیلی مٹی پہ رکھے اس کے ہاتھ کی پشت پہ بارش کی بوند گری تو اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا تھا، جہاں پہ کالے بادلوں کا بسیرا تھا، ہوا اب تھم سی گئی تھی، اس کی پلکوں پہ کتنے ہی بارش کے قطرے آن ٹھہرے تھے۔

"دیکھو تو بارش آنے والی ہے اور تم یوں خاموش لیٹی ہو، تم تو دیوانی تھی بارش کی۔" اس کے لب سرگوشی میں ہلے تھے، وہ جانتا تھا کہ یہ سرگوشی اس کے دل کی آواز بن کر اس تک پہنچ

چکی ہوگی۔

''بیٹا! بارش آنے والی ہے اب گھر جاؤ، لگتا ہے آج مینہ جم کر برسے گا۔'' پاس سے گزرتے بوڑھے گورکن نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اس سے کہا تھا، اس نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''اسے اکیلا کیسے چھوڑ جاؤں، بجلی کڑکے گی تو وہ ڈر جائے گی نا۔'' کتنے ہی مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائے تھے، آنکھوں میں اذیت تھی، مگر لب خاموش تھے، دل آج بھی دکھ سے درد سے پھٹا جا رہا تھا، مگر لب چپ تھے۔

''اٹھو بیٹا شاباش گھر جاؤ، اتنی دیر تک قبر کے پاس نہیں بیٹھا کرتے مردے کو تکلیف ہوتی ہے۔'' گورکن نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

''اسے مردہ نہ کہیں۔'' بے ساختہ ہی اس کے لبوں سے نکلا تھا۔

اسے آج بھی یہ لفظ اس کے لئے سن کر تکلیف ہوتی تھی، وہ تو آج بھی روز اول کی طرح اس کے دل کے تمام نہال خانوں میں روشن تھی، زندہ تھی، بھلے دنیا کی نگاہ سے اوجھل تھی، مر چکی تھی۔

''مردے کو مردہ نہ کہوں تو اور کیا کہوں، کون تھی وہ بیٹا؟ مگر ایک بات ہے جو بھی تھی بہت خوش نصیب تھی، جو تم روز یہاں آتے ہو اس کی خبر گیری کو، وگرنہ یہاں تو سالوں گزر جاتے ہیں اور کوئی آ کر اپنے پیاروں کی خبر تک نہیں لیتا، لیکن بیٹا تم تم سمجھدار لگتے ہو، پڑھے لکھے ہو، مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں کرتے ہیں روز یہاں آؤ گے تو اس قبرستان کی طرح ہی ویران ہو جاؤ گے، جاؤ اپنی دنیا میں لوٹ جاؤ اور آگے بڑھنے کی کوشش کرو، اس میں بہتری ہے۔'' بوڑھا گورکن اسے سمجھا کر آگے بڑھ گیا تھا، مگر اس کا ذہن ایک ہی سوال میں اٹک سا گیا تھا۔

''کون تھی وہ؟'' وہ کون تھی شاید میں کبھی بتا نہ سکوں وہ میرے لئے کیا تھی شاید میں کبھی کسی کو سمجھا نہ سکوں، میرا دل، میری روح، میری دنیا، میری چاہت، میرے جذبات، میرے احساسات، سب اس قبر میں زاریہ شیرازی کے ساتھ اس قبر میں دفن ہیں، میں یہاں آنا نہیں چھوڑ سکتا اور میں جانتا ہوں کہ وہ بھی میرا انتظار کرتی ہے، وہ تھکے تھکے قدموں سے چلتا ہوا اس شہر خموشاں سے باہر نکل آیا تھا، بارش قدرے تیز ہو چکی تھی، ہوا اب بھی بند تھی۔

☆☆☆

چائے پینے کے بعد وہ دونوں بڑی شرافت سے پڑھائی میں مصروف ہو گئیں تھیں، تب سے اب تک وہ دونوں نگین کے کمرے میں ہی تھیں اور کسی نے بھی انہیں ڈسٹرب نہیں کیا تھا، وہ تقریباً پانچ کے قریب یہاں آئی تھی اور اب آٹھ بجنے والے تھے اماں اور بابا خیریت سے پہنچ گئے تھے، ان کی کال آ گئی تھی۔

''اف یار میں تو تھک گئی ہوں، سر میں درد ہونے لگا ہے۔'' نگین نے اکڑی ہوئی گردن کو دونوں ہاتھوں سے دبایا تھا۔

''ہاں یار واقعی، تھک تو میں بھی گئی ہوں۔'' میرب نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔

''نگین باہر بارش تو بہت تیز ہو گئی ہے۔'' یکدم ہی میرب کی نگاہ کھڑکی سے پار گئی تو باہر برستی بارش کو دیکھ کر اس کے لہجے میں پریشانی در آئی تھی، سہ پہر سے برسنے والی بارش اب قدرے تیز ہو گئی تھی اور ساتھ چلنے والی ہوا بھی طوفان کی شکل اختیار کر گئی تھی۔

''پریشان مت ہو ابھی رک جائے گی اور تم کون سا باہر سڑک پہ بیٹھی ہو، اپنے ہی گھر میں ہو۔'' نگین نے اس کے چہرے پہ چھائی پریشانی

کو محسوس کر کے ہلکے پھلکے انداز میں تسلی دی تھی، بارش ہمیشہ سے اسے پسند تھی مگر آج اس طرح سے گھر سے امی اور بابا سے دور اور ایسے کہ وہ دونوں شہر سے بھی باہر تھے اور رات گئے واپس آنا تھا، یہ سب باتیں اسے پریشان کر رہیں تھیں، نگین اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اس کا دھیان بٹانے لگی تھی، کچھ دیر بعد نگین اسے ساتھ لئے کچن میں آ گئی تھی، تاکہ رات کا کھانا بنانے میں امی کی مدد کر سکے، ویسے بھی رات کا کھانا نگین ہی بناتی تھی، مگر آج چونکہ وہ میرب کے ساتھ مصروف تھی سو رات کا کھانا امی ہی بنا رہی تھیں، نگین کباب تلنے لگی تو میرب نے سلاد کی ٹوکری اپنے آگے کر لی تھی، کیونکہ اسے بس یہی بنانا آتا تھا، یونہی باتوں باتوں میں کھانا بن بھی گیا اور لگ بھی گیا، ڈائیننگ ٹیبل پہ وہ اور نگین ایک ساتھ ہی بیٹھیں تھیں، جبکہ دوسری طرف آنٹی اور راحم تھے، سامنے والی چیئر خالی تھی۔

"السلام وعلیکم!" مدہم آواز پہ میرب کا ہاتھ بے ساختہ ہی رک گیا تھا، اس نے ہاتھ میں تھاما چمچہ واپس پلیٹ میں رکھ دیا تھا، یہ گھر ان کا تھا اور وہ یہاں مہمان تھی وہ بھی محض چند گھنٹوں کی مگر اس وقت وہ ان کی یہاں موجودگی کی جانے کیوں امید نہیں کر رہی تھی، کیونکہ جب سے وہ آئی تھی وہ ایک بار بھی نظر نہیں آئے تھے البتہ راحم تب سے گھر پہ ہی تھا، جانے کیوں اس لمحے وہ بری طرح نروس ہو گئی تھی۔

"وعلیکم السلام! کہاں تھے بیٹے، آج بڑی دیر لگا دی، موسم بھی اتنا خراب ہو رہا تھا۔" ان کے بیٹھتے ہی آنٹی نے بڑی نرمی سے ان سے پوچھا تھا۔

"جی امی ایک کام میں پھنس گیا تھا، اس لئے دیر ہو گئی۔" اس نے ماں سے نگاہ ملانے سے پرہیز ہی کیا تھا، مگر پھر بھی ان کی آنکھوں کی سرخی ماں سے چھپی نہیں رہی تھی، لیکن امی نے اس وقت سب کے سامنے اسے کچھ بھی کہنے سے گریز کیا تھا، اسی لمحے اس کی نگاہ نگین کے ساتھ بیٹھی میرب پر پڑی تھی، جو اسے ہی دیکھ رہی تھی، حیدر نے بڑی حیرانگی سے اسے دیکھا تھا، نگین نے اس کی حیرانگی کو محسوس کر کے اسے بتایا کہ وہ نگین کے ساتھ اسٹڈی کے لئے آئی ہے، میرب کے سلام کا جواب دے کر وہ اثبات میں سر ہلا کر کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا، عجیب کھویا کھویا سا انداز تھا اس کا یا پتہ نہیں میرب کو ایسا محسوس ہوا تھا، سب نے ہی محسوس کیا تھا، میرب کو اس کا چہرہ ستا ہوا اور آنکھیں سرخ لگیں تھیں، جیسے کوئی روتا رہا ہو یا ضبط کی کڑی منزل سے گزر کر سب کے سامنے بیٹھا ہو۔

وہ پلیٹ میں ذرا سے چاول رکھے ان کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔

"لیکن مجھے تو ابھی تک یہ دونوں پڑھتی ہوئی نظر نہیں آئیں ہیں۔" راحم کا انداز صاف چھیڑنے والا تھا، وہ نگین سے دو سال بڑا تھا اور اسی طرح اسے تنگ کرتا رہتا تھا، ابھی بھی مخاطب وہی تھی۔

"کیا مطلب بھائی، اتنی دیر سے ہم اور کیا کر رہے تھے اور آپ کو ہماری پڑھائی نظر ہی نہیں آئی ہے۔" نگین جواباً چڑ کر اس پہ چڑھ دوڑی تھی۔

"کہاں..... پہلے تو ڈھیروں لوازمات کے ساتھ چائے پی گئی، پھر گوسپ پھر بارش کو انجوائے کیا گیا پھر کھانے پکانے کے بہانے کچن میں اور اب کھانا کھایا جا رہا ہے، پڑھائی تو بے چاری بیچ میں کہیں رہ گئی، کمبائن اسٹڈی تو لڑکیوں کے لئے گوپس کا بہانہ ہوتا ہے بس۔"

راحم نے نگین کا چہرہ بڑے مزے سے دیکھا تھا۔

"اف اللہ راحم بھائی کتنے برے ہیں آپ، میں بتاؤں ذرا لڑکوں کی کمبائن اسٹڈی کیسی ہوتی ہے، امی دیکھیں نا دو منٹ ہم لان میں کیا گئے اتنی باتیں بنا ڈالیں اور جو ہم اتنی دیر سے ہم مسلسل پڑھ رہے ہیں وہ نظر نہیں آرہا ہے، اب کیا کھانا بھی نہ کھائیں۔" نگین بڑے بھائی کا لحاظ کر کے چپ تو ہو گئی مگر روہانسی سی بن کر امی سے شکایت کرنا نہ بھولی۔

"بری بات ہے راحم، مت تنگ کرو بہن کو۔" اس کے پیار سے ڈپٹا تو وہ نگین کو منہ چڑھا گیا تھا، میرب ان کی نوک جھونک کو انجوائے کر ہی تھی، وہ اور انس بھی بالکل ایسے ہی لڑتے تھے۔

"ارے تم کہاں چلے کھانا تو کھاؤ بیٹے۔" امی نے اسے پلیٹ کھسکا کر اٹھتے ہوئے دیکھا کر ہولے سے ٹوکا تھا، اس کی پلیٹ اسی طرح خالی اور صاف تھی، اور ایسا کب ہوتا تھا وہ اچھی طرح سے جانتی تھیں۔

"بس کھا چکا امی، نگین میں اسٹڈی میں ہوں کسی مدد کی ضرورت ہو تو آجانا اور میری کافی وہاں دے جانا۔" اس نے ان دونوں پہ ایک نگاہ ڈال کر کہا تھا۔

"جی بھائی۔" میرب کے دل میں ان آنکھوں کی سرخی گویا کھب کر رہ گئی تھی، ایک اسرار سا تھا ان کی شخصیت میں جو میرب جیسی لا ابالی لڑکی کو بھی اپنی طرف کھینچ رہا تھا اور اسے وہ اسرار جانتا تھا، مگر کیسے۔

☆☆☆

کھانے کے بعد نگین سب کے لئے چائے بنالائی تھی، حیدر کی کافی اس نے اسے اسٹڈی میں ہی دے دی تھی، ارحم نے اپنا مگ پکڑا اور اپنے کمرے میں چلا گیا تھا، لاؤنج میں اب میرب، نگین اور آنٹی ہی تھیں، آپس میں گپ شپ کے ساتھ ساتھ چائے بھی پی جا رہی تھی، باہر بارش نے اب طوفان کی شکل اختیار کر لی تھی، درختوں کی شاخیں اور بجلی کے کڑکنے کی آوازیں اندر تک آرہی تھیں، لائٹ کب کی جا چکی تھی مگر گھر میں یو، پی ایس کی سہولت کی وجہ سے محسوس نہیں ہو رہا تھا، موسم قدرے خنک ہو گیا تھا۔

میرب کی پریشانی اب چہرے سے صاف نظر آرہی تھی، اگر موسم کی یہی صورتحال رہی تو یقیناً امی اور بابا کو آنے میں پرابلم ہو سکتی تھی، دو گھنٹے کی ڈرائیو یوں بھی اس موسم میں ممکن نہ تھی اور گاؤں وغیرہ کے راستے بھی بہت خراب ہوتے ہیں، اب اس کے دل میں وسوسے اٹھنے لگے تھے، اتنی دیر سے وہ یہاں تھی، اب اسے عجیب لگنے لگا تھا، اسے خود پہ غصہ آرہا تھا، اسے بھی ان لوگوں کے ساتھ چلے جانا چاہیے تھا، اس نے کیوں ضد کی یہاں آنے کی، اب اسے آکورڈ سا لگ رہا تھا، وہ ان ہی سوچوں میں غلطاں بیٹھی تھی کہ تبھی اس کا سیل فون بجا تھا، اس نے چونک کر دیکھا تو اسکرین پہ بابا کالنگ جگمگا رہا تھا، اس نے فوراً کال ریسیو کی تھی۔

"میرب بیٹے بارش بہت تیز ہے اور یہاں کے راستے بہت خراب ہیں، ڈرائیو کرنا مشکل ہے، بھائی صاحب ہمیں آنے نہیں دے رہے ہیں، ہم لوگ رات یہیں رک رہے ہیں۔" شاید وہاں سگنل پرابلم تھی، بابا کی آواز کٹ کٹ کر آرہی تھی۔

"بیٹا تم بھی آج رات نگین کی طرف ہی رک جاؤ، ہم لوگ صبح جتنا جلدی ہو سکا یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے اور پھر تمہیں پک کر لیں گے، پریشان نہ ہونا میرا بچہ، ہم دونوں ٹھیک ہیں، بس اس طوفانی بارش میں نکلنا ٹھیک نہیں ہے، لو

اپنی امی سے بات کرو۔" بابا نے اسے بتانے کے ساتھ ساتھ تسلی بھی دی تھی، جانتے تھے کہ وہ پریشان ہوگئی ہوگی چڑیا جتنا تو دل تھا اس کا۔

"امی وہ سب تو بالکل ٹھیک ہے مگر میں یہاں کیسے رک جاؤں؟" اب دوسری طرف امی تھیں اور وہ بھی اسے یہی سمجھا رہی تھیں، مگر میرب تذبذب کی کیفیت میں تھی، اسے بے حد عجیب لگ رہا تھا، وہ یہاں کیسے رک سکتی تھی، آنٹی اس کی طرف ہی متوجہ تھیں، وہ سمجھ گئیں تھیں کہ کیا بات ہے، انہوں نے اس کے ہاتھ سے فون لے لیا تھا۔

"آپ لوگ پریشان نہ ہوں، بلکہ میں خود میرب سے آپ لوگوں کو فون کرنے کی تھی کہ ایسے موسم میں آپ لوگ وہاں سے نہ نکلیں، آپ لوگ اپنا خیال رکھیں باقی میرب کی بالکل فکر نہ کریں، وہ اپنے ہی گھر میں ہے اور میری ذمہ داری ہے۔" دوسری طرف سے امی نے آنٹی کو اپنی مجبوری بتائی تو انہوں نے اچھی طرح سے انہیں مطمئن کر دیا تھا۔

"میرب یہاں آؤ بیٹے۔" انہوں نے سیل بند کر کے اسے دیتے ہوئے کہا تو وہ اٹھ کر ان کے پاس چلی آئی تھی۔

"بیٹے میں بھی تو تمہاری ماں جیسی ہوں نا، تو پھر اتنی پریشانی کیوں، اگر تم یہ سوچ کر فکر مند ہو کہ ہمیں زحمت ہوگی تو بیٹے اس بات کو ذہن سے نکال دو، میں نے کبھی تمہیں نگین سے الگ نہیں سمجھا ہے، تم اپنے والدین کی اجازت سے یہاں ہو اور پھر ان کی مجبوری بھی تو سمجھو نا، جاؤ جا کر انجوائے کرو، لڑکیاں تو ایسے موقع تلاش کرتیں ہیں کہ وہ سب دوستوں کے ساتھ ٹائم گزار سکیں، دیکھو نگین تمہارے یہاں رکنے کا سن کر کیسے خوش ہو رہی ہے، چاہو تو میرے ساتھ میرے روم میں سو جاؤ۔"

"نہیں آنٹی پلیز مجھے شرمندہ نہ کریں، میں ٹھیک ہوں اور پریشان بھی نہیں ہوں، آپ جا کر آرام کریں، میں نگین کے ساتھ کمفرٹیبل رہوں گی۔" میرب ان کے خلوص کے سامنے شرمندہ ہوگئی تھی، وہ مطمئن ہو کر انہیں جلد سونے کی تاکید کر کے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی، جہاں ابھی انہیں عشاء کی نماز بھی ادا کرنی تھی۔

"یا ہو، میرب تمہیں پتہ ہے میں سوچ رہی تھی کہ آج تمہیں یہاں روک لوں، پھر سوچا کہیں انکل آنٹی کو برا نہ لگے، مگر دیکھو اللہ نے کیسے میری سن لی۔" نگین اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھی تھی۔

"چلو آؤ میرے کمرے میں چلتے ہیں، ایک بڑا سا پھی رومینٹک مووی ڈاؤن لوڈ کر کے رکھی تھی کہ اگلے دن کے لئے رکھوں گی، مگر اب تم یہاں ہو تو آؤ مل کر دیکھتے ہیں۔" نگین نے ٹیبل سے چائے کے برتن سمیٹتے ہوئے کہا تھا، جواباً میرب کھل کر ہنس دی تھی۔

"میڈم آپ شاید بھول رہی ہیں کہ ہم یہاں کمبائن اسٹڈی کے لئے رکے ہیں اور اگر آپ کے اس چنگیز خان پروفیسر بھائی نے دیکھ لیا نا کہ ہم پڑھنے کی بجائے فلم دیکھ رہے ہیں اور وہ بھی رومینٹک تو پھر سوچ لیں آپ۔" میرب نے کھڑے ہو کر اس کے کندھے پہ بازو پھیلا کر آواز کو مدھم کر کے اسے ڈرانا چاہا تھا۔

"تو میڈم آپ بھی یاد رکھیں کہ ہم تیاری کر چکے ہیں، پیپر پرسوں ہے اور باقی کی تیاری ہم کل کر لیں گے، اب ہم دونوں ساتھ ہیں تو اتنی انجوائے منٹ تو بنتی ہے نا یار، اور رہے حیدر بھائی وہ اپنی اسٹڈی میں ہیں اور صبح سے پہلے اب وہاں سے نہیں نکلیں گے، تم بے فکر رہو۔"

نگین کو چونکہ بھائی کی روٹین کا پتہ تھا سو

PAKSTAN

اسے مطمئن کیا، کچن سیٹ کر کے اور لاؤنج کی لائٹ وغیرہ آف کر کے وہ دونوں کمرے میں چلی آئیں تھیں۔

☆☆☆

باہر بارش ابھی بھی ہو رہی تھی مگر اب اس کی رفتار میں قدرے کمی آ گئی تھی، اب ہوا کھل کر چلنے لگی تھی اور پھول پودے بھی نکھر سے گئے تھے، گلابوں کی خوشبو اندر تک آ کر مشام جان کو مہکا رہی تھی، مووی کافی اچھی تھی، اچھا ٹائم گزر گیا تھا، اب نگین تو سو چکی تھی جبکہ میرب اس کے پاس نیم دراز سی جاگ رہی تھی، نئی جگہ تھی شاید اسی لئے اسے نیند نہیں آ رہی تھی، اس نے سیل اٹھا کر ٹائم دیکھا تو رات کے دو بجنے والے تھے، وہ کتنی ہی دیر یونہی بے مقصد بیٹھی رہی سونے کی کوشش کی مگر بے سود نیند آنکھوں سے جیسے کوسوں دور تھی، وہ پھر سے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی، اسے پیاس لگی تھی مگر سائیڈ ٹیبل پہ پانی موجود نہیں تھا، گلاس رکھا تھا مگر وہ دونوں ہی پانی رکھنا شاید بھول گئیں تھیں، اس نے نگین کو آواز دی مگر وہ بہت گہری نیند میں تھی، کسمسا کر کروٹ بدل گئی، میرب کچھ سوچ کر بیڈ سے اتر آئی تھی، پیروں میں نگین کے سلیپرز ڈال لئے، سائیڈ ٹیبل پہ ٹرے رکھی تھی، جس میں ایک خالی پلیٹ اور دو گلاس تھے، یہ نگین مووی دیکھتے ہوئے چپس اور جوس لائی تھی، اس نے وہ ٹرے بھی اٹھائی یہ سوچ کر کہ کچن میں رکھ دے گی اور ساتھ پانی لے آئے گی، وہ آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی، باہر لاؤنج میں زیرو لیمپ کی ہلکی سی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی، وہ آہستہ سے چلتی ہوئی کچن میں آ گئی تھی، کچن کی لائٹ روشن تھی اور سامنے ہی کوکنگ رینج کے پاس کھڑے حیدر کو دیکھ کر وہ وہیں رک گئی تھی، وہ رات کے ڈھائی بجے اس کی کچن میں موجودگی کی قطعی توقع نہیں کر رہی تھی اور نگین نے بھی کہا تھا کہ اب وہ اپنی اسٹڈی سے صبح ہی باہر آئیں گے۔

"اف..... میں بھی کتنی پاگل ہوں، یہ ان کا گھر ہے وہ رات میں کہیں بھی کسی بھی وقت جا سکتے ہیں، میں یہاں مہمان ہو اور مجھے کسی بدروح کی طرح رات کے اس پہر اِدھر اُدھر نہیں بھٹکنا چاہیے۔"

"آپ کو کچھ چاہیے تھا میرب۔" وہ خود کو ڈانٹنے میں مصروف تھی، تبھی حیدر نے اسے بت بنے دیکھ کر پکارا تھا، ٹرے ابھی بھی اس نے تھام رکھی تھی۔

"جی سر..... وہ مجھے..... پانی چاہیے تھا۔" اس نے فوراً ہی خود کو سنبھالا تھا اور آگے بڑھ کر ٹرے سنک کے پاس رکھ دی تھی۔

"اہ اچھا، آپ فریج سے لے لیں، بلکہ ٹھہریں میں نکال دیتا ہوں۔" حیدر نے پہلے اسے کہا پھر شاید اس کے مہمان ہونے کا خیال آیا تو آگے بڑھ کر خود اسے فریج سے پانی کی بوتل نکال دی تھی۔

"تھینک یو سر۔" میرب نے بوتل تھام لی تھی۔

حیدر کی آنکھیں قدرے سرخ اور سوجی ہوئی تھیں، شاید نیند نہ آنے کی وجہ سے، حیدر نے بس لمحہ بھر کو اس کی طرف نگاہ کی تھی، پھر مڑ کر واپس چولہے پہ رکھے ساس پین کی طرف متوجہ ہو گیا تھا، میرب نے ایک نگاہ اس کی پشت پہ ڈالی تھی، وہ اس وقت بھی سیاہ لباس میں ملبوس تھا، سیاہ رنگ، ماتمی رنگ، سوگ کا رنگ، پر اسرار رنگ، جو سب رنگ سب موسم اپنے اندر جذب کر لیتا ہے، ایسا کون سا غم تھا حیدر کے اندر کہ جسے وہ سیاہ رنگ میں چھپائے پھرتا تھا، وہ یہی

سوچتی ہاتھ میں بوتل تھامے باہر نکلنے کو تھی کہ اسی لمحے اندھیرا چھا گیا تھا، شاید یو پی ایس کی چارجنگ ختم ہوگئی تھی اور وہ بند ہوگیا تھا، لائٹ ابھی بھی نہیں آئی تھی، اردگرد مکمل اندھیرا چھا گیا تھا، صرف چولہے میں جلتی آگ کا ننھا نیلا شعلا ہلکی سی روشنی بکھیر رہا تھا۔

"اوکلگتا ہے، یو پی ایس بند ہوگیا، آپ پلیز یہیں رکیں میں ابھی جنریٹر آن کرواتا ہوں۔" حیدر نے کچن کاؤنٹ میں رکھی ٹارچ اٹھا کر روشن کی تھی، جو وہاں ضرورتاً رکھی رہتی تھی۔

"بس ایک منٹ ہاں۔" وہ کہہ کر پاس سے گزرنے لگا تو میرب نے بے ساختہ ہی اس کا بازو تھام لیا تھا۔

"پلیز سر آپ یہیں رکیں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ دھڑکتے دل کے ساتھ ان کا بازو تھامے اس کے بے حد قریب کھڑی تھی، اس کے شہد رنگ بالوں سے اٹھتی مدھم خوشبو حیدر کو بہت قریب محسوس ہو رہی تھی۔

"ریلیکس میرب، اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے، ابھی جنریٹر آن ہو جائے گا۔" حیدر نے ایک نگاہ اس کے ڈرے چہرے پہ ڈال کر اسے تسلی دی تھی، اسی لمحے باہر چوکیدار نے جنریٹر آن کر دیا تھا، کچن پھر سے پورا روشنی میں نہا گیا تھا۔

"آئی ایم سوری۔" وہ کمپوزڈ سا رخ پھیر گیا تھا۔

جبکہ اس لمحے میرب کا پورا وجود جیسے دل بن کر دھڑک رہا تھا، اسے اپنی ایک ایک نس ایک ایک پور سے دھک دھک کی آواز آ رہی تھی۔

"دراصل میں اپنے لئے چائے بنانے آیا تھا، آپ پئیں گی۔" چند لمحوں بعد اسے حیدر کی آواز سنائی دی تھی، وہ بڑے نارمل سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"جی ضرور، اگر آپ بنا رہے ہیں تو پی لوں گی۔" میرب نے جلد ہی خود پہ قابو پا لیا تھا۔

"اٹس اوکے ہو جاتا ہے اتفاق تھا، اب تم زیادہ دھک دھک مت کرو، مجھے اور کنفیوژ کر رہے ہو تم۔" اس نے زور سے دھڑکتے دل کو ڈپٹا تھا۔

جیسے بڑا زور چلتا تھا اس پہ، وہ میرب کی بات پہ اس وقت بھی کھلکھلا کر ہنسا تھا، وہ خفت سے مسکرا کر کچن کی کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی تھی، بارش اب ہلکی پھوار میں بدل گئی تھی، اس نے گرل سے ہاتھ باہر نکال کر اسے محسوس کرنا چاہا تھا، چند بوندیں ہوا کے زور پہ اس کی ہتھیلی پہ آن ٹھہریں تھیں۔

"آپ کو بارش پسند ہے؟" حیدر نے چائے کا کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا تھا، جسے میرب نے شکریے کے ساتھ تھام لیا تھا، رات کا پہر، برستی بارش اور اس کھڑوس کے ہاتھ کی بنی چائے اور وہ بھی اس کے ساتھ پینا، میرب نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

"بارش کسے پسند نہیں ہوتی ہے سر۔" میرب نے چائے کا سپ بھر کر اسے دیکھا تھا، چائے حد سے زیادہ اسٹرونگ تھی، اسے ایک گھونٹ سے ہی حلق تک کڑواہٹ محسوس ہوئی تھی۔

"بہت سارے لوگوں کو نہیں بھی ہوتی ہے پسند، عجیب اداس سا کر دیتی ہے بارش، ایسا لگتا ہے کہ جیسے آسمان بھی اپنے دکھوں پہ رو رہا ہو۔" حیدر نے چائے کا مگ کچن کاؤنٹر پہ رکھ کر اس سے ٹیک لگا لی تھی، اب اس کا رخ کھڑکی کے پاس کھڑی میرب کی طرف تھا۔

ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ باتیں کر کے خود کو

ریلیکس کر رہا ہو، اس کی آنکھوں کے کنارے اب بھی ہلکے سرخ محسوس ہوتے تھے۔

"اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے بارش مجھ سے باتیں کرتی ہے، میرے سارے دکھ شکوے بارش کے سنگ بہہ جاتے ہیں، جیسے آسمان بارش کے بعد صاف ہو جاتا ہے نا، شفاف نیلا، ویسے ہی میں بھی خود کو ویسا ہی محسوس کرتی ہوں۔" میرب نے کھڑکی کی گرل سے نظر آتے آسمان کو دیکھا تھا، جہاں اب بادل ٹکڑوں کی صورت میں ایک دوسرے کے پیچھے تیزی سے بھاگ رہے تھے، جیسے کہیں اور جل تھل کی تیاری ہو۔

"تمہیں پتہ ہے زونی، بارش مجھ سے باتیں کرتی ہے، اس کی یہ جل تھل مجھے گیت سناتی ہے، میرے کانوں میں نغمے گنگناتی ہے، اس کی یہ بوندیں میرے ساتھ رقص کرتیں ہیں، جھومتی ہیں۔" اس لمحے اس کی نگاہوں میں بارش میں گول گول چکر کھاتا ایک سہانا روپ اتر آیا تھا، چہرہ آسمان کی طرف اٹھائے، بارش کی کتنی ہی بوندیں اس کے رخساروں کے بوسے لے رہیں تھیں۔

"تم تو پیدائشی پاگل ہو، بھلا بارش بھی کبھی کسی سے باتیں کرتی ہے کیا، بارش صرف گندگی پھیلاتی ہے، کیچڑ، کیڑے مکوڑے، بجلی کی قلت کا عذاب اور تمہیں بارش نغمے سناتی ہے ہاہاہا۔" وہ اسے ہمیشہ طرح چڑا رہا تھا، وہ بارش سے جتنا چڑتا تھا وہ بارش کی اتنی ہی دیوانی تھی، ہر پاکستانی کی طرح اسے بھی صرف بارش کے نقصانات ہی نظر آتے تھے، مگر بارش کی خوبصورتی نہیں مگر سچ بھی یہی تھے، وسائل کے فقدان کی وجہ سے ہمارے ملک میں بارش کی اصل خوبصورتی کہیں چھپ سی گئی ہے، وہ رحمت کی بجائے زحمت بن جاتی ہے اور اس بات پہ وہ ہمیشہ اس سے خفا ہو گئی تھی۔

"زاریہ.....!" اب وہ اسے پکارتا اس کے پیچھے پیچھے پھر رہا تھا۔

"آپ نے کچھ کہا سر۔" میرب کی آواز اسے واپس کھینچ لائی تھی۔

"آں ہاں، نہیں تو۔" وہ چونک کر جیسے کسی خواب سے جاگا تھا، میرب نے اس لمحے اس کی زیر لب بڑبڑاہٹ بہت واضح سنی تھی۔

"سر آپ ٹھیک ہیں۔" میرب نے کپ سامنے ٹیبل پہ رکھا اور اس کے قریب آ کر جھک کر پوچھا تھا۔

"ہوں میں ٹھیک ہوں، رات بہت ہو گئی ہے آپ جا کر سو جائیں۔" یکدم ہی وہ اجنبی لہجے میں کہہ کر کچن سے باہر نکل گیا تھا اور اس کا چائے کا کپ یونہی کچن کاؤنٹر پہ دھرا تھا، میرب نے بہت حیرت سے اس پل پل رنگ بدلتے شخص کو دیکھا تھا، ایسا کیا تھا جو اسے حال میں جینے نہیں دیتا تھا، وہ کون سا ایسا اسرار تھا جو اس کی براؤن آنکھوں میں سرخی بن کر چھلکتا تھا اور نمی بن کر ضبط آزماتا تھا میرب کے دل میں خواہش سی ابھری تھی کہ وہ اس کے بارے میں جانے، مگر کس سے پوچھے۔

"نگین.....!" یکدم ہی اسے خیال آیا تو وہ فوراً ہی کچن سے نکل کر اس کے کمرے میں آئی تھی، جہاں نگین اسی طرح بہت گہری نیند سو رہی تھی، جیسے وہ چھوڑ کر گئی تھی۔

"نگین..... نگین۔" اس نے آہستہ سے اسے آواز دے کر جگایا تھا۔

"نگین اٹھو نا یار۔" وہ صبح تک کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔

"کیا ہے یار سونے دو۔" نگین نے نیند میں کہہ کر کروٹ بدلی تھی، میرب نے پھر اسے

جھنجھوڑ کر جگایا تھا۔

"کیا ہوا ہے میرب..... تم ٹھیک ہو۔"

نگین کے حواس نے جیسے ہی کام کرنا شروع کیا اس نے پاس بیٹھی میرب سے پریشانی سے پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں، تم سے کچھ پوچھنا ہے۔"

"پوچھنا ہے کیا، وہ بھی اس وقت۔" نگین نے مندی مندی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"زاریہ..... زاریہ کون ہے نگین۔" میرب کے سوال نے اس لمحے نگین کے تمام حواسوں کو اچھی طرح سے بیدار کر دیا تھا۔

☆☆☆

زاریہ شیرازی جب محض دس سال کی تھی تو اچانک ہی اس کے پاپا کی ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو گئی، ایکسیڈنٹ اتنا شدید تھا کہ وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے اور گھر چار لوگوں کے کندھوں پہ ہی آئے، وہ اپنے والدین کی اکلوتی اور لاڈلی اولاد تھی، اس کے چھوٹے سے ذہن کے لئے اس اچانک ملنے والے صدمے کو قبول کرنا بہت مشکل تھا، اس طرح اچانک سے پاپا کا ان کی زندگی سے چلے جانا اس کا چھوٹا سا دل قبول نہیں کر رہا تھا، وہ بار بار ماما سے ایک ہی سوال کرتی تھی کہ اس کے پاپا کب آئیں گے اور یہ اتنے سارے لوگ مل کر ان کو کہاں لے گئے ہیں اور ماما چاہنے والے ہمسفر کی جدائی سے نڈھال اسے سینے سے لگا کر رو پڑتی تھیں اور وہ اس لمحے ان کے ممتا بھرے سینے سے لگ کر ان کی ہچکیوں کو اندر تک محسوس کرتی تھی اور پھر خود بھی رو پڑتی تھی، دادا، دادی الگ نڈھال تھے، جوان بیٹے کی موت نے انہیں جیتے جی قبر میں اتار دیا تھا، وہ بھلا اب اس عمر میں کسی کا سہارا کیا بنتے اور رہے چاچا اور چاچی وہ چار دن سوگ کے بعد اپنی زندگی میں مصروف ہو چکے تھے، زاریہ کے پاپا بہت اچھی پوسٹ پہ تھے اور ان کی آمدنی سے ہی گھر کے زیادہ تر اخراجات پورے ہوتے تھے، چاچا جو بھی کماتے تھے وہ بس ان کی اپنی فیملی پہ ہی پورا ہو جاتا تھا، اس لئے جب آمدن میں خاطر خواہ کمی ہوئی اور اخراجات وہی منہ پھاڑے کھڑے رہے تو چاچی کا رویہ ان دونوں سے خود بخود ہی بدلنے لگا، انہیں وہ دونوں بوجھ لگنے لگیں، بوڑھے ساس سسر کا اگر کوئی اور ٹھکانہ ہوتا تو وہ انہیں بھی یقیناً نکال باہر کرتیں، مگر اس معاملے میں مجبور تھیں، سو سارا زور ان دونوں ماں بیٹی پہ ہی چلتا تھا، وہ دونوں بھی کیا کرتیں، بس بے بسی سے خاموشی سے سنتی اور دیکھتی تھی وہ گھر جو کبھی ان کے اشاروں پہ چلا کرتا تھا، اب وہ وہاں نوکروں کی طرح زندگی گزارنے پہ مجبور تھیں، ایسے ہی ایک دن زاریہ کے ماموں ان سے ملنے آئے تو بہن اور بھانجی کو اس بے بسی کی حالت میں دیکھا نہ گیا کہ ان کے پاس نہ پورا کھانے کو کچھ تھا اور نہ تن پہ اچھے کپڑے، بہن کسمپرسی میں بیوگی کی زندگی بسر کر رہی تھی، وہ اپنی بے خبری پہ خود کو کوستے ہوئے دادا، دادی کی اجازت سے وہ انہیں ساتھ لے آئے، تب سے وہ گھر جو پہلے زاروں، راحم اور نگین کا تھا، اب زاریہ کا بھی بن گیا، یہاں آ کر اسے اپنائیت کا احساس ہوا تھا، ماموں اور مامی نے اسے اپنی ٹھنڈی پیار بھری آغوش میں سمیٹ لیا تھا، ورنہ پاپا کی ڈیتھ کے بعد تو وہ اپنے ہی گھر میں قید ہو کر رہ گئی تھی، مجرموں کی طرح ایک ہی کمرے میں پڑی رہتی تھی، ورنہ جب تک پاپا تھے یہی زاریہ پورے گھر میں تتلی کی مانند اڑا کرتی تھی اور پاپا نے کبھی اس میں اور بھائی کے بچوں میں فرق نہ کیا تھا مگر وہ لوگ ایسا نہ کر سکے، یوں اب زاریہ نے اپنی

چھوٹی سی جنت ماموں کے گھر کو بنالیا تھا، یہاں آ کر ان دونوں ماں بیٹی نے سکھ کا سانس لیا تھا، ماموں نے بہت دوڑ دھوپ کے بعد پاپا کے واجبات اور پنشن کا مسئلہ بھی حل کروا دیا تھا، یوں اب پیسے کی تنگی بھی نہ رہی تھی اور وہ دونوں ان پہ بوجھ بھی نہ تھیں۔

ماموں کے تین بچے تھے بڑا زارون، جو زاریہ کا ہی ہم عمر تھا، پھر ارحم جوان سے چار سال چھوٹا تھا اور پھر نگین تھی جو راحم سے دو سال چھوٹی تھی، وہ ان سب کے لئے چھوٹی سی گڑیا تھی، زاریہ تو اسے سارا دن لئے لئے پھرتی تھی، ماموں نے اسے بھی زارون اور راحم کے اسکول میں ہی داخل کرا دیا تھا وہ اور زارون ایک ہی کلاس میں تھے اور ماموں نے زارون کا خاص تاکید کی تھی کہ وہ زاریہ کا خیال رکھے یوں زارون نے اول روز سے ہی اس کی ذمہ داری اپنے ننھے کندھوں پہ اٹھالی تھی، جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑی خوش اسلوبی سے نبھا رہا تھا، زندگی میں سکون اور اطمینان میسر آیا تو زندگی خوش اسلوبی سے سبک روی سے گزرنے لگی اور پھر زندگی گزرنے اور وقت کا پہیہ گھومنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔

☆☆☆

"زاریہ..... زاریہ۔" وہ پچھلے صحن کی سیڑھیوں پہ بیٹھی تھی، جب اپنے نام کی مسلسل پڑتی پکار نے اسے وہاں سے اٹھنے پہ مجبور کر دیا تھا، آواز امی کی تھی اور وہ اسے پچھلے صحن میں کھلنے والی کچن کی کھڑکی سے اندر بلا رہی تھیں، سو اسے اٹھنا ہی پڑا تھا۔

"جی امی..... کوئی کام تھا؟" لمحوں میں وہ ان کے سامنے کھڑی تھی۔

"کام کی بچی، فریج میں دودھ رکھا تھا، کہاں ہے اب۔" جواب میں امی نے گھور کر دیکھا تھا۔

"مجھے کیا پتہ؟" اس نے لاپروائی سے کندھے اچکائے تھے۔

"زاریہ..... زاریہ میں کیا کروں تمہارا، پلا دیا ہوگا تم نے اپنی اس منحوس موٹی بلی کو، اب بتاؤ مجھے، میں چائے کہاں سے بناؤں، ادھر ڈرائینگ روم میں بھائی صاحب کے مہمان آئے بیٹھے ہیں اور یہاں دودھ غائب ہے۔"

"امی پلیز ایسے تو نہ کہیں..... وہ بے چاری تو۔" امی نے اسے بری طرح سے لتاڑا تھا، مگر اس سارے جملے میں اسے برا صرف وہ لگا تھا، جو اس کی بلی کے لئے کہا گیا تھا، ارے یار وہی منحوس موٹی بلی اور کیا، وہ فوراً ہی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لے آئی تھی۔

"اچھا بس اب رونا مت شروع کر دینا، کوئی حال نہیں ہے تمہارا، یہ نہیں کہ کسی کام میں ماں کا ہاتھ ہی بٹا دو، مگر نہیں تمہیں تو ان کتے بلیوں سے ہی فرصت نہیں ہے، بہت بگاڑ دیا ہے تمہیں بھائی صاحب اور زونی کے لاڈ پیار نے، بات کرتی ہوں میں ان سے۔" امی سے اس کی غلافی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے گئے تو الٹا اسے ہی ڈانٹنا شروع کر دیا۔

"کیا بات ہے پھپھو، کیوں کلاس لے رہیں ہیں اس بے چاری کی۔"

اسی پل اسے اپنے پیچھے زونی کی آواز سنائی دی تھی، اس نے فروٹ باسکٹ سے سیب اٹھا کر پھپھو سے پوچھا تھا اور ساتھ ہی اشارے سے زاریہ سے بھی وجہ دریافت کی تھی۔

"دیکھو نا زونی امی ہر وقت مجھے ڈانٹتی رہی ہیں، سوئیٹی کو بھوک لگی تھی، فریج میں دودھ رکھا تھا، میں نے اسے پلا دیا اب اس میں اتنا ناراض

ہونے والی کیا بات ہے، کتنی دیر سے بس ڈانٹے ہی جا رہیں ہیں۔" اس نے زونی کی ذرا سی ہمدردی پا کر روہانسی شکل بنا کر اسے پوری بات بتا دی تھی، یقین تھا کہ وہ اس کی ہی طرف داری کرے گا۔

"ہاں تو کیا ہار پھول پہناؤں جا کر تمہاری اس سوئٹی کو اور ساتھ میں تمہیں بھی، کم بخت کا پیٹ ہی نہیں بھرتا، جو رکھو کھا جاتی ہے جو رکھو کھا جاتی ہے، میں کرتی ہوں اس کا کوئی بندوبست، اب بتاؤ مجھے چائے کہاں سے بناؤں، مہمان انتظار کر رہے ہیں۔"

آج ان کا غصہ کسی صورت کم ہونے کو نہیں آ رہا تھا، زاریہ کی آئے دن کی یہی حرکتیں تھیں جو انہیں پریشان رکھتی تھیں، اب وہ بچی نہیں تھی کہ وہ نظر انداز کر دیتیں۔

"کیا پھپھو یار اب بس بھی کریں نا، اپنا خیال کریں اتنا غصہ صحت کے لئے ٹھیک نہیں ہوتا ہے اور اس کی شکل دیکھیں ذرا آپ آپ کو اس پہ ترس نہیں آ رہا۔" زونی نے ان کے کندھے پہ بازو رکھ کر ان کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تھی، سامنے کھڑی معصوم سی زاریہ کی روہانسی شکل بھلا وہ کب دیکھ سکتا تھا، اس نے اسی وقت ملازم لڑکے کو آواز دے کر بلایا اسے پیسے تھمائے اور دودھ لانے کو کہا اور پھپھو کو باتوں میں لگا کر زاریہ کو اشارہ کر کے کہا کہ وہ یہاں سے جائے، جانتا تھا کہ وہ یہاں کھڑی رہی تو پھپھو یونہی ان کو ڈانٹتی رہیں گی، وہ تھینک یو کا اشارہ کرتی اپنے کمرے میں بھاگ گئی تھی، وہ دونوں ہمیشہ ہی اس طرح سے ایک دوسرے کی غلطیوں کو کور کر لیا کرتے تھے۔

☆☆☆

زارون اور زاریہ کا سیکنڈ ائیر کا رزلٹ آؤٹ ہوا تو دونوں کے ہی بہت اچھے مارکس تھے، زارون کا ارادہ ہمیشہ سے ہی انجینئرنگ کرنے کا تھا سو اس نے وہی مضمون رکھے تھے، جبکہ زاریہ پری میڈیکل کی اسٹوڈنٹ تھی، اب ان دونوں کی جی پی اتنی اچھی تھی کہ وہ دونوں با آسانی انٹری ٹیسٹ کے لئے اپلائی کر سکتے تھے اور زارون کو یقین تھا کہ وہ دونوں اپنے ٹیسٹ کلیئر بھی کریں گے، مگر اب زاریہ بضد تھی کہ وہ انیٹری ٹیسٹ نہیں دے گی اور انگلش لٹریچر میں ماسٹرز کرنا چاہتی ہے، اس لئے وہ بی ایس سی میں ایڈمیشن لے رہی ہے۔

"تم پاگل ہو گئی ہو کیا یار، اتنے اچھے مارکس، اتنی محنت اور اب بجائے میڈیکل میں اپلائی کرنے کے تم انگلش میں ماسٹرز کرو گی، یہ خناس کس نے بھرا ہے تمہارے دماغ میں، ہاں بتاؤ ذرا۔" زارون اس کے سر پہ کھڑا اس سے پوچھ رہا تھا اور وہ نگین کے ساتھ بیٹھی مزے سے ٹی وی پہ کارٹون دیکھ رہی تھی، ہاں یہ سچ تھا کہ زاریہ شیرازی ابھی بھی کارٹون اسی شوق سے دیکھا کرتی تھی جتنا کے بچپن میں اور اب تو اکثر راحم اس کا مذاق اڑاتا تھا، جبکہ زارون کو تو اس کی ہر ادا ہی پیاری لگتی تھی، مگر آج وہ اپنے غصے پہ قابو نہیں کر پایا تھا اور نتیجتاً اس کے سر پہ آن کھڑا ہوا تھا۔

"اس میں پاگل ہونے کی کیا بات ہے زونی، کیا پاگل لوگ انگلش میں ماسٹرز کرتے ہیں، میں ہمیشہ سے یہی کرنا چاہتی تھی، جانتے ہو نا کہ میرے پاپا بھی انگلش میں ماسٹرز تھے، اب میں بھی یہی کرنا چاہتی ہوں، پلیز میری بات کو سمجھو۔" زاریہ نے ریموٹ سائیڈ میں رکھ کر اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی، اس کا خواب تھا، اپنے پاپا کی طرح انگلش لٹریچر کو پڑھنا۔

"اور کرو گی کیا تم انگلش میں ماسٹرز کر کے، کون سی فیلڈ جوائن کرو گی، زیادہ سے زیادہ کہیں لیکچرار لگ جاؤ گی، ہم نے یہ تو نہیں سوچا تھا زاریہ، ہم تو ہمیشہ سے یہی پلان کرتے تھے کہ میں انجینئر بنوں گا اور تم ڈاکٹر، پھر اب کیوں تم اپنا فیوچر برباد کر رہی ہو اور وہ بھی ایسی صورت میں جب تم اتنی آسانی سے میڈیکل کر سکتی ہو، اتنے اچھے مارکس ہیں تمہارے۔" وہ اب سامنے رکھی ٹیبل پہ بالکل اس کے سامنے آن بیٹھا تھا، زاریہ کو اس وقت اس کی آنکھوں میں غم و غصہ بیک وقت نظر آ رہے تھے۔

"زونی پلیز میری بات کو سمجھو، سمجھنے کی کوشش تو کرو، میں مانتی ہوں تمہاری باتوں کو مگر مجھے اچھا لگے گا کہ میں وہ کروں جو میرے پاپا نے کیا تھا اور وہ بھی ہمیشہ یہی کیا کرتے تھے کہ میں ان کی طرح انگلش لٹریچر پڑھوں، انہیں بہت لگاؤ تھا ادب سے، پلیز میری بات کو سمجھو۔"

اب کہ زاریہ نے اسے وضاحت سے سمجھایا تھا، اسے یقین تھا کہ وہ اس کی بات کو سمجھے گا اور اس کے دل کی خواہش کا احترام کرے گا۔

"بھاڑ میں جاؤ، جو دل چاہے وہ کرو۔" وہ غصے سے اپنے گھٹنے پہ رکھا اس کا ہاتھ جھٹک کر اٹھا تھا، اس کا غصہ دیکھ کر زاریہ کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی، وہ ہمیشہ سے ایسا ہی تھا اس کی فکر میں ہلکان ہوتا اور جب وہ نہ مانتی تو جھنجھلا جاتا تھا، اب بھی یہی ہوا تھا مگر زاریہ کو یقین تھا کہ وہ اسے منا لے گی۔

☆☆☆

رات کے کھانے میں پالک اور چکن کا سالن بنا تھا اور ساتھ میں بھنڈی کی سبزی تھی، یہ دونوں ہی چیزیں زاریہ کو کچھ خاص پسند نہ تھیں، اس لئے ٹیبل پہ زاریہ کا منہ پھولا ہوا تھا، جسے سب سے پہلے زونی نے ہی محسوس کیا تھا، مگر وہ چپ رہا تھا کیونکہ وہ اس سے خفا تھا، اس لئے کہ وہ ابھی تک اپنی ضد پہ قائم تھی، زاریہ نے کئی بار اس کی طرف دیکھا مگر وہ کھانا کھانے میں مگن تھا اور اسے مکمل نظر انداز کیے ہوئے تھا۔

"کیا بات ہے زاریہ بیٹے، تم کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو، طبیعت ٹھیک ہے۔" سامنے بیٹھے ماموں کی نظر اس کی خالی چیسٹ پہ پڑی تو وہ بے اختیار ہی پوچھ بیٹھے تھے، انہوں نے کبھی بھی زاریہ میں اور اپنے بچوں میں کوئی فرق نہیں کیا تھا، وہ ہمیشہ ہی اسے بڑی بیٹی کا درجہ دیتے تھے۔

"وہ ماموں..... دراصل مجھے....."

"زاریہ چپ چاپ کھانا کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اتنی نعمتیں تمہارے دسترخوان پہ سجا رکھیں ہیں مگر تمہارے تو نخرے ہی ختم نہیں ہوتے ہیں۔" اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی امی نے اسے ڈپٹ کر چپ کرا دیا تھا، اس شکوہ بھری نگاہوں سے ماں کو دیکھا تھا، کبھی کبھی وہ اسے اپنی سوتیلی ماں لگا کرتیں تھیں، ان سے زیادہ پیار تو مامی کرتیں ہیں۔

"آمنہ کیوں ڈانٹ رہی ہو زاریہ کو، میں نے کہا کہ اس کے لئے کچھ اور بنا لو مگر تم نے میری بات نہیں مانی، اب دیکھو یہ بھوکی رہے گی۔" مامی نے ہمیشہ کی طرح اس کی طرف داری کی تھی۔

"بھابھی آپ کے اور بھائی صاحب کے لاڈ پیار نے اسے بہت بگاڑ دیا ہے، اتنی بڑی ہو گئی ہے مگر اب بھی بچوں کی طرح ضدیں کرتی ہے، بس اب چپ چاپ کھانا کھاؤ زاریہ، باقی بچے بھی تو کھا رہے ہیں، ایک تمہیں ہی سارے مسئلے ہوتے ہیں۔"

امی نے قریب بیٹھی زاریہ کی پلیٹ میں

سبزی ڈالی ہاٹ پاٹ سے روٹی نکال کر رکھی اور اسے کھانے کی تاکید کی، انہیں ہمیشہ سے ہی اس بات پہ غصہ آتا تھا کہ کوئی بھی اس طرح سے رزق سے نقص نکالے یا کھانے کو ناپسند کرتے اور زاریہ اکثر ہی یہ کرتی تھی اور پھر ڈانٹ کھاتی تھی۔

"ارے بھئی آمنہ کیا کرتی ہو، بچے اپنے بڑوں سے ہی ضدیں کرتے ہیں نا اور بڑے ان کے لاڈ اٹھاتے ہیں، ہم سے نہیں کہیں گے تو اور کس سے کہیں گے چلو بیٹا شاباش میرا بچہ آج یہ کھالو، پرامس کل میں تم لوگوں کو باہر ڈنر کرانے لے جاؤں گا۔" ماموں نے بہن سے کہہ کر پھر اسے بچوں کی طرح پچکارا تھا۔

"کیا ہے یار امی، مجھ سے نہیں کھائی جاتی نا یہ بھنڈی۔" اس نے منہ بناتے ہوئے نوالہ منہ میں رکھا تھا، اگر اب بھی کھانے سے انکار کرتی نا شامت لازمی تھی، مگر بس دو تین نوالوں کے بعد وہ ٹیبل سے اٹھ گئی تھی، زارون نے بڑی خاموشی سے اسے اس طرح سے اٹھتے دیکھا تھا۔

☆☆☆

"اتنی رات کو یہاں بیٹھی ہو، پھپھو نے دیکھ لیا نا تو پھر سے ڈانٹ پڑ جانی ہے۔" وہ اپنی پسندیدہ جگہ یعنی پچھلے صحن میں بنے برآمدے کی سیڑھیوں پہ بیٹھی تھی، یہ گھر کا پچھلا حصہ تھا جس کا راستہ لاؤنج سے ہو کر نکلتا تھا، یہ ایک چھوٹا سا برآمدہ تھا جس کے ستونوں پہ لپٹی بیلیں بے حد خوبصورت تھیں، درمیان میں ایک جھولا بندھا تھا، وہیں کونے میں ایک واش روم کی دیوار کے ساتھ واشنگ مشین رکھی تھی اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا لکڑی کا گھر تھا، جو سوئٹی کا تھا، ارے سوئٹی وہی یار زاریہ کی منحوس موٹی بلی، جو بقول پھپھو کے گھر کا آدھا راشن کھا جاتی تھی، وہ اس وقت اپنے گھر میں آدھی اندر اور آدھی باہر آنکھیں موندے بیٹی آرام کر رہی تھی، باقی صحن کے دونوں اطراف کیاریاں بنی تھیں جس میں امی اور پھپھو وقتاً فوقتاً پتہ نہیں کیا کیا اگاتی رہتی تھیں، یہ زاریہ کی پسندیدہ جگہ تھی اور وہ اکثر یہیں پائی جاتی تھی، وہ اب بھی وہیں بیٹھی تھی کہ اسے اپنے پیچھے زونی کی آواز سنائی دی تھی۔

"وہ کب نہیں ڈانٹ رہی ہوتیں ہیں، انہیں تو بس بہانہ چاہیے ہوتا تھا، کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے کہ انہوں نے مجھے کسی کچرے کے ڈبے سے اٹھایا تھا، سوتیلی اولاد ہوں میں ان کی۔" وہ جل کر بولی تو زارون کو اس کے انداز پہ ہنسی آگئی تھی۔

"پہلے ڈیسائیڈ کرلو، کچرے سے اٹھایا تھا یا سوتیلی اولاد ہو، کیا ہو۔" وہ ہنستے ہوئے آکر اس سے ذرا دور سیڑھیوں پہ آن بیٹھا تھا۔

"تمہیں کھانا کھا لینا چاہیے زاریہ، کیونکہ تمہیں پتہ ہے نا کہ تم سے بھوک برداشت نہیں ہوتی اور پھر تم کیسی خونخوار ہو جاتی ہو۔" زارون کو اس کے چہرے سے صاف پتہ لگ رہا تھا کہ اسے اس وقت کتنی بھوک لگ رہی ہے تبھی اسے چڑایا تھا۔

"تم اس وقت یہاں سے چلے جاؤ زونی، ورنہ میں بتا رہی ہوں، بہت بری طرح سے پیش آؤں گی۔" زاریہ نے اسے گھورا تھا۔

"کل سے تو بات نہیں کر رہے تھے اور ہمدرد بن کر چلے آئے ہو۔" وہ منہ پھیر کر بڑبڑائی تھی۔

"ٹھیک ہے چلا جاتا ہوں، مگر پھر یہ پیزا کون کھائے گا جو ابھی میں نے منگوایا ہے، چلو ارحم کو دے دیتا ہوں وہ اور نگین مل کر کھا لیں گے، یا فریج میں رکھ دیتا ہوں پھپھو صبح کام والی کو دے

دیں گی۔" زارون نے کندھے اچکائے اپنے پیچھے رکھے شاپر کی طرف اشارہ کر کے کہا اور اٹھنے کا ارادہ کرتے ہوئے شاپر کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔

"زونی کے بچے، بدتمیز، پہلے نہیں بتا سکتے تھے، ادھر لاؤ میرا پیزا بھوک سے جان نکل رہی تھی۔" اس نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے شاپر لے لیا تھا کہ اب بھوک برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔

"تھینک یو زونی تم بہت اچھے ہو۔" پیزے کا بڑا سا بائٹ لیتے ہوئے اس نے مزے سے منہ میں گھل جانے والے ذائقے کو محسوس کرتے ہوئے زونی سے کہا تھا، جو لبوں پہ مسکراہٹ لئے اس نے ہی دیکھ رہا تھا، برآمدے کی سیڑھیوں پہ لاپروائی سے بیٹھی پیزا کا ڈبہ سامنے رکھے بڑے بڑے بائٹ لیتی وہ لڑکی اسے کتنی عزیز تھی کاش وہ بتا سکتا۔

"اس کو کھولو پلیز۔" اس نے سوفٹ ڈرنک کا ٹن زونی کے آگے کیا تھا، زونی نے کھول کر خاموشی سے اسے تھما دیا تھا۔

"تم بھی کھاؤ نا، میں جانتی ہوں تم نے بھی کھانا ٹھیک سے نہیں کھایا تھا۔" وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو بچپن سے ایسے ہی جانتے تھے، یہ سچ تھا کہ زاریہ ٹھیک سے کھانا نہیں کھا رہی تھی تو بھلا زارون کیسے کھاتا، زونی نے بھی پیزا کا پیس اٹھا لیا تھا۔

"زونی تم اب تو مجھ سے ناراض نہیں ہونا۔" اس نے سوفٹ ڈرنک کا گھونٹ لے کر ٹن نیچے رکھا، اب اس کا اشارہ کل والی بات کی طرف تھا۔

"نہیں۔" زارون نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے پیزا کا بائٹ لیا تھا۔

"مگر مجھے ایک بات بتاؤ بالکل صحیح۔" اس نے زاریہ کی آنکھوں میں دیکھا تھا، جیسے یقین ہو کہ وہ اس سے سچ ہی بولے گی۔

"وہ کیا۔" وہ اب بھی بس صرف پوری طرح کھانے میں مصروف تھی۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ تم صرف اس لئے میڈیکل میں ایڈمیشن نہیں لے رہی ہو کہ بابا پہ بوجھ پڑ جائے گا دیکھو سچ بتانا زاریہ، اگر ایسا ہے تو پلیز ایسا مت سوچو کیونکہ تمہیں اسکالرشپ بھی مل سکتا ہے، پلیز اس بات کی وجہ سے اپنا فیوچر خراب مت کرو۔" زارون نے سنجیدگی سے اس سے کہا تو اس لمحے زاریہ کے چہرے پہ بھی سنجیدگی اتر آئی تھی، اس نے کھانا ترک کر دیا تھا۔

"ایسا نہیں زونی، میں ایسا کچھ بھی نہیں سوچ رہی ہوں اور میں چاہ کر بھی کبھی ایسا نہیں سوچ سکتی ہوں کیونکہ یہاں کوئی مجھے ایسا سوچنے دے گا ہی نہیں اور دوسرا یہ کہ میں اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ مجھے اسکالرشپ بہت آسانی سے مل سکتا ہے، مگر پلیز میری بات کو سمجھو ایک وقت تھا کہ جب میرا دل تھا کہ میں میڈیکل کروں مگر اب نہیں ہے، دیکھو میں نے اپنے پاپا کو بہت چھوٹی عمر میں کھو دیا تھا، اس وقت جب شاید مجھے اتنی عقل بھی نہیں تھی کہ میں جان سکتی کہ وہ میرے مستقبل کے بارے میں کیا سوچتے ہیں لیکن امی بتاتی ہیں کہ انہیں شاعری بہت پسند تھی، اردو، انگلش، فارسی انہیں ادب سے بہت لگاؤ تھا، وہ خود بھی انگلش اور اکنامکس میں ماسٹرز تھے، تو اب میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں وہ کروں جو انہوں نے کیا تھا، بس صرف یہی سوچ کر میں نے یہ فیصلہ کیا اور تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے، میرا یقین کرو، جو مان، جو محبت، جو حق مجھے یہاں اس گھر میں ملا ہے نا شاید پاپا کے گھر رہ کر نہ ملتا، میں چاہوں تو

ماموں اور مامی سے کچھ بھی چھین لوں اور وہ آگے سے اف بھی نہیں کریں گے، اتنا یقین ہے مجھے ان پہ، مگر بس یہ میرے دل کی خواہش ہے۔'' اس نے بہت وضاحت سے زارون کو سمجھایا تو وہ مطمئن سا سر ہلایا گیا تھا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر زاریہ کہہ رہی ہے تو سچ ہی کہہ رہی ہو گی کیونکہ زاریہ کبھی جھوٹ نہیں بولتی تھی۔

''ٹھیک ہے زاریہ جیسے تم خوش، ہم تو تمہاری خوشی میں خوش ہیں، کیونکہ جس طرح سے تم ہمارے لئے قیمتی ہو، عزیز ہو، اسی طرح سے تمہارے خواب اور خواہش بھی ہمیں عزیز ہیں، اب پیزا ختم کرو، مفت میں نہیں آیا ہے، اپنی پاکٹ منی سے لایا ہوں میڈم۔'' زارون نے یکدم ہی اس کی توجہ واپس کھانے کی طرف دلائی تھی، وہ مسکرا کر پیزا ختم کرنے لگی تھی، وہ مطمئن تھی کہ زارون نے اس کی بات کو سمجھ لیا تھا۔

''لو آ گئی تمہاری موٹی بلی۔'' تبھی کھانے کی خوشبو سونگھتی سوئٹی اس کے پیروں میں آ بیٹھی تھی، زارون کے کہنے پہ زاریہ نے اسے خفگی سے دیکھا تو جواباً وہ کھل کر مسکرا دیا تھا۔

☆☆☆

کامیابی کے مدارج طے کرتے ہوئے زارون انجینئرنگ کے دوسرے سال میں آن پہنچا تو زاریہ کا بی ایس سی کا فائنل ائیر تھا، گو کہ اب فیلڈز الگ الگ تھیں اور زارون کی تعلیمی مصروفیات بھی پہلے سے بڑھ کر تھیں، مگر ہمیشہ کی طرح اب بھی دونوں کا ساتھ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزم تھا، زاریہ کا کوئی بھی کام زارون کے بنا مکمل نہیں ہوتا تھا تو زارون کو بھی زاریہ کے بنا کہاں چین پڑتا تھا، دونوں کی بچپن کی دوستی اور ساتھ کب محبت میں بدلا انہیں پتہ ہی نہیں چلا تھا اور بھلا جب محبت ہوتی ہے تو کب پتہ چلتا ہے وہ تو بس ہو جاتی ہے بنا کچھ پوچھے، بنا کچھ دیکھے، آپ کی ہستی میں سما جاتی ہے اور آپ کو اپنا بنا لیتی ہے، زارون کو بھی اس شام رنگ جیسی لڑکی سے کب محبت ہوئی اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا اور زاریہ تو تھی ہی زون کی دیوانی، اس کے بچپن کا دوست، ساتھی اس کا شرارتی پارٹنر، اس نے کب اپنی کتابوں پہ، ڈائریز پہ ہتھیلی پہ اور یہاں تک کہ دل پہ بھی کب اس کا اور اپنا نام ایک ساتھ لکھنا شروع کیا اسے خبر ہی نہ ہوئی، پھر بھلا محبت کی مہک کب چھپتی ہے، سو ایک شام بڑوں کی رضا مندی سے اور ان دونوں کی پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں ایک دوسرے سے منسوب کر دیا گیا تھا، آمنہ کی تو مارے خوشی کے آنکھیں بار بار جھپک جھپک جاتی تھی، اللہ نے محبت کرنے والا شریک سفر ضرور چھین لیا تھا، مگر ساتھ ہی بہت سے پرخلوص اور محبت کرنے والے رشتے بھی دے دیئے تھے، کہ ان محبتوں کو سنبھالتے سنبھالتے ان کا دامن کم پڑنے لگا تھا، آج اپنی لاڈلی بیٹی کی آنکھوں میں روشن دیئے ان سے چھپے نہیں رہے تھے، ان دیوں میں روشنی تھی چاہت کی، خلوص کی، خوشی کی، وہ زارون کی سنگت میں بے حد خوش اور مطمئن لگ رہی تھی، وہ اپنے بھائی اور بھابھی کی مقروض تھیں، احسان مند تھیں کہ انہوں نے ہمیشہ ہی زاریہ کو اپنی اولاد سے بڑھ کر چاہا تھا اور آج اسے ہمیشہ کے لئے اپنا کر انہیں پرسکون کر دیا تھا، وہ مطمئن تھیں۔

تقریب میں انہوں نے زاریہ کے چچا کو بھی مدعو کیا تھا، وہ چاہتیں تھیں کہ آج اسی تقریب میں زاریہ کے دودھیال کی طرف سے بھی کوئی ضرور شریک ہو، باپ نہ سہی چچا سہی چچا کا درجہ بھی تو باپ جتنا ہی ہوتا ہے، دادا اور دادی تو عرصہ ہوا اللہ کے پاس چلے گئے تھے، اب بس چچا

اوران کی فیملی تھی، حالانکہ زاریہ قطعی نہیں چاہتی تھی کہ انہیں بلایا جائے مگر ماں کی خواہش کے آگے خاموش رہی، یہ سوچ کر کہ انہوں نے کون سا آجاتا ہے، مگر شومئی قسمت چچا اپنی فیملی سمیت آگئے تھے اور جب انہوں نے زاریہ کے سر پہ اپنا بھاری ہاتھ رکھا تو جانے کیوں اس لمحے زاریہ کی آنکھیں بھیگ سی گئیں تھیں، اسے اس لمس میں اپنے پاپا کی مہک آئی تھی، ان کی خوشبو محسوس ہوئی تھی، ان کا لمس پاپا کا سا محسوس ہوا تھا۔

''بھابھی ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے گا، اس وقت حالات کی تنگ دستی کے آگے میرا ظرف بھی چھوٹا پڑ گیا تھا، مجھے احساس ہے کہ میرا سلوک آپ لوگوں کے ساتھ کسی حد تک ناروا تھا، مگر آپ بڑی ہیں، ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے گا۔'' آمنہ کو قطعی امید نہیں تھی کہ آج اتنے عرصے بعد انہیں اپنی دیورانی عظمیٰ کے منہ سے یہ سب سننے کو ملے گا۔

''ارے نہیں نہیں عظمیٰ کیسی باتیں کر رہی ہو، اب تو زمانہ گزر گیا، میں تو کب کا سب کچھ بھلا چکی تم بھی بھول جاؤ، میرے دل میں تم لوگوں کے لئے کوئی میل نہیں ہے۔'' آمنہ نے خوشدلی سے کہا تھا، ان کے لئے تو یہ ہی بہت بڑی بات تھی کہ وہ آج اتنے عرصے بعد ان سے معافی مانگ رہی تھیں اور یوں بھی آج تو وہ اتنی خوش تھیں کہ سب کچھ بھلا سکتیں تھیں، انہیں تو صرف زاریہ کی آنکھوں کے چمکتے جگنو دکھائی دے رہے تھے، زونی کے چہرے کی خوشی نظر آ رہی تھی، وہ بھلا کچھ اور کیونکہ یاد کرتیں، یوں بھی ساری زندگی اپنوں کے درمیان عزت اور سکھ چین سے گزر گئی تھی ان کے لئے یہی بہت تھا، پھر بھی چچا نے اپنی حیثیت سے اور ان کی توقع سے بڑھ کر کیا تھا، اس گھر میں اور مزید جائیداد وغیرہ میں جتنا بھی اس کے پاپا کا حصہ تھا، وہ سب انہوں نے زاریہ کو رقم کی صورت میں تحفہ میں دے دیا تھا۔

''ارے آمنہ تم یہاں کھڑی ہو، چلو جلدی آؤ، رسم بھی کرنی ہے، تمہارے بھائی بلا رہے ہیں۔'' آمنہ نے اپنی آنکھوں سے تشکر کے آنسو صاف کیے اور اسٹیج کی طرف بڑھ گئیں تھیں، جہاں بھائی اور بھابھی انہیں بلا رہے تھے۔

☆☆☆

منگنی کی انگوٹھیاں زارون نے پسند کی تھیں، وہ دونوں انگوٹھیاں وائٹ گولڈ کی تھیں، زاریہ کی انگوٹھی گول چوڑے چھلے نما تھی، لیکن وہ گول چھلا نہیں تھی، بلکہ اس میں گولائی میں باریک چھوٹے چھوٹے ہارٹ بنے تھے، جن میں ننھے چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈز انہیں خوبصورت بنا رہے تھے، زارون کی انگوٹھی بھی چھلے نما تھی، وہ چھلے کی طرح ہی تھی اور اس میں ہارٹ نہیں بنے تھے باقی گولائی میں ڈائمنڈز اسی طرح لگے تھے جیسے زاریہ کی انگوٹھی میں لگے تھے، زارون کو پہلی ہی نظر میں وہ رینگو بہت پسند آئیں تھیں اور اس نے فوراً ہی وہ خرید بھی لیں تھیں، زاریہ نے بہت شور مچایا کہ کم از کم مجھے دیکھا تو دو مگر وہ سرپرائز تھا، سو زارون نے لاکھ شور مچائے یہ بھی اسے نہیں دیکھایا تھا، وہ روٹھی روٹھی سی پھرتی رہی مگر زارون نے چنداں پرواہ نہ کی تھی۔

''پھر کیسی لگی منگنی کی رنگ۔'' رسم کے بعد اسٹیج ذرا خالی ہوا تو زارون نے دھیمی آواز میں جھک کر اس کے کان میں کہا تھا۔

''بس ٹھیک ہے۔'' وہ اب بھی روٹھی روٹھی سی نخوت سے بولی تھی۔

''کیا کر رہے ہو پاگل ہو گئے ہو کیا، چھوڑو میری رنگ، زونی۔'' زاریہ نے اس کا ہاتھ جھٹک

کر دور کر دیا تھا۔

"ہاں تو جب پسند نہیں آئی ہے تو اتار دو نا، چینج کرا لیں گے۔" اس کا انداز اب بھی سیریس تھا اور وہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

"میں تو مذاق کر رہی تھی زونی، تم اتنے سیریس کیوں ہو گئے ہو، رنگ بہت پیاری ہے، مجھے بے حد پسند آئی ہے اور بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہ تم کوئی چیز میرے لئے پسند کرو اور وہ مجھے پسند نہ آئے، میں تو بس یونہی تمہیں تنگ کر رہی تھی، اب ناراض تو مت ہونا پلیز۔" اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر زاریہ کی جان پہ بن آئی تھی، وہ موقع کا خیال کیے بنا اس کی طرف رخ موڑے کہہ رہی تھی، جبکہ اب زارون کے لئے اپنی ہنسی کنٹرول کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"ویسے تمہیں قابو کرنا بڑا آسان ہے زاریہ شیرازی، ذرا سی ناراضگی دکھاؤ اور محترمہ سیدھی لائن پہ۔" اس نے بمشکل اپنے قہقہے کا گلا گھونٹ کر کہا تھا۔

"بہت برے ہو تم، بات مت کرو مجھ سے۔" اس نے زارون کی لو دیتی آنکھوں اور بھرپور مسکراہٹ سے بمشکل نگاہ چرا کر رخ پھیر لیا تھا، یوں شرمائی شرمائی سی وہ اس لمحے اسے اپنے دل کے بے حد قریب محسوس ہوئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے بات نہیں کرتا، دیکھ تو سکتا ہوں، یا وہ بھی نہیں۔" زارون کی مدہم سرگوشی کی تپش اس نے اپنے کان میں بہت قریب محسوس کی تھی، پنک اور ڈل گولڈن کلر کے ڈریس میں سجی سنوری اس لڑکی کے کتنے روپ تھے، کبھی ہنستی ہوئی، کبھی روتی ہوئی، کبھی روٹھی ہوئی، کبھی مناتی ہوئی اور کبھی اسے بے حد عزیز تھے، زارون کو اس لمحے اس کی موجودگی سے اپنا پہلو روشن سا محسوس ہوا تھا۔

"ہاں دیکھ تو سکتے ہو اور وہ بھی صرف مجھے، کسی اور کو دیکھا نا کبھی، تو یاد رکھنا بہت برا حشر کروں گی۔"

اس میٹھی سرگوشی کے جواب میں یہ غراہٹ، زونی کا قہقہہ تو پھر بنتا تھا نا، اس رنگین شام نے اس قہقہے کو سنا اور وہاں لگے پھولوں نے اور آسمان پہ چمکتے روشن چاند نے ہمیشہ اس قہقہے کو گونجتے رہنے کی دعا دی تھی۔

☆☆☆

اس سنہری شام کو گزرے تقریباً ایک ماہ ہو چکا تھا جب وہ دونوں ایک دوسرے سے منسوب ہوئے تھے، جس شام وہ چاند زارون کے نام ہوا تھا، جس شام وہ تارا زاریہ کی جھولی میں پوری آب و تاب سے آن گرا تھا، آج کل زارون کے ٹیسٹ ہو رہے تھے، سو وہ اس میں مصروف تھا، زاریہ کے چونکہ فائنل ایگزام ہو چکے تھے، سو وہ رزلٹ کے انتظار میں فارغ بیٹھی یا تو زارون کا سر کھاتی رہتی یا پھر پھپھو کی سنتی رہتی اور یہ دونوں کام جب نہیں کر رہی ہوتی تو ارحم اور رنگین کے ساتھ مل کر لان میں کرکٹ کا میدان سجا لیتی اور جان بوجھ کر شور مچاتی تاکہ زاروں ڈسٹرب ہو کر کمرے سے نکلے مگر وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا، اس لئے سب سے بڑھ کر اپنا فیوچر اور پڑھائی تھی، سو کھڑکیاں دروازے بند کیے کمرے میں پڑھتا رہتا، اس دن اس کا آخری ٹیسٹ تھا، سو ارادہ تھا کہ شام میں دوستوں کے ساتھ تھوڑی آؤٹنگ پہ جا کر انجوائے کرے گا اور پھر آ کر لمبی تان کر سو جائے گا، کیونکہ اگلے دن یونی کا آف تھا، وہ شام میں اپنے کمرے میں ہی اور فون پہ کسی دوست سے بات کر رہا تھا کہ تبھی دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔

"یس..... آ جائیں۔" اس نے فون ذرا سا

کان سے ہٹا کر کہا اور پھر سے بات کرنے لگا تھا، تبھی بہت مدھم سی خوشبو اس کے مسام سے ٹکرائی تھی، وہ بے ساختہ ہی پلٹا تھا، سامنے ہی نک سیک سے تیار زاریہ کھڑی تھی، وہ کتنے ہی لمحے اس کے سجے سنورے روپ سے نگاہ نہیں ہٹا پایا تھا، وہ شاید کہیں جا رہی تھی اور معمول سے ہٹ کے کافی زیادہ تیار تھی، وہ بہت زیادہ خوبصورت نہیں تھی مگر ایک عجیب کشش تھی اس کی شخصیت میں ایک سحر جو سامنے والے کو جکڑے، اس کی رنگت ڈھلتی ہوئی گلابی سی دکھتی تھی حالانکہ وہ بہت زیادہ گوری نہیں تھی، مگر اس کا چہرہ معصومیت سا تھا، اس کی آنکھیں بڑی اور پلکیں گھنی اور نوک دار تھیں، اس کی ناک لمبی تھی اور اس کی ناک کی نوک پہ ذرا سا بائیں جانب ایک تل تھا، جو بہت زیادہ نمایاں نہیں تھا مگر اتنا ضرور تھا کہ دیکھنے والے کو اپنی طرف نمایاں کر سکے اور بالکل ویسا ہی ایک تل اس کی پیشانی پہ دائیں جانب تھا جہاں ابرو کی نوک تھی، اس کے اوپر، اس کی شخصیت میں سب سے خوبصورت اس کے بال تھے، جو بے حد گھنگھریالے تھے، گھنے اور لمبے جو اس وقت اس نے ہاف پن اپ کر کے باقی پشت پہ پھیلا رکھتے تھے اور ایک گھنگھریالی لٹ رخسار پہ جھول رہی تھی، وہ اس وقت اسکن کلر کے خوبصورت انگرکھے میں ملبوس تھی، جو اس کی رنگت پہ بے حد اٹھ رہا تھا، زارون کی مسلسل خود پہ جمی نگاہیں اسے نروس کر گئیں تھیں، اس نے بے ساختہ بھی گھبرا کر گھنگھریالی لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا تھا، کلائی میں پڑی چوڑیوں کا شور زارون کو چونکا گیا تھا، اس نے بے ساختہ ہی نگاہ چرا کر خود کو سرزنش کی تھی اور پلٹ کر پھر سے فون کی طرف متوجہ ہو گیا تھا، مگر اس بار انداز بدلا ہوا تھا، چند سیکنڈز بعد ہی اس نے کال ڈس کنیکٹ کی تھی۔

"یہ اتنا تیار ہو کر کہاں جا رہی ہو تم، کس کی شادی ہے۔" وہ اپنی خفت مٹانے کو ذرا سخت لہجے میں بولا تھا۔

"وہ زونی، میری دوست ہے نا سحرش اس کی منگنی ہے، پلیز مجھے وہاں ڈراپ کر آؤ، ماموں گھر پہ نہیں ہیں، امی نے کہا ہے کہ تمہارے ساتھ چلی جاؤں۔" اس نے تفصیل بتانے کے ساتھ ساتھ اس سے ریکوئسٹ بھی کی تھی کہ وہ اسے چھوڑ آئے۔

"ٹھیک ہے میں ڈراپ کر دوں گا، ویسے بھی میں باہر ہی جا رہا ہوں، مگر پہلے منہ دھو کر آؤ، اتنا تیار ہو کر تم جا رہی ہو، کوئی ضرورت نہیں ہے ایسے جانے کی، ایسے میں لے کر نہیں جاؤں گا۔" زارون نے رخ پھیر کر ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے بالوں میں برش پھیرتے ہوئے اسے کہا تھا، کوئی اور اس اس روپ میں دیکھے بھلا کب دل کو گوارا تھا۔

"واٹ، میں نے پورے دو گھنٹے لگا کر یہ تیاری کی ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ میں منہ دھو کر آؤں، کبھی نہیں، لے کر جانا ہے تو ایسے ہی لے جاؤ، ورنہ میں راحم کے ساتھ چلی جاؤں گی۔" وہ دھونس بھرے انداز میں بولی، لہجے میں بضد تھی کیونکہ یقین تھا کہ وہ اس کی بات مان لے گا۔

"ایز یو وش، اگر امی اور پھپھو راحم کے ساتھ جانے کی اجازت دیں تو ضرور چلی جاؤ، ویسے بھی میں لیٹ ہو رہا ہوں، میرے دوست میرا انتظار کر رہے ہیں، چلتا ہوں۔" وہ خوشبوئیں بکھیرتا اپنا والٹ اور موبائل اٹھا کر کمرے سے باہر چلا گیا تو وہ پاؤں پٹختی اس کے پیچھے ہی چلی آئی تھی۔

"مامی دیکھیں ناں یہ زونی مجھے سحرش کی طرف لے کر نہیں جا رہا ہے۔" کمرے سے باہر

نکلتے ہی اس نے لاؤنج میں مامی سے فوراً اس کی شکایت جڑی تھی۔
"پلیز مامی، اس کو کہیں نا، میں لیٹ ہو جاؤں گی۔" وہ فوراً ہی آنکھوں میں آنسو بھر لاتی تھی، ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھاتے زارون نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا، وہ آنکھوں میں اشک لئے اسے ہی دیکھ رہی تھی، زارون کے لبوں کو مدہم مسکراہٹ نے چھوا تھا، دل فوراً ہی اس کی طرف داری پہ اتر آیا تھا۔
"زونی لے جاؤ بیٹا، تمہارے بابا گھر پہ نہیں ہیں، ورنہ وہ لے جاتے راحم کو نہیں بھیج سکتی ہوں، تمہاری پھپھو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے وہ بھی ساتھ نہیں جا رہی ہیں، تم چھوڑ آؤ گے تو تسلی رہے گی، جاؤ میرا بچہ چھوڑ آؤ شاباش۔" مامی نے اس کے التجائیہ انداز کو دیکھ کر زارون کو پچکارا تھا، وہ بے خبر تھیں کہ زارون کیوں منع کر رہا ہے، وہ سمجھیں کہ اپنی کوئی مصروفیات ہے اس لئے منع کر رہا ہے، آج ہی تو اپنے ٹیسٹ سے فری ہوا تھا اور صبح اس نے بتایا بھی تھا کہ شام میں اس کا اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی پلان ہے۔
"اچھا امی چھوڑ آتا ہوں، آ جاؤ زاریہ۔" اس نے امی کو اللہ حافظ کہہ کر گاڑی کی چابی اٹھائی اور باہر نکل آیا تھا، ابھی ڈرائیونگ سیٹ پہ آ کر بیٹھا ہی تھا کہ وہ بھی چلی آئی تھی، زارون کی مزید خفگی کے خیال سے اس نے بجائے دوپٹے کے امی کی بڑی سی چادر لے رکھی تھی، زارون کو اچھا لگا تھا کہ زاریہ نے اس طرح سے اس کا مان رکھا تھا، مگر اس نے ظاہر نہ ہونے دیا تھا، سحرش کا گھر ان کے گھر سے تقریباً پندرہ منٹ کی ڈرائیو پہ تھا اور یہ پندرہ منٹ خاموشی کی نظر ہوئے تھے۔
"جب فری ہو جاؤ تو کال کر دینا لینے آ جاؤں گا۔" زارون نے گاڑی روک کر سنجیدگی سے کہا تھا اور اس کے اترنے کا انتظار کرنے لگا تھا، نگاہیں سامنے جمار کھیں تھیں۔
"اگر یہی پھولا ہوا منہ لے کر آنا ہے تو مت آنا میں ماموں جان کر کال کر لوں گی۔" وہ زارون کی خاموشی سے چڑ کر بولی تھی، بجائے اپنی غلطی مان کر سوری کرنے کے وہ الٹا اس پہ خفا ہو رہی تھی۔
"ٹھیک ہے شوق سے کرنا، مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے تمہارا ڈرائیور بننے کا، اب اترو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔" اب کہ وہ بھی خفا ہوا تھا۔
"زونی۔" اس کے الفاظ زاریہ کو ہرٹ کر گئے تھے، اس کی آنکھیں پھر سے پانیوں سے بھرنے لگیں تھیں۔
"کبھی کبھی اپنی غلطی مان لیتے ہیں زاریہ، تم جانتی ہو نا میں تمہارے بارے میں کتنا پوزیسو ہوں، مجھے نہیں اچھا لگتا، اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں زاریہ، تم جانتی ہو نا کہ تم جیسی تقریب میں جا رہی ہو وہ مخلوط محفل ہے اور وہاں کتنی نگاہیں تمہارے اسے سجے سنورے روپ پہ اٹھیں گی، کیا ہر اٹھنے والی نگاہ کا انداز ایک ہی ہو گا، تم سمجھ رہی ہو نا، میں کیا کہہ رہا ہوں۔" اب زارون نے اسٹیرنگ سے ہاتھ ہٹا کر اس کی طرف رخ موڑ لیا تھا، اس کا انداز سمجھانے والا تھا۔
"میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا یار، ہر بات پہ آنکھوں میں پانی بھر لیتی ہو، یہ کہاں کا انصاف ہے، بندہ آگے سے مزید کچھ اور کہہ بھی نہ سکے۔" زارون کا اشارہ اس کی جھیل سی آنکھوں میں ٹھہرے پانی کی طرف تھا۔
"آئی ایم سوری زونی، مجھے واقعی تم سے اس طرح سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی، دراصل پہلے امی نے ڈانٹا پھر تم نے تو میں ذرا ہائپر ہو گئی

تھی۔" اب کہ اس نے اپنی غلطی تسلیم کر کے اصل وجہ بتائی تھی۔

"اچھا تو ڈوز پہلے ہی مل چکی تھی، میں نے تو خواہ مخواہ میں ہی ٹائم ضائع کیا۔" اب کے زارون نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی اور اس کے لبوں پہ کھلنے والی اس مسکراہٹ نے زاریہ کے دل کو ایک آسودہ سی خوشی دی تھی۔

یہ شاندار دل اور دل نشین مسکراہٹ والا مرد اس کا نصیب بننے والا تھا وہ یہ سوچ کر ہی خود کو خوش نصیب سمجھتی تھی۔

"اگر میرا جائزہ مکمل ہو گیا ہو تو اب گاڑی سے اترو، کہیں تمہاری دوست تمہارے بغیر انگوٹھی نہ پہن لے اور میرے دوست بھی میری جان کی رو رہے ہوں گے۔" زارون نے اس کی نگاہوں کی چوری پکڑی تو وہ جھینپ کر مسکرا دی تھی۔

"اچھا جا رہی ہوں، کال کروں گی آ جانا۔" وہ چادر سنبھال کر اترنے لگی۔

"آ جاؤں گا یار، اچھا سنو۔" اس نے اترتی ہوئی زاریہ کو پکارا تھا، وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگی اور ابرو اچکا کر پوچھا کہ کیوں روکا۔

"ویسے میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ میری پاگل سی خبطی سی زاریہ کبھی اتنی خوبصورت بھی لگ سکتی ہے، آؤ تمہاری نظر اتار دوں اور ہاں یہ چڑیا کا گھونسلہ باندھ کر رکھا کرو۔" زارون کا اشارہ اس کے گھنگھریالے بالوں کی طرف تھا۔

زارون نے ذرا سا آگے جھک کر اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پہ اس کی آنکھ سے ذرا سا کاجل لے کر اس کے کان کے پیچھے لگا دیا تھا، ذرا سا چھونے پہ کان کے پیچھے بمشکل ٹکی گھنگھریالی لٹ آگے کو جھول کر رخسار کو چھونے لگی تھی، یکدم ہی اس کا چہرہ بلش کر گیا تھا، اس کے پورے وجود میں اس لمحے دل دھڑکنے لگا ہو جیسے،

زارون نے اس منظر کو بڑی دلچسپی سے دیکھا تھا، دھک دھک کرتے دل کے ساتھ وہ گاڑی سے اتری تو زارون نے گنگناتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

☆☆☆

"زاریہ آپی، آپ کو مہندی لگانا آتی ہے۔"

وہ کچن میں مامی کا ہاتھ بٹا رہی تھی، تبھی نگین ہاتھ میں کون مہندی کپڑے چلی آئی تھی، جب سے اس نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا تھا، وہ کافی زیادہ ذمہ دار ہو گئی تھی، یا پھر شاید امی کی ڈانٹ اثر کر گئی تھی، اب وہ اکثر ہی ان دونوں کی مدد کے لئے کچن میں آ جاتی تھی۔

"ہاں آتی ہے نگین، کیوں۔" اس نے دم پہ رکھے چاولوں کے نیچے آنچ دھیمی کی تھی۔

"آپ مجھے لگا دیں گی، میری دوست ہے نا رمشہ اس کی بہن نے اس کو بہت پیاری مہندی لگائی تھی، وہ بہت پراؤڈ فیل کر رہا رہی تھی، میں نے اس سے کہا کہ کل میں بھی اپنی زاریہ آپی سے تم سے زیادہ پیاری مہندی لگوا کر آؤں گی، آپ مجھے لگا دیں گی نا بہت پیاری والی مہندی، پلیز زاریہ آپی۔" نگین کے معصومیت بھرے انداز پہ اسے بے ساختہ ہی پیار آیا تھا۔

"ہاں میری جان بالکل لگا دوں گی، آپ یہاں بیٹھو، میں ذرا ہاتھ دھو لوں، پھر آپ کو مہندی لگاتی ہوں۔" اس نے نگین کے پھولے پھولے گالوں پہ پیار کر کے اسے وہیں کچن ٹیبل کی چیئر پہ بٹھایا تھا اور خود سنک میں ہاتھ دھونے لگی تھی، ہاتھ دھو کر ٹاول سے خشک کر کے وہ خود بھی اس کے پاس ہی آ بیٹھی تھی اور اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے ہوئے اسے مہندی لگانے لگی تھی، پتہ نہیں اسے کیا شوق چڑھا تھا ورنہ نگین ایسے سنگھار وغیرہ نہیں کیا کرتی تھی، عید وغیرہ جیسے

اموقعوں پہ بھی زاریہ خود ہی اسے اپنے ساتھ اساتھ لگا دیتی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے بھئی، یہ بے موسم مہندی کیوں لگ رہی ہے۔" اس وقت زارون شاید سیدھا یونی سے آ رہا تھا، پیاس کی شدت نے ستایا تو وہ سیدھا کچن میں چلا آیا تھا، جہاں چاولوں کی خوشبو کے ساتھ ساتھ مہندی کی خوشبو بھی چاروں اطرف پھیلی ہوئی تھی۔

"بس ویسے ہی نگین کو شوق ہو رہا تھا۔" زاریہ نے اس کے ننھے ہاتھ کو خوبصورت ڈایزئن سے سجاتے ہوئے کہا تھا، زارون بھی پانی کی بوتل فریج سے نکال کر وہیں ایک چیئر کھینچ کر بیٹھا تھا اور خاموشی سے پانی پیتے ہوئے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"تھینک یو زاریہ آپی، بہت پیاری لگائی آپ نے۔" نگین نے جب دونوں ہاتھ سج گئے تو اسے ڈائزین بہت پسند آیا تھا، وہ خوشی سے اسے پیار کر کے باہر بھاگ گئی تھی، زاریہ نے مسکرا کر اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

"شش یہاں بیٹھو تم۔" زارون نے اٹھتی ہوئی زاریہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس وہیں بٹھا دیا تھا اور مہندی کی کون اپنے ہاتھ میں پکڑ لی تھی۔

"کیا ہوا۔" زاریہ نے واپس بیٹھتے ہوئے حیرانگی سے پوچھا تھا، زارون نے خاموشی سے کون ہاتھ میں پکڑ کر اس کا ہاتھ اپنے سامنے سیدھا کر لیا تھا۔

"زونی کیا کر رہے ہو۔" زاریہ نے اپنی شفاف ہتھیلی پہ ٹکی کون کی نوک کو دیکھا تھا، مگر زارون خاموشی سے اپنا کام کرتا رہا تھا، اس کی ڈرائنگ کی مہارت آج کام آ رہی تھی، اب زاریہ بھی اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔

"دیکھو اب کیسا لگ رہا ہے۔" چند منٹوں بعد زارون نے اس کا ہاتھ اس کے سامنے کیا تھا، جہاں ایک ہارٹ بنا تھا اور اس کے بیچ میں زاریہ اور زارون بہت صفائی اور مہارت سے لکھا تھا، اس لمحے زاریہ کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا، محبت کی یہ کون سی ادا تھی، کون سا اسم تھا، جو دن بدن لمحہ بہ لمحہ اسے جکڑ رہا تھا، اسیر کر رہا تھا، وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

"بتاؤ نا کیسا لگ رہا ہے۔" زارون نے اس کا کوئی جواب نہ پا کر دوبارہ پوچھا تھا، وہ زارون جو تھوڑا Reserver سا تھا، وہ اس طرح سے اپنی محبت کا اظہار کرے گا زاریہ نے کبھی سوچا نہیں تھا، مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ زارون کے جذبے اس سے بھی کہیں زیادہ اپنے اندر شدت رکھتے ہیں، جان جاتی تو خود یہ ناز کرتی تھی۔

"بہت اچھا، بہت خوبصورت، یہ نام، یہ وجود ایک دوسرے کے بنا بالکل ادھورے سے لگتے ہیں زونی، دیکھو تو ساتھ ہی کتنے حسین لگتے ہیں۔" ہتھیلی اپنے سامنے پھیلائے وہ دھڑکتے دل سے بولی تھی، اس لمحے اس کے روم روم سے یہ دعا نکلی تھی کہ یا اللہ یہ نام، یہ وجود، یہ دو دل ہمیشہ اسی طرح ساتھ رہیں، اس لمحے زارون نے ایک عجیب حرکت کی تھی، اس نے زاریہ کا مہندی سے سجا ہاتھ اپنے سامنے کر کے اپنی چوڑی ہتھیلی اس کے ہاتھ پہ رکھ دی تھی اور چند سیکنڈز پھر جب ہٹائی تو ویسا ہی ہارٹ اور وہ نام اس کی ہتھیلی پہ بھی سج چکے تھے، زاریہ کتنے ہی لمحے اس خوبصورت اظہار کو خاموشی سے محسوس کرتی رہی تھی۔

"صرف تمہارے ہاتھ پہ تھے تو ادھورے سے لگ رہے تھے اور اب دونوں کے ہاتھوں پہ سج کر مکمل لگ رہے ہیں میری جنگلی بلی۔" اس

نے زاریہ کے سر پہ ہلکی سی چپت لگائی اور پانی کی بوتل اٹھا کر کچن سے باہر نکل گیا تھا، جبکہ زاریہ کتنے ہی لمحے وہیں اس لمحے کی قید میں بیٹھی رہی تھی اور یوں بھی محبت کے لمحوں کی قید تو بہت حسین ہوتی ہے۔

☆☆☆

اس طوفانی رات کی صبح بے شک بے حد نکھری ہوئی اور صاف شفاف تھی، مگر میرب کے اندر ایک طوفان سا مچا تھا، امی اور بابا ناشتے کے فوراً بعد ہی اسے لینے آ گئے تھے، سب لوگ ان سے بہت اچھے سے ملے تھے، وہ دونوں نگین کی امی کے بہت شکر گزار ہو رہے تھے، کہ ان کی وجہ سے وہ آرام سے وہاں رات رک گئے تھے کہ میرب بالکل محفوظ ان کے گھر میں ہے، حیدر یونیورسٹی کے لئے نکل رہا تھا انہیں دیکھ کر رک گیا تھا، میرب نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا، اس نے اس تمام عرصے میں ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر میرب کی طرف نہیں دیکھا تھا، گزری رات کا ایک شناسا احساس تک اس کی آنکھوں میں نہ تھا، اس کی آنکھوں کے کنارے ابھی بھی ہلکے سرخ تھے، وہ گویا وہ ساری رات سو نہ سکا ہو، میرب نے بظاہر اس مغرور نظر آتے شخص کو اس لمحے بہت غور سے دیکھا تھا۔

کوئی کیسے اتنا کمپوزڈ نظر آ سکتا ہے جبکہ اندر میں غم کے طوفان چھپے ہوں، جب پورا وجود، پوری ذات محبت میں ماتم کناں ہو، پورے وجود میں مکمل ہستی میں محشر برپا ہو اور کیا کوئی بھی انسان اپنی محبت میں اس حد تک بھی جا سکتا ہے کہ اپنی دنیا تیاگ دے، کیا کسی سے اتنی سچائی کی امید رکھی جا سکتی تھی کہ وہ اپنی زندگی کے آٹھ سال قیمتی آٹھ سال گنوا دے اور وہ بھی سب کچھ جانتے پوچھے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے، وہ بے معنی ہے، لاحاصل ہے، ایک ایسے انسان کی خاطر زندگی کی خوشیوں اور رعنائیوں سے منہ موڑنا جو شاید آپ کی لکیروں سے بھی مٹ چکا ہے، یا پھر وہ کبھی آپ کی لکیروں میں لکھا ہی نہیں گیا تھا، اس کا اور آپ کا ساتھ اتنا ہی تھا، تو لاحاصل کے پیچھے یوں بھاگنا کیا قسمت سے تقدیر سے سرتابی نہیں، اس وقت میرب کے ذہن میں بیک وقت کئی سوچیں آ رہیں تھیں، جانے کیوں اور کب اس کا دل زارون حیدر کے لئے دھڑکنے لگا تھا اور اسے خبر تک نہ ہوئی تھی، اور پھر جب دل کسی کے لئے دھڑکنے لگتا ہے تو بھلا کب گوارا کرتا ہے کہ کوئی اس کی طرف دیکھے بھی جو آپ کے دل کا مکین ہے، جبکہ یہاں تو زارون کا پورا وجود ہی کسی کی محبت کے ہجر میں ڈوبا تھا، میرب اس دن وہاں سے چلی تو آئی تھی، مگر اپنا دل وہیں اس سوگ میں ڈوبے شخص کی گلابی آنکھوں میں چھوڑ آئی تھی، اس کے قدموں کی دھول بن گیا تھا اس کا دل۔

اور برسوں سے محبت کی آگ میں جلتے زارون حیدر کی نگاہوں سے میرب کی آنکھوں میں بھڑکتی محبت کی چنگاری چھپی نہیں رہی تھی، یہ رنگ اس کے لئے جانا پہچانا تھا، وہ بھلا اس رنگ کو کیسے نہ پہچانتا، یہ رنگ تو اس کی پوری ذات پہ بہت گہرا چڑھا تھا، اتنا کہ اسے نیلوں نیل کر گیا تھا، مگر اس بار اس نے اس رنگ سے نگاہ چرائی تھی، اس کے لئے ایک ہی عشق کافی تھا۔

☆☆☆

باقی آئندہ ماہ

# حنا

2020ء

# اک عشق فسانہ کرنا

شفق افتخار

رات کے کھانے کے بعد زارون اپنے کمرے میں چلا آیا تھا، دن ویسا ہی تھا، جیسا روز ہوتا تھا، لگا بندھا سا، صبح یونیورسٹی اور اس کے بعد آفس اور پھر رات کو گھر، وہ اور راحم مل کر اپنی کنٹریشن فرم اسٹارٹ کر رہے تھے، سو دونوں ہی اس میں مصروف رہتے تھے، وہ یونیورسٹی کے بعد سیدھا وہیں جاتا تھا اور راحم بھی اپنے آفس کے بعد وہیں آ جاتا تھا، وہ ایک پرائیویٹ فرم میں جاب کر رہا تھا، دونوں تھکے ہارے رات کو ہی گھر آتے تھے، ہاتھ میں تھاما کافی کا کپ اس نے بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور خود بیڈ پہ بیٹھ کر ٹانگیں پھیلا لیں تھیں، آج کچھ زیادہ ہی تھکن ہو گئی تھی، اس نے مگ اٹھا کر گرم کافی کا سپ لیا تھا، پھر پاس رکھا لیپ ٹاپ کھول لیا تھا، اسے کچھ ای میلز چیک کرنا تھی اور کل کے لیکچر کی تیاری بھی کرنی تھی، کل ہونے والی طوفانی بارش کے بعد سے

---

ناولٹ

ڈائجسٹ ناولز لورز گروپ

اب موسم قدرے خنک سا محسوس ہو رہا تھا اور ابھی بھی کھلی کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آ رہے تھے، اس نے ایک نگاہ کھلی کھڑکی سے نظر آتے چاند پہ ڈالی اور پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا، اب اس کے لئے یہ سب چیزیں کچھ معنی نہیں رکھتیں تھیں، اس کی زندگی محبت کے نقطے پہ رک ضرور گئی تھی، مگر وہ ان سب چیزوں سے بہت آگے نکل آیا تھا، اس نے کافی کا مگ خالی کر کے رکھا ہی تھا کہ دروازے پہ مدھم سی دستک ہوئی تھی۔

"کون ہے آ جائیں پلیز۔" اس نے ایک نگاہ سامنے لگے وال کلاک پہ ڈالی تھی، جہاں رات کے تقریباً گیارہ بجنے والے تھے، اس وقت کون ہو گا، شاید نگین ہو، کیونکہ کل اس کا پیپر تھا اور وہ اس سے کہہ آیا تھا کہ اسے کوئی ہیلپ چاہیے تو وہ جاگ رہا ہے۔

"ارے امی آپ، اس وقت خیریت ہے نا۔" مگر دروازے میں نمودار ہوتے ماں کے چہرے کو دیکھ کر وہ حیران سا ہوا تھا۔

"ہاں بالکل خیریت ہے بیٹا، بس تمہارے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھی تو سوچا کچھ دیر تم سے باتیں کروں، دن میں تو تم دونوں بھائی گھر پہ نظر ہی نہیں آتے ہو۔" وہ چلتی ہوئی بیڈ کے پاس آ کھڑی ہوئیں تھیں، ہاتھ میں تھاما دودھ کا گلاس بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دیا تھا، جہاں پہلے ہی کافی کا خالی مگ دھرا تھا۔

"جی امی بس یونی کے بعد فرم چلا جاتا ہوں، ایک بار سیٹ ہو جائے تو پھر تسلی ہو جائے گی اور ٹائمینگ بھی سیٹ ہو جائے گی، آپ بیٹھیں نا پلیز، کھڑی کیوں ہیں۔" اس نے ٹانگیں سمیٹ کر ماں کو بیٹھنے کے لئے اپنے قریب ہی جگہ بنائی تھی، لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ میں رکھ دیا تھا، وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گئیں تھیں اور غور سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں امی۔" اس نے امی کو خاموشی سے اپنی طرف دیکھتا پا کر پوچھا تھا۔

"کتنے کمزور ہو گئے ہو زونی، تم اپنا بالکل بھی خیال نہیں رکھتے ہو، دیکھو تو ذرا اپنی حالت، رنگت کیسی ماند پڑ گئی ہے اور آنکھوں کے نیچے کیسے حلقے پڑ گئے ہیں۔" وہ ممتا بھری فکر سے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر بولیں تھیں، وہ ان کی محبت پہ ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں امی، آپ پریشان نہ ہوں، بس ذرا کام کا اسٹریس ہے، چند دن میں ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے اپنے چہرے کے گرد رکھے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لے کر ان کی تسلی کرائی تھی، اس کی زندگی میں اب سب سے قیمتی رشتہ ماں کا ہی تھا اور پھر بہن بھائی، باقی تو وہ سب کچھ کھو چکا تھا، زاریہ، اس کے جان سے پیارے بابا، پھپھو، اس کی ذات عجیب عدم تحفظ کا شکار ہو گئی تھی، اس کے دل میں ایک وہم سا بیٹھ گیا تھا کہ جیسے وہ اپنی ہر قیمتی چیز، ہر قیمتی رشتہ کھو دے گا، شاید اس لئے وہ زندگی میں ایک جگہ ٹھہر گیا تھا اور خود کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا، لیکن زندگی تو آگے بڑھنے کا نام ہے، ساکت تو صرف موت ہی کرتی ہے۔

"مجھے جھوٹی تسلیاں مت دو زونی، میں تمہاری ماں ہوں، میں جانتی ہوں کہ تم کتنے ٹھیک ہو اور کتنا جھوٹ بول رہے ہو، تمہارے اندر کی کوئی بھی بات میں تمہارے بن کہے بھی جان سکتی ہوں، میری جان کب تک آخر کب تک ایسا چلے گا، جو ہوا وہ سب قسمت کا لکھا تھا، وہ سب اول روز سے لکھا تھا، ایسا ہی ہونا تھا، تم کب تک خود کو روگ لگا کر بیٹھے رہو گے، کب تک خود کو پچھتاؤں کی نظر کیے رکھو گے، زندگی کی خوشیوں سے اس کی رعنائیوں سے کب تک نگاہ چرائے زونی، میں تھک گئی ہوں میرے بچے، مجھ میں اب اور حوصلہ نہیں ہے کچھ بھی سہنے کا، کچھ بھی کھونے کا، بس اب تو میری سانسیں میری اولاد سے ان کی خوشیوں سے مشروط ہیں، میری جان خود کو اور سزا مت دو، ہم تقدیر سے نہیں لڑ سکتے ہیں، اس بات کو سمجھو مان لو۔"

وہ پچھلے کئی دنوں سے اس سے بات کرنا چاہ رہی تھیں، لیکن موقع نہیں مل رہا تھا، لیکن کل وہ اس کی حالت دیکھ کر سمجھ گئیں تھیں کہ وہ پھر اس شہر خموشاں کا مہمان بنا تھا، سو کل سے دل میں ٹھانے بیٹھی تھیں کہ اس سے بات ضرور کریں گی اور یہ بھی شکر تھا کہ آج وہ ہمیشہ کی طرح ان کی بات سن کر غصہ نہیں ہوا تھا، بھڑکا نہیں تھا، خاموشی سے سن رہا تھا اور ان کے لئے یہی بہت تھا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں امی، خوش ہوں، میں کہاں قسمت سے لڑا ہوں، میں نے کب تقدیر سے شکوہ کیا ہے، میرا کب کوئی بس چلا ہے، میں کوشش کر رہا ہوں زندگی میں آگے بڑھنے کی، میں وہ ہر کام کرتا ہوں جو ایک نارمل انسان کرتا ہے، کھاتا ہوں پیتا ہوں، کام کرتا ہوں، مصروف رہتا ہوں، لیکن میرے اندر زندگی ویسے کھلکھلاتی نہیں ہے امی جیسے کبھی اس کے سنگ کھلکھلاتی تھی، میرا دل اب بس ایک مشین کی طرح میرے اندر دھڑکتا ہے، مگر میں ٹھیک ہوں، آپ پریشان نہ ہوں، بس اب آپ ہی ہیں کہ جس کی خاطر میں جی رہا ہوں زندہ ہوں۔'' اس کے لہجے میں اس لمحے زمانوں کی تھکن اتر آئی تھی، اس نے تھک کر ماں کی گود میں سر رکھ دیا تھا، کوئی کہہ سکتا تھا کہ وہ کبھی زندگی سے بھرپور شخص تھا کہ جس کی ایک مسکراہٹ گویا ماحول کو گرما دیتی ہے، قہقہوں سا برپا کر دیتی تھی، دلوں کو دھڑکا دیتی تھی۔

''زونی وہاں جانا چھوڑ دو میری جان، ورنہ تمہارا دل یونہی مردہ رہے گا، زاریہ جہاں ہے نا وہ بہت خوش ہے تم اس طرح سے اسے تکلیف مت دو۔'' انہوں نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر اس کے ماتھے کا بوسہ لیا تھا۔

''امی میں نے آپ کی ہر بات مانی ہے مگر مجھے وہاں جانے سے مت روکیں، وہ اگر آج وہاں ہے تو صرف میری غلطی کی وجہ سے، اس حادثے کا ذمہ دار میں ہوں، مجھے وہاں جا کر سکون ملتا ہے، وہ میرا انتظار کرتی ہے امی، اگر میں وہاں نہیں جاؤں گا تو شاید میں مر جاؤں گا۔''

''اللہ نہ کرے کیسی باتیں کرتے ہو۔'' انہوں نے بے ساختہ ہی اسے ٹوک دیا تھا، اس کی بات سن کر ہی ان کا دل دہل کر رہ گیا تھا، وہ ان کا بڑا بیٹا تھا اور انہیں دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز تھا۔

''زونی میری ایک بات مانو گے۔'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد انہوں نے اپنی گود میں آنکھیں موندے لیٹے زارون سے کہا تھا، اس نے پل بھر کو آنکھیں کھول کر ماں کو دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''شادی کر لو زونی، میری خواہش پوری کر دو بیٹا، یہ میرے دل کی آس ہے کہ میں تمہیں تمہاری زندگی میں خوش دیکھوں، مکمل دیکھوں، تمہاری اولاد کو اپنی گود میں کھلاؤں، میری بات مان جاؤ، ایک ماں کا مان رکھ لو میری جان۔''

''امی پلیز، آپ جانتی ہیں کہ میں نے اپنی زندگی زاریہ کے علاوہ کبھی کسی اور کے ساتھ گزارنے کا نہیں سوچا، میں یہ نہیں کر سکتا ہوں۔'' وہ یکدم ہی اٹھ کر بیٹھ گیا تھا، ماں کی خواہش کا التجائیہ لہجہ اسے ندامت میں مبتلا کر رہے تھے، مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتا جو آج بھی بے وفائی پہ آمادہ نہیں تھا اور امی سب کچھ جانتے بوجھتے ایسی بات کر رہی تھیں۔

''لیکن اب تم اس بات کو مان لو کہ وہ اب ہمارے درمیان نہیں ہے، وہ اس دنیا سے جا چکی ہے، تم کب تک خود کو روگ لگا کر بیٹھے رہو گے، وہ سب ایک حادثہ تھا، بھول جاؤ اسے زونی، تم ابھی زندہ ہو بیٹا، تم سے وابستہ رشتے ابھی زندہ ہیں، خود کو اور ہم سب کو جیتے جی مت مارو، ہم سب تمہاری خوشی چاہتے ہیں، اگر تمہیں اپنی ماں کا ذرا بھی خیال ہے نا یا تم مجھ سے ذرا بھی محبت کرتے ہو نا تو تمہیں میری بات ماننا ہو گی، میں تمہارے لئے لڑکی پسند کر چکی ہوں اور چاہتی ہوں کہ تم بھی اس سے مل لو، جان لو، خود کو تیار کر لو زارون، میں جلد ہی اس کے گھر والوں سے بات کر کے اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی ہوں،

پھر مجھے راحم اور نگین کا بھی سوچنا ہے۔'' اب ان کی آواز میں غصے میں قدرے سخت ہوگئی تھی، وہ ماں تھیں آخر کب تک بیٹے کو اس حال میں دیکھ کر خاموش رہتیں، پیار محبت سے بہت سمجھا لیا، اب انہیں بھی غصہ آگیا تھا، وہ ماں تھیں حق رکھتیں تھیں، زور زبردستی بھی کرسکتیں تھیں، وہ چاہتی تھیں کہ پہلے زارون کو اپنے گھر کا کردیں اس کی لائف سیٹ ہو جائے پھر راحم کے بارے میں سوچیں مگر زارون تو ابھی بھی پروں پہ پانی ہی نہیں پڑنے دے رہا تھا۔

''امی پلیز آپ راحم کی شادی کردیں، مجھے شادی نہیں کرنی ہے، مجھے بس اپنی فرم سیٹ کرنی ہے، کام پہ توجہ دینا ہے، میں اپنے دل کو شادی جیسے نئے رشتے کے لئے آمادہ نہیں پاتا ہوں، بلکہ کسی بھی نئے رشتے کے لئے، میں دل میں کسی اور کی محبت رکھ کر شادی کسی اور سے کیسے کرسکتا ہوں، نہیں امی پلیز مجھے مجبور مت کریں۔'' زارون نے اس بار نرم لہجے میں ماں کو دل کی بات سمجھائی تھی، وہ اگر اپنی جگہ درست تھیں تو غلط وہ بھی خود کو نہیں سمجھتا تھا۔

''زونی، میرب بہت پیاری لڑکی ہے، تم ایک بار اس کے بارے میں سوچو تو سہی۔''

''میرب.....؟'' اس نے دھیمے سے زیر لب وہ نام دوہرایا تھا، اس کی نگاہوں کے سامنے وہ شہد رنگ بالوں اور صبیح پیشانی والی لڑکی چھم سے آکھڑی ہوئی تھی، جس کے لبوں پہ ہمہ وقت شرارتی مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی، کہ جس کا وجود، جس کی باتیں ہمیشہ اسے کسی اور کی یاد دلاتی تھیں۔

''ہاں میرب..... مجھے وہ بچی بہت پیاری لگتی ہے، پرخلوص، ہنسنے مسکرانے والی، اچھی سلجھی فیملی سے ہے، مجھے پہلی ہی نظر میں وہ تمہارے لئے بے حد اچھی لگی تھی، میری جان تم کہو تو میں بات کروں۔'' امی کی نگاہوں سے میرب کے نام پہ اس کا چونکنا چھپا نہیں رہا تھا، مگر وہ یہ نہیں جان پائی تھیں کہ وہ اس کے بارے میں کس طرح سوچتا ہے۔

''نہیں امی، وہ بہت امیچور سی لڑکی ہے، مجھ سے زیادہ راحم کے ساتھ سوٹ کرے گی، آپ چاہیں تو راحم کے لئے بات کرلیں، میری شادی کو آپ رہنے دیں۔'' اس نے دوٹوک انداز میں کہا تھا، وہ اس کی آنکھوں میں سلگتی دلی محبت کی چنگاری کو ہوا نہیں دینا چاہتا تھا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو شاید وہ بھی جل کر بھسم ہو جاتا، بچ نہیں پاتا، وہ ڈر سا گیا تھا، وہ اپنی زندگی میں، اپنی یادوں میں خوش تھا، وہ اب کسی اور محبت کسی اور رشتے کو کھونے سے ڈرتا تھا، اسی لئے اس نے اپنی زندگی میں اس باب کو ہمیشہ کے لئے بند کردیا تھا، مگر وہ بھول گیا تھا کہ محبت کسی آکاس بیل کی مانند ہوتی ہے اپنی طرف کھینچ ہی لیتی ہے، امی اس کا انداز اور دوٹوک جواب سن کر مایوس لوٹ آئیں تھیں۔

☆☆☆

''السلام علیکم خواتین! کیا حال ہیں آپ دونوں کے۔''

اتوار کا دن تھا اور دن کے تقریباً بارہ بج رہے تھے جب وہ نیند سے اٹھ کر سیدھی کچن میں چلی آئی تھی، دھلا دھلایا صاف ستھرا چہرہ بالوں کو سمیٹ کر جوڑا بنا رکھا تھا، غلافی آنکھیں نیند کے خمار سے ابھی بھی بھری ہوئی تھیں۔

''وعلیکم السلام!'' جواب صالحہ مامی کی بطوف سے خوشدلی سے آیا تھا، جبکہ امی نے خشمگین نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

''یہ کوئی وقت ہے جاگنے کا، اتوار کا مطلب

یہ ہے کہ تم دن چڑھے تک سوتی رہو۔"

"امی پلیز یار پہلے ناشتہ دے دیں، پھر ڈانٹ لیجئے گا، بنا ناشتے کے مجھ سے ڈانٹ ہضم نہیں ہوتی ہے۔" اس نے بے چارگی سے کہتے ہوئے کچن چیئر کھینچی اور وہیں بیٹھ گئی تھی۔

"ارے چھوڑو نہ آمنہ، کیوں صبح صبح بچی کو ڈانٹ رہی ہو، نگین اور راحم بھی ابھی ہی اٹھے ہیں اور زونی کو دیکھو ابھی بھی سو رہا ہے، ایک اتوار کا دن ہی تو ہوتا ہے بچوں کے آرام کا، پورا ہفتہ تو بے چارے مصروف ہی رہتے ہیں، پھر یہی تو دن ہیں ان کے انجوائے کرنے کے، کرنے دو اتنا مت ڈانٹا کرو۔"

صالحہ مامی نے ہمیشہ کی طرح بچوں کی طرف داری کی تھی، وہ اکثر بچوں کو بہت اسپیس دیتی تھیں، ہاں مگر سختی بھی اتنی ہی کرتیں تھیں، بے جا لاڈ پیار کی وہ بھی قائل نہیں تھیں، مگر بلاوجہ ڈانٹا بھی نہیں کرتی تھیں۔

"تھینک یو مامی، یو آر دا بیسٹ مامی ان دے ورلڈ۔" زاریہ فوراً ہی اٹھ کر پیچھے سے مامی سے لپٹ گئی تھی اور ان کے گال پر پیار کرلیا تھا، انہوں نے بھی ہنستے ہوئے اسے پیار کیا تھا، وہ انہیں اپنی بیٹی کی طرح ہی عزیز تھی۔

"بھابھی آپ لوگوں کے لاڈ پیار نے ہی اسے لگاڑا ہے، کوئی بات نہیں سنتی ہے، میرا کیا ہے آپ کو ہی پریشانی ہوگی، یہ بہو بن کر تو آپ کے پاس ہی آئے گی نا۔" زاریہ اور ان کا لاڈ دیکھ کر انہوں نے لاپروائی سے کہا تھا اور دل ہی دل میں کسی کی نظر نہ لگ جانے کی دعا بھی کی تھی، وہ اگر ڈانٹتی بھی تھیں اسے تو صرف اس لئے کہ کل کو خدانخواستہ اسے کوئی پریشانی نہ ہو، وہ چاہتی تھیں کہ ان کی بیٹی کو بھی کوئی پریشانی نہ ہو، دکھ نہ ملے، ان کی ڈانٹ ڈپٹ بھی دراصل ان کے پیار کا ہی حصہ تھی۔

"اچھا چلو اب یہ مسکہ لگانا بند کرو، یہ ٹرے اٹھاؤ اور باہر لے جاؤ، ہاں سب کو ناشتے کے لئے بلاؤ۔" آمنہ نے اسے ٹرے پکڑاتے ہوئے کہا تھا، جس میں گرم گرم آلو کے پراٹھے تھے، سب بچوں کو بہت پسند تھے، سو انہوں نے آج اتوار کے دن یہی بنا لئے تھے۔

"واؤ آلو کے پراٹھے، تھینکس ماما، ابھی بلاتی ہوں سب کو۔" اس نے آگے بڑھ کر آمنہ کا گال بھی چوم لیا تھا، وہ ہنس پڑیں تھیں، وہ ایسی ہی بھی بچوں کی سی معصوم اور سادہ۔

"یہ لڑکی کبھی نہیں سدھرے گی۔" وہ ہنس کر اپنا کام کرنے لگی تھی۔

☆☆☆

"زاریہ آپی جلدی آئیں، باہر اتنے مزے کی بارش ہو رہی ہے۔" وہ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی پڑھ رہی تھی، تبھی نگین بھاگتی ہوئی آئی تھی، وہ بھی بارش کی دیوانی، کتابیں سمیٹ کر رکھیں اور نگین کے ساتھ ہی باہر نکل آئی تھی، وہ کمرے سے باہر آئی تو پورے گھر میں بارش کی سوندھی خوشبو کے ساتھ ساتھ پکوڑوں کی خوشبو بھی پھیلی ہوئی تھی، مطلب کہ بارش کافی دیر سے ہو رہی تھی، جو پکوڑوں کا اہتمام بھی ہو چکا تھا، ماموں گھر پہ ہی تھے اور یہ پکوڑے ان کی فرمائش پہ ہی بن رہے تھے۔

زاریہ کے فائنل ایگزام ہونے والے تھے، اس لئے وہ دنیا جہان سے بے خبر ہو کر اپنے کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی، ورنہ وہ تو ان لوگوں میں تھی کہ بارش کی بوند بعد میں پڑتی تھی اور وہ شور پہلے مچا دیتی تھی، اس وقت بھی وہ نگین اور راحم کے ساتھ پچھلے صحن میں آ گئی تھی، جہاں کونے میں لگے نیم کے پیڑ میں بندھے جھولے

میں نگین بیٹھی لمبی لمبی پینگیں لے رہی تھی اور راحم پاس کھڑا اسے اترنے کو کہہ رہا تھا، حالانکہ وہ لڑکا تھا مگر اسے جھولا جھولنے میں بہت مزہ آتا تھا، شاید یہ زاریہ اور نگین کے ساتھ زیادہ رہنے کی وجہ سے تھا، وہ وہیں برآمدے کے ستون کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی، ستون سے لپٹی بوگن ویلیا کی بیل ہوا سے لہرا رہی تھی، کتنے ہی پھول زاریہ کے اوپر اور اس کے قدموں میں آن گرے تھے۔

جیسے اس کا استقبال کر رہے ہوں، بارش اتنی تیز تھی کہ اس کی بوچھاڑ برآمدے تک آ رہی تھی اور برآمدے کی سیڑھیاں اور فرش کا کافی حصہ بھیگ گیا تھا، زاریہ نے آنکھیں بند کر کے لمبا سانس کھینچا تھا، بارش کے سنگ آتی مٹی کی سوندھی مہک نے جیسے اس کے روم روم میں سرشاری سی بھر دی تھی، بارش کی بوچھاڑ اب اسے بھگونے لگی تھی، اس کا دوپٹہ ہوا کے زور سے لہرا رہا تھا، بوگن ویلیا کے پھول ہوا کے زور سے اس پہ برس رہے تھے اور اس دل نشین منظر کو کسی کی آنکھوں نے اپنی پلکوں سے اتار کر دل میں قید کر لیا تھا، وہ ہر چیز سے انجان بارش کی دیوانی آنکھیں موندے بارش کو محسوس کر رہی تھی، تبھی راحم آیا تھا اور اسے بازو سے پکڑ کر نیچے صحن میں لے گیا تھا، نگین بھی جھولے سے اتر آئی تھی، اب وہ تینوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بارش میں بھیگ رہے تھے، ہنس رہے تھے، خوشی سے کھلکھلا رہے تھے۔

"راحم، تم کیا لڑکیوں کے ساتھ بارش میں بھیگ رہے ہو پاگل، اندر آؤ اور زاریہ اور نگین تم دونوں بھی اندر آؤ فوراً، اتنا مت بھیگو بیمار پڑ جاؤ گی۔" تبھی صالحہ مامی فکرمندی سے ان تینوں کو بلانے چلی آئیں تھیں، مگر وہ تینوں ان سنی کرتے اسی طرح مصروف رہے تھے، البتہ راحم کچھ دیر بعد اندر چلا گیا تھا، اب وہاں صرف نگین اور زاریہ تھیں، بارش اب بھی برس رہی تھی، تبھی زارون اپنے کمرے سے نکل کر اس برستی بارش میں بھیگتی قوس و قزح سی لڑکی کے پاس چلا آیا تھا۔

"آؤ نا زونی تم بھی، دیکھو تو کتنی اچھی بارش ہو رہی ہے۔" اس نے برآمدے میں ستون سے ٹیک لگائے کھڑے زارون کو آواز دی تھی۔

"جی نہیں شکریہ میں یہیں ٹھیک ہوں اور تم دونوں بھی اندر آؤ، بیمار پڑ گئیں تو سارا گھر سر پہ اٹھا لو گی۔" اس نے فوراً ہی منع کرتے ہوئے انہیں بھی اندر آنے کو کہا تھا، جیسے ان دونوں نے ہوا میں اڑا دیا تھا۔

"جب بیمار ہوں گے، تب دیکھی جائے گی، ابھی تو بارش کو انجوائے کرنے دو۔" زاریہ نے بارش کے شور میں قدرے بلند آواز میں کہا تھا، زارون نے جواباً لاپروائی سے کندھے اچکا دیئے تھے، پر وہ اب بھی فکرمندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

کہ بارش اب قدرے تیز ہو چکی تھی، تبھی نگین امی کی آواز پہ دوڑتی ہوئی جھولے سے اتر کر اندر گئی تو زاریہ بھی بھیگے فرش پہ سنبھل سنبھل کر چلتی ہوئی سیڑھیوں کے پاس چلی آئی تھی، سیڑھیاں چونکہ کافی زیادہ بھیگی تھیں اس لئے اس نے زونی کے لئے ہاتھ بڑھا دیا تھا، زارون نے فوراً ہی اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اسے سہارا دیا تاکہ وہ آرام سے اوپر چڑھ سکے کیونکہ وہ ننگے پاؤں تھی مگر زاریہ نے ان کا ہاتھ، ہاتھ میں آتے ہی پوری طاقت سے اسے نیچے کی طرف کھینچا تھا، وہ جو بے ترتیب سا اسے سہارا دینے کو کھڑا تھا، خود کو سنبھال نہ سکا اور تیزی سے سیڑھیاں پھلانگ کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا، بارش کی تیز بوچھاڑ نے لمحہ بھر میں ہی زارون کو بھگو دیا تھا،

اسے کبھی بھی بارش میں بھیگنا پسند نہیں تھا۔

''زاریہ!'' اس نے خفگی سے زاریہ کو دیکھا تھا، ہاتھ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں دبا تھا، جواباً وہ ہنس دی تھی، اور پھر کتنی ہی دیر کھلکھلا کر ہنستی رہی تھی، بارش کی جل تھل میں اس کی مدھر خوبصورت ہنسی نے زارون سمیت پورے ماحول کو اپنے حصار میں لے لیا تھا، وہ کتنے ہی لمحے بے خود سا ہو کر اسے دیکھتا رہا تھا، خفگی کہیں دور جا کھڑی ہوئی تھی، اس بات سے قطعی بے خبر کہ وہ مکمل بھیگ چکا ہے، حالانکہ وہ ہمیشہ بارش میں بھیگنے سے چڑتا تھا، پر اس وقت اسے کوئی احساس ہی نہیں تھا۔

''تمہیں پتہ ہے زونی، یہ بارش مجھ سے باتیں کرتی ہے، اس کی یہ جل تھل مجھے گیت سناتی ہے، میرے کانوں میں نغمے گنگناتی ہے، اس کی بوندیں میرے ساتھ رقص کرتی ہیں، جھومتی ہیں۔'' وہ اب اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر آہستہ آہستہ چہرہ اوپر آسمان کی طرف کیے گول گول گھوم رہی تھی، بارش کی کتنی ہی بوندیں اس کے چہرے پہ آن ٹھہریں تھیں، بالکل ویسے ہی جیسے صبح صادق میں کسی نازک پنکھڑی پہ اوس کے قطرے، زارون کے لئے اس لمحے پوری دنیا گویا اس ایک چہرے میں سمٹ آئی تھی۔

''کہاں کھو گئے۔'' زاریہ نے اسے یوں گم صم دیکھ کر رک کر اس کی نگاہوں کے سامنے چٹکی بجائی تھی۔

''تم تو پیدائشی پاگل ہو، بھلا بارش بھی کبھی کسی سے باتیں کرتی ہے کیا؟ نغمے سناتی ہے کیا، بارش صرف گندگی پھیلاتی ہے، کیچڑ، بجلی کی قلت، حشرات اور تمہیں بارش نغمے سناتی ہے، ہاہاہا، ویری فنی زاریہ شیرازی۔''

وہ اب ہمیشہ کی طرح اسے چڑا رہا تھا، کیونکہ وہ بارش سے جتنا چڑتا تھا، وہ اتنی ہی دیوانی تھی، زارون کو ہر پاکستانی کی طرح صرف بارش کے نقصانات ہی نظر آتے تھے، مگر بارش کی خوبصورتی نہیں اور سچ بھی یہی ہے کہ ہمارے ملک میں وسائل کی کمی کے باعث بارش کی اصل خوبصورتی ماند پڑ گئی ہے۔

''تم تو ہو ہی ہمیشہ سے سڑیل سے انجینئر، تمہیں تو یہی ڈر رہے گا نا کہ میں نے جو سڑک بنائی ہے کہیں وہ بارش میں بہہ نہ جائے، تم کیا جانو بارش کی خوبصورتی کے احساس کو۔'' وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تو وہ پیر پٹختی ہوئی اندر چلی گئی تھی، وہ حسب معمول اس سے خفا ہو چکی تھی۔

''زاریہ..... یار سنو تو..... اچھا ناراض تو مت ہو۔'' اب وہ سڑیل سا انجینئر بے چین ہو کر اسے پکارتا ہوا پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

☆☆☆

''ایک شرط پہ مانوں گی۔'' اس نے کل سے زارون کے چہرے پہ پھیلی بے چینی بھانپ کر کہا تھا، یہ بہترین موقع تھا، وہ زارون سے اپنی ہر بات منوا سکتی تھی، وہ اسے ناراض نہیں دیکھ سکتا تھا اور یہ بات زاریہ اچھی طرح جانتی تھی، بس اسی لئے ہر بار اس بات کا فائدہ بھی اٹھاتی تھی۔

''کیا شرط۔'' وہ حسب توقع فوراً ہی بولا تھا۔

''تمہیں یاد ہے کل میرا برتھ ڈے ہے۔'' زاریہ نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا اگر جوامی قریب ہوتیں تو ڈانٹ لازمی تھی۔

''یہ بھی کوئی بھولنے والی بات ہے بھلا، آف کورس یاد ہے یار، اب جلدی بتاؤ، مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' زارون نے کلائی پہ بندھی گھڑی پہ نگاہ ڈال کر کہا تھا۔

''زونی وہ.....'' وہ لمحہ بھر کو رک سی گئی تھی۔

زارون نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تھا، ایسا کیا تھا کہ جس کے لئے زاریہ کو تمہید باندھنی پڑ رہی تھی اور وہ بھی زارون کے سامنے۔

"بولو نا زاریہ، سب ٹھیک ہے نا۔" زارون نے فکرمندی سے پوچھا تھا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔" زاریہ نے فوراً ہی اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"زونی، وہ کیا ہم کل کہیں باہر ڈنر پہ جا سکتے ہیں، مطلب میں اور تم، وہ..... دراصل نا..... میری سب فرینڈز اپنے فیانسی کے ساتھ ڈنر اور لنچ پہ جاتیں ہیں، بس ایک میں ہی کبھی نہیں گئی، وہ سب اتنے قصے سناتی ہیں اور میرے پاس تو کوئی بھی بات نہیں ہوتی ہے سنانے کو، حالانکہ میری منگنی ان سب میں پرانی ہے۔" وہ روہانسی سی شکل بنائے تیز تیز بولتی اس لمحے زارون کے لبوں پہ مسکراہٹ کو لے آئی تھی، وہ ٹھوڑی پہ بند مٹھی جمائے خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"پلیز۔" اس نے امید بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

وہ دونوں کبھی کبھی بھی اس طرح سے باہر نہیں گئے تھے، کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی، اور پھر آمنہ پھپھو بھی اس بات کو پسند نہیں کرتیں تھیں۔

"بس اتنی سی بات تھی۔" زارون کے پوچھنے پہ زاریہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"ٹھیک ہے چلے جائیں گے، میں خود ہی پھپھو سے اور بابا سے بات کرلوں گا۔" وہ کہتے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا، اسے یونی سے دیر ہو رہی تھی۔

"سچ زونی۔" وہ بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی ہوئی تھی، ملیح چہرے پہ بے ساختہ ہی خوشی در آئی تھی۔

"بالکل سچ، اب یہ سڑیل سا انجینئر اپنی جنگلی بلی کی اتنی سی فرمائش تو پوری کر ہی سکتا ہے، آخر کو دوستوں میں ناک جو اونچی کرنی ہے۔" زارون نے مسکرا کر کہتے ہوئے ہولے سے اس کی ناک کھینچی تھی، وہ کھل کر ہنس دی تھی، اور یہی ہنسی وہ کل سے دیکھنا چاہ رہا تھا۔

"تھینک یو، ویسے تم اتنے بھی سڑیل نہیں ہو زارون حیدر۔" پیچھے سے زاریہ کی خوشی سے چہکتی ہوئی آواز سنائی دی تو وہ مطمئن سا ہو کر باہر نکل آیا تھا۔

☆☆☆

آج زاریہ کا برتھ ڈے تھا اور زارون اس کی فرمائش پہ اسے باہر ڈنر کے لئے لے کر جا رہا تھا، اس نے بات کی تھی، اجازت مانگی تھی اور انہوں نے خوش دلی سے اجازت دے دی تھی اور ساتھ ہی آمنہ پھپھو سے بات کرنے کی ذمہ داری بھی لے لی تھی، زاریہ نے پہلی بار کوئی ایسی فرمائش کی تھی اور زارون اس کی کبھی کوئی معمولی خواہش نہیں ٹالتا تھا تو یہ بات کیسے رد کرتا، اس شام صالحہ مامی نے اس کے لئے کیک بیک کیا تھا، اس نے سب کے ساتھ مل کر وہ کاٹا تھا، پھر اسے سب کی طرف سے ڈھیروں ساری دعاؤں کے ساتھ ساتھ اچھے اچھے گفٹس بھی ملے تھے، پھر وہ تیار ہونے اپنے روم میں آ گئی تھی کیونکہ اسے زارون کے ساتھ ڈنر پہ جانا تھا اور ایسا موقع پہلی بار آیا تھا کہ وہ دونوں اس طرح سے اکیلے ڈنر کے لئے جا رہے تھے، فیملی کے ساتھ تو سب مل کر اکثر ہی جاتے رہتے تھے، اس لئے زاریہ تھوڑی نروس بھی تھی، اس نے اس ڈنر کے لئے سفید لباس کا انتخاب کیا تھا، سفید چوڑی دار پاجامہ، سفید گیر والا انگرکھا، جس پہ لگی ڈوری میں

ستہ رنگے موتی چمک رہے تھے اور کہیں کہیں ایک آدھ گھنگھرو بھی لٹک رہا تھا، جو اس کی ایک جنبش پہ کھٹک کر شور مچاتا تھا، آستین فل تھیں سو کلائیوں میں کچھ نہیں پہنا تھا، سیدھے ہاتھ کی تیسری انگلی میں منگنی کی انگوٹھی جگمگا رہی تھی، یہ اس نے آج صبح ہی نکال کر پہنی تھی۔

ورنہ ہر وقت پہنے نہیں رکھتی تھی، سفید لباس پہ اس نے سرخ دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا جس کے چاروں طرف انگرکھے کی ڈوری سے ملتی ستہ رنگی بیل لگی تھی، بال فرنچ ناٹ میں بندھے تھے، کانوں میں بڑی بڑی ستہ رنگی موتیوں سے سجی بالیاں تھیں، آنکھوں کو نمایاں کرتی آئی لائنر کی باریک لائن اور ہونٹوں پہ پنک لپ اسٹک لگائے اس نے آئینے میں اپنا فائنل جائزہ لیا تھا، مطمئن ہو کر خود کو پرفیوم کی خوشبو میں قید کر کے وہ اپنا پاؤچ اور چادر اٹھائے کمرے سے باہر چلی آئی تھی، جہاں لاؤنج میں امی، ماموں اور مامی تینوں ہی موجود تھے، زارون باہر گاڑی میں اس کا ویٹ کر رہا تھا۔

"ماشاء اللہ میری بیٹی تو بہت پیاری لگ رہی ہے۔" مامی نے آیت الکرسی پڑھ کر اس پہ دم کیا اور پیشانی چوم کر اسے دعا دی تھی۔

"زاریہ بیٹے تم دونوں دھیان سے جانا اور جلدی آجانا۔" امی اس کے ساتھ دروازے تک چلی آئیں تھیں، جانے ان کا دل کیوں اتنا پریشان ہو رہا تھا، حالانکہ وہ کہیں دور تو نہیں جا رہی تھی، پر وہ جوان بیٹی کی ماں تھیں، دل میں ہزار وسوسے آتے تھے۔

"امی آپ بالکل فکر نہ کریں، ہم جلدی آ جائیں گے۔" زاریہ نے شال کو اچھی طرح اپنے گرد لپیٹتے ہوئے انہیں تسلی دی تھی، وہ اس وقت تک وہیں کھڑی رہیں تھیں، جب تک گاڑی گیٹ سے باہر نہیں نکل گئی تھی، پھر وہ بھی گیٹ بند کر کے اندر چلی آئیں تھیں۔

"ارے آمنہ اتنا پریشان نہ ہو، جلدی آ جائیں گے، پھر وہ کون سا کہیں دور گئے ہیں، ڈنر کر کے آجائیں گے، میں نے زارون کو تاکید کی تھی کہ وہ لوگ جلدی آجائیں۔" ابراہیم ماموں نے بہن کا پریشان چہرہ دیکھ کر کہا تھا۔

"تمہارے بھائی صحیح کہہ رہے ہیں آمنہ، آج کل کے بچے تو پتہ نہیں کہاں کہاں گھومتے پھرتے ہیں اور وہ بھی والدین کو بنا بتائے، ہمارے بچے تو بے چارے پھر بھی سادہ سے ہیں، پہلی بار تو اس طرح سے کہیں گئے ہیں، انجوائے کرنے دو، یہی تو عمر ہے ان کے گھومنے پھرنے کی، پھر ذمہ داریوں میں الجھ کر کہاں فرصت ملتی ہے۔" صالحہ نے انہیں سمجھایا، وہ بچوں پہ بے جا سختی کی کبھی بھی قائل نہیں تھیں، اب ایسا بھی نہیں تھا کہ انہوں نے بے جا کھلی چھٹی دے رکھی تھی مگر وہ ایک حد میں رہ کر بچوں کی آزادی کی قائل تھیں اور یہی بات وہ اکثر ان کو بھی سمجھاتی رہتی تھی کہ زاریہ سے اتنی ڈانٹ ڈپٹ نہ کریں، اس طرح سے بچوں کے دل میں والدین کی طرف سے بدگمانی آجاتی ہے۔

"جی آپ ٹھیک کہہ رہیں ہیں بھابھی، مگر پتہ نہیں کیوں مرا دل اتنا گھبرا رہا ہے، حالانکہ بچے تو ویسے بھی گھومنے پھرنے جاتے رہتے ہیں، پر آج پتہ نہیں کیا ہے۔"

وہ سچ میں اپنی کیفیت کو سمجھ نہیں پا رہیں تھیں، دل کو جیسے پتنگے سے لگے تھے۔

"اچھا چلو اب زیادہ پریشان نہ ہو، آؤ کھانا لگاتے ہیں، کھانے کا ٹائم ہو گیا ہے۔" صالحہ مامی نے ان کا دھیان بٹانے کو کہا تو وہ بھی ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں، مگر ابھی بھی ان کے چہرے

پہ چھائی پریشانی ان دونوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔

☆☆☆

زارون نے پہلے زاریہ کو اس کی پسند کا گفٹ دلایا تھا، پھر وہ دونوں ڈنر کے لئے نکلے تھے، گاڑی میں میوزک دھیمی آواز میں بج رہا تھا، وہ دونوں ڈسکس کر رہے تھے کہ ڈنر کہاں کیا جائے، تبھی سامنے ڈیش بورڈ پہ رکھا زارون کا موبائل بجا تھا، زارون نے فون اٹھا کر دیکھا تو اس کے دوست حماد کی کال تھی اور یہ حماد کی تیسری کال تھی، پتہ نہیں اس کو کیا ایمرجنسی تھی کہ وہ مستقل فون کیے جا رہا تھا، زارون نے یہی سوچ کر گاڑی سائیڈ میں روک کر کال پک کی تھی، دوسری طرف حماد کو اس سے کوئی ضروری بات کرنا تھا، پھر بھی زارون نے جلدی جلدی بات سمیٹ کر فون رکھا تھا اور گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی تھی، ابھی گاڑی پوری طرح سے چلی بھی نہیں تھی کہ اسے دونوں طرف سے دو موٹر سائیکل سواروں نے گھیر لیا تھا، سردیوں کے دن تھے، گو کہ مارچ کا مہینہ تھا مگر پھر بھی شام کے اس پہر روڈ پہ اتنا رش نہیں تھا، ویسے بھی یہ روڈ ایسے واقعات کے لئے کافی مشہور تھی، اس لئے زارون یہاں گڑی روکنا نہیں چاہ رہا تھا اور اب وہ اپنی غلطی پہ پچھتا رہا تھا کہ اس نے گاڑی کیوں روکی، دونوں اطراف سے ان موٹر سائیکل سواروں نے کچھ اس طرح سے اس کا گھیراؤ کیا کہ اسے گاڑی روکنا پڑی تھی، وہ چار لڑکے تھے، جنہوں نے اپنے چہرے نقاب سے چھپا رکھے تھے، دو کے ہاتھوں میں پستول تھے اور ایک کے ہاتھ میں چمکتا ہوا چھوٹا سا چاقو تھا۔

"شیشہ کھولو..... جلدی کرو۔" ایک نقاب پوش نے گاڑی کا شیشہ بجا کر کہا تھا، زارون نے بنا کسی پیش وپس کے شیشہ نیچے کر دیا تھا، دوسرا لڑکا زاریہ کی سائیڈ سے کھڑا تھا اور وہ بھی اسے شیشہ کھولنے کا کہہ رہا تھا، زاریہ بجائے شیشہ کھولنے کے ڈر کے مارے زارون کے بازو سے آ لگی تھی، زارون نے ایک ہاتھ بڑھا کر شیشہ کھولا تھا اور دوسرا ہاتھ زاریہ کے گرد پھیلا کر اسے خود سے لگا لیا تھا۔

"جو کچھ ہے جلدی نکالو، آواز مت نکالنا کوئی بھی۔" اس لڑکے نے پستول زارون کی کنپٹی پہ رکھی اور دوسرا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا لیا تھا، زارون نے خاموشی سے اپنے موبائل والٹ اور گھڑی اتار کر دے دی تھی۔

"اپنا پرس دو لڑکی۔" اب کہ اس لڑکے نے زاریہ کو مخاطب کیا تھا، زارون نے ڈیش بورڈ پہ رکھا زاریہ کا پرس اٹھا کر اسے دے دیا تھا، وہ ہنوز اس کے کندھے سے لگی کانپ رہی تھی۔

"اور جیولری بھی..... جیولری بھی دو..... جلدی کرو۔" اب اس لڑکے کی نظریں زاریہ کی چمکتی انگوٹھی پہ تھیں۔

"اس کے پاس جیولری نہیں ہے، جو کچھ تھا، تم لوگوں کو دے دیا ہے اب ہمیں جانے دو۔" زارون نے نرم لہجے میں ان سے کہا تھا، مبادا غصے سے بات بگڑ جائے اور ان کے ہاتھوں میں یوں بھی اسلحہ تھا۔

"ابے سالے جھوٹ بولتا ہے، تو اتر گاڑی سے، ابھی میں اس کی جیولری اتروا تا ہوں۔" اس لڑکے نے کھلے شیشے میں ہاتھ ڈال کر لاک کھولا اور بازو سے پکڑ کر زبردستی زارون کو گاڑی سے اتار لیا تھا، پیچھے کھڑے دونوں لڑکوں نے زارون کو بازوؤں سے پکڑ کر قابو کر لیا تھا۔

"دیکھو میں کہہ رہا ہوں، اسے ہاتھ مت لگانا، جو کچھ تھا تمہیں دے دیا ہے، اسے ہاتھ لگایا تو اچھا نہیں ہوگا۔" وہ بے قابو ہو کر زور سے چلایا

تھا اور خود کو چھڑانے کی بھرپور کوشش کی تھی، غصے اور بے بسی کے مارے اس کی بری حالت تھی۔

"ہاں لگاؤں ہاتھ..... بول کیا کرے گا تو..... دیکھ ہم چار ہیں اور تو ایک، اگر ابھی تیرے سامنے....." اس لڑکے نے گندی بات کہہ کر قہقہہ لگایا تھا، زارون کا سارا خون اس لمحے اس کے چہرے پہ سمٹ آیا تھا، آنکھوں سے سرخی چھلکنے لگی تھی۔

"دیکھو میں کہہ رہا ہوں، اسے ہاتھ مت لگانا، ورنہ۔" اس نے دونوں لڑکوں کو گرفت سے خود کو چھڑانے کی بھرپور کوشش کی تھی اور وہ کامیاب بھی رہا تھا، زارون خود کو چھڑاتے ہی زاریہ پہ جھکے کھڑے لڑکے پہ پل پڑا تھا، جو زاریہ کے گلے سے چین اتروانے کی کوشش کر رہا تھا، زارون نے اس لڑکے کو گھسیٹ کر زاریہ سے دور کیا تھا اور اس پہ مکوں اور لاتوں کی بارش کر دی تھی، وہ دونوں لڑکے جو کچھ دیر پہلے زارون کو پکڑے کھڑے تھے، اب اس سے اپنے ساتھی کو چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے، زارون کو ان سے لڑتا دیکھ کر زاریہ گھبرا کر گاڑی سے اتر آئی تھی، تبھی زاریہ کی سائیڈ سے کھڑا لڑکا بھاگ کر آیا تھا اور اس نے زاریہ کو پکڑ کر اس کے سر پہ پستول تان لی تھی۔

"چھوڑ دو میرے ساتھی کو ورنہ ابھی چھ کی چھ گولیاں تمہاری محبوبہ کے سر میں اتار دوں گا۔" اپنے پیچھے سے آتی آواز سن کر زارون کے ہاتھ وہیں تھم گئے تھے، اس نے بے ساختہ ہی پلٹ کر دیکھا تھا تو وہ لڑکا زاریہ کو بازو سے تھامے اس کے سر پہ پستول تانے کھڑا تھا، زاریہ کی شال اس کے قدموں میں گر چکی تھی اور دوپٹہ سائیڈ پہ جھول رہا تھا، اس کی آنکھوں میں اس لمحے بے تحاشہ خوف تھا اور چہرہ زرد ہو چکا تھا، وہ اس وقت کسی خوف زدہ ہرنی کی مانند اس کی طرف دیکھ رہی تھی کہ زارون اسے بچائے گا، اسے یقین تھا، پورا بھروسہ تھا۔

"زارون!" وہ ابھی فقط دو قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اس نے زاریہ کی کانپتی لرزتی آواز میں چیخ سنی تھی، اسے سمجھ نہیں آتا تھا کیونکہ جو لڑکا زاریہ پہ پستول تانے کھڑا تھا اس نے تو گولی چلائی نہیں تھی تو زاریہ چیخی کیوں تھی۔

"زارون..... پیچھے دیکھو۔" زاریہ کی آواز اس لمحے مارے ڈر کے پھٹ سی گئی تھی، زارون آنکھوں میں حیرانگی بے ساختہ پیچھے کو پلٹا تھا، وہ لڑکا جس سے کچھ دیر پہلے زارون لڑ رہا تھا، وہ پیچھے سے اس پہ پستول تانے کھڑا تھا اور زارون جیسے ہی پلٹا تھا اس نے ٹریگر دبا دیا تھا، ایک شعلہ سا چمکا تھا، لیکن شکر تھا کہ زارون کے حواس نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا تھا، وہ بے ساختہ ہی نیچے جھکائی دے گیا تھا، مگر اس چمکتے ننھے شعلے نے اپنا کام کر دیا تھا، فضا میں ایک نسوانی چیخ گونجی تھی اور زارون کے حواس خطا کر گئی تھی، زارون کی طرف آنے والی گولی زاریہ کے سینے میں عین دل کے مقام پہ پیوست ہو چکی تھی، اس کا سفید لباس تیزی سے سرخ ہو رہا تھا، اس کے بے جان ہوتے وجود کو اس لڑکے نے تیزی سے زمین پہ ڈالا تھا اور پھر آن کی آن میں وہ چاروں لڑکے بائیک پہ بیٹھ کر فرار ہو چکے تھے، اپنی جگہ ساکت کھڑے زارون نے اس لمحے اپنی تمام تر توانائیاں جمع کیں تھیں اور روڈ کراس کر کے اس تک پہنچا تھا، جس کا سرخ دوپٹہ اس کے اپنے ہی خون میں میرون سا ہو رہا تھا، اس کے اردگرد خون کا گاڑھے سرخ خون کا تالاب سا بن گیا تھا۔

"زاریہ..... آنکھیں کھولو زاریہ..... زاریہ۔" زارون گھٹنوں کے بل اس کے پاس

بیٹھا تھا، اس کی سانس چل رہی تھی مگر آنکھیں بند تھیں، وہ زندہ تھی، سانس لے رہی تھی، وہ بے چینی سے اسے پکارنے لگا تھا۔

"زاریہ آنکھیں کھولو نا، دیکھو پلیز، اٹھو نا، میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، پلیز اٹھو زاریہ۔" زارون نے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا تھا اس کے گال تھپتھپائے تھے، جو اس لمحے سرد سے پڑنے لگے تھے، آس پاس کتنی ہی گاڑیاں گزریں تھیں، مگر کوئی بھی رکا نہیں تھا، مدد کو نہیں آیا تھا، یہ سوچ کر کہ یہاں تو ایسے واقعات زور ہوتے ہیں، کون رک کر اپنا وقت ضائع کر کے اور خطرہ مول لے، مطلب ہم اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ کسی انسانی جان کا خون دیکھ کر بھی ہمارا دل نہیں کانپتا، یہ بھی نہیں سوچتے کہ وہ کسی کے لئے کس قدر قیمتی ہوگا۔

"زاریہ..... زاریہ۔" زارون کے ہاتھوں پہ اس کا خون لگ چکا تھا، اس کی آنکھوں کے سامنے اب دھندسی چھانے لگی تھی، یہ کیا ہو گیا تھا، یہ کیا ہو رہا تھا، اس کے اپنے حواس بھی کھونے لگے تھے، اس کے وجود میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ اس کو اٹھا کر گاڑی میں ڈال لیتا، کتنے ہی پل یوں ہی گزر رے تھے، بالآخر ہمت کر کے وہ اٹھا تھا، اس نے اپنے کوٹ کی آستین سے اپنے آنسو صاف کیے تھے اور اس کے بے جان ہوتے وجود کو اپنی بانہوں میں کسی متاع کی طرح اٹھا لیا تھا، اس کا سرخ دوپٹہ خون میں لت پت بھاری سا ہو کر اس کے پہلو میں لٹک رہا تھا، اس کے کانوں کی ستہ رنگی بالیوں میں سے ایک وہیں روڈ پہ گر گئی تھی، زارون کی سفید شرٹ اس وقت سرخ ہو چکی تھی، اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے، اس کا دل بہت تیز دھڑک رہا تھا، لیکن اسے ہمت کرنی تھی، وہ اپنی زاریہ کو ایسی حالت میں یہاں نہیں چھوڑ سکتا تھا، وہ کسی غیبی مدد کا انتظار نہیں کر سکتا تھا، یہ سب اس کی غلطی تھی نہ وہ اس لڑکے کے منہ لگتا اور نہ یہ سب ہوتا، وہ خود پہ خفا ہوتا گاڑی تک پہنچا تھا، اس نے زاریہ کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ احتیاط سے لیٹا دیا تھا اور اس کی خون آلود شال اس پہ ڈال دی تھی، اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تو اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، اسٹیرنگ بار بار اس کے ہاتھوں سے چھوٹ جاتی تھی، اس کی آنکھوں سے دھندسی ہی نہ تھی، مگر وہ پھر بھی گاڑی چلا رہا تھا، اپنی پرواہ کیے بغیر، کیونکہ اسے زاریہ کو بچانا تھا، اگر زاریہ کو کچھ ہو جاتا تو وہ خود کیسے زندہ رہ پاتا، منٹوں کا سفر اسے جیسے صدیوں کا گھنٹوں کا بن گیا تھا، وہ بس گاڑی چلائے جا رہا تھا، اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا کہ وہ دو ہاسپٹل پیچھے چھوڑ آیا تھا، اسے ہاسپٹل مل ہی نہیں رہا تھا، وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتا تھا، جہاں وہ نیم جان سی پڑی تھی اور خون ابھی بھی اسی طرح بہہ رہا تھا اور اب گاڑی میں پچھلی پرفیوم کی خوشبو پہ خون کی باس حاوی ہونے لگی تھی، اس کا دماغ پھٹ رہا تھا، اسے زاریہ کو کسی طرح ہاسپٹل پہنچانا تھا، مگر ہاسپٹل مل ہی نہیں رہا تھا، اس نے آنکھیں صاف کر کے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی تھی، تبھی اسے سامنے ایک بڑی سی ہاسپٹل کی عمارت نظر آئی تھی، وہ تیزی سے گاڑی اندر لے آیا تھا۔

☆☆☆

زاریہ کو ایمرجنسی میں لے جایا گیا تھا، اس کا آپریشن ہو رہا تھا، ڈاکٹرز نے پہلے تو کیس لینے سے منع کر دیا تھا، مگر پھر زارون کی حالت اور زاریہ کے لمحہ بہ لمحے بے جان ہوتے وجود نے ان کے دل میں رحم ڈال دیا تھا، وہ آپریشن کرنے کو تیار ہو گئے تھے، زارون وہیں ایک کونے میں دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا، نگاہیں آپریشن تھیٹر

کے دروازے پہ لگے سرخ بلب پہ تھیں، اس لمحے اس کے وجود، اس کے دل، اس کے لبوں، حتیٰ کہ اس کے روم روم سے یہی دعا نکل رہی تھی کہ کسی طرح زاریہ ٹھیک ہو جائے، اسے کچھ نہ ہو، اس کا زرد چہرہ اور خون میں لت پت وجود نگاہوں سے ہٹتا ہی نہ تھا۔

"یہ سب میری غلطی ہے، مجھے اس کی بات ماننی ہی نہیں چاہیے تھی، سب میرا قصور ہے، نہ وہ کال سننے کو گاڑی روکتا نہ وہ لوگ ہمارے پیچھے آتے اور پھر اس لڑکے سے الجھنا، سب میری غلطی ہے۔" وہ بے بسی سے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

تمام مناظر نگاہوں کے سامنے کسی فلم کی مانند چل رہے تھے، زاریہ کی تکلیف کا سوچ کر ہی اسے کچھ ہو رہا تھا، وہ جو ایک انجکشن لگوانے سے ڈرتی تھی، اس وقت کتنی تکلیف میں آپریشن ٹیبل پہ ہے۔

"یا اللہ..... میں کیا کروں۔" اس نے بے بسی کے مارے دیوار پہ مکا مارا تھا۔

"آپ اس لڑکی کے ساتھ ہیں جسے گولی لگی ہے۔" تبھی اسے اپنے پیچھے کسی کی آواز سنائی دی تھی، وہ آنکھوں کو آستین سے صاف کرتا پیچھے کو مڑا تھا۔

"آپ پلیز بیٹھ جائیں، حوصلہ کریں، آپ تو خود بھی زخمی ہیں، آئیں میں آپ کی ڈریسنگ کر دیتی ہوں۔" اس کے اثبات میں سر ہلانے پہ نرس نے اس کی حالت دیکھ کر کہا تھا۔

واقعی اتنی دیر سے اسے احساس ہی نہیں ہوا تھا کہ وہ خود کس حالت میں ہے، اس کی دائیں ابرو سے خون کی ایک باریک لکیر نکل کر اس کی گردن تک چلی گئی تھی اور بائیں جبڑے پہ نیل کا واضح نشان تھا، اس کے ہاتھوں پہ خراشیں تھیں اور کپڑے بھی خون آلود تھے۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں، آپ پلیز اندر جا کر اسے دیکھیں۔" اسے اس لمحے صرف زاریہ کی پروا تھی اور کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔

"اندر آپریشن ہو رہا ہے، انشاء اللہ وہ ٹھیک ہو جائیں گی، آپ میرے ساتھ آئیے آپ کو بھی ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے۔" نرس نے پھر سے اسے سمجھانا چاہا تھا، اسے اس لڑکے سے ہمدردی ہو رہی تھی، وہ کس قدر لٹا پٹا سا کھڑا تھا، جیسے سب گنوا آیا ہو اور کچھ اس کی ڈیوٹی کا بھی تقاضہ تھا۔

"میں نے کہا نا، میں ٹھیک ہوں، مجھے کچھ نہیں کروانا ہے، آپ جا کر زاریہ کو ٹھیک کریں، پلیز، مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔" غصے اور بے بسی سے اس کے لہجے میں درشتگی در آئی تھی۔

"عجیب آدمی ہیں آپ، ٹھیک ہے کچھ مت کروائیں مگر بیٹھ جائیں، اپنی فیملی میں سے کسی کو بلوائیں، کیونکہ آپ کی اپنی حالت بہت خراب ہے۔" نرس نے مزید اس سے بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا اور مشورہ دے کر وہاں سے چلی گئی تھی، ہوتا ہے اکثر ایسا مریضوں کے ساتھ آنے والے اکثر ہی اسٹریس میں آ کر ایسا بی ہیو کر جاتے ہیں۔

"فیملی..... گھر۔" تبھی اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا، اسے گھر انفارم کرنا چاہیے تھا۔

"وہ سب سے کیا کہے گا، وہ آمنہ پھپھو کا سامنا کیسے کرے گا، وہ ان کی بیٹی کی حفاظت نہیں کر سکا تھا اور اس کی سالگرہ والے دن اسے موت کی دہلیز پہ لے آیا تھا۔" یہ سوچ اس لمحے گویا اس کے وجود سے جان نکال لے گئی تھی، کتنے ہی لمحے وہ سر تھامے بینچ پہ بیٹھا رہا تھا، آپریشن تھیٹر کا سرخ بلب ابھی بھی جل رہا تھا، چند لمحوں بعد وہ اپنی تمام تر ہمتیں جمع کر کے سامنے بنے ریسپشن تک آیا تھا، اس کا وجود لرز رہا

تھا، اس بھرپور توانا مرد کی ٹانگیں اس لمحے کانپ رہی تھیں، اس نے لرزتی انگلیوں سے کاؤنٹر پہ رکھے فون سے گھر کا نمبر ڈائل کیا تھا، ایک بار دو بار تین بار مگر فون مل کر ہی نہیں دے رہا تھا، اس نے تھک کر ریسیور واپس کریڈل پہ رکھ دیا تھا، سارے نمبرز ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے، اسے اپنے گھر کا نمبر یاد نہیں آ رہا تھا، چوتھی بار نمبر ملانے پہ رنگ جانے لگی تھی۔

"ہیلو بابا۔" دوسری طرف سے آتی ابراہیم حیدر کی آواز سن کر وہ خود پہ لگائے تمام ضبط کے بندھن توڑ بیٹھا تھا۔

☆☆☆

"بھئی آج کھانا سچ میں بہت مزیدار بنا تھا، مزہ آ گیا کھا کر، اللہ تیرا شکر ہے تو نے پیٹ بھر کر کھانا نصیب کیا، شکر الحمدللہ۔" ابراہیم حیدر نے کھانا ختم کر کے شکر ادا کرتے ہوئے ساتھ ہی تعریف بھی کی تھی۔

"بھئی بیگم اب اچھی سی چائے پلوائیں تاکہ کھانے کا مزہ دوبالا ہو۔" انہوں نے ٹیبل پر سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"جی ابھی بناتی ہوں۔" وہ خوشدلی سے کہہ کر ٹیبل سمیٹنے لگی تھیں، تبھی لاؤنج میں رکھے لینڈ لائن فون کی بیل بجی تھی۔

"یا اللہ خیر۔" جانے کیوں آمنہ کا دل فون کی بیل سن کر لرزا تھا۔

پتہ نہیں کیا بات تھی، ان کا دل بے حد بے چین ہو رہا تھا، جیسے کچھ ہونے والا ہو، کوئی بڑی خبر، ان سے تو ٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھایا گیا تھا، بس بھائی بھابھی کا ساتھ دینے کو بیٹھ گئیں تھیں، راحم اور نگین کھانا کھا کر اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔

"زونی کیا بات ہے بیٹا، کیا ہوا ہے، تم رو کیوں رہے ہو۔" دوسری طرف سے آتی زارون کی آواز سن کر وہ پریشانی سے بولے تھے، وہ بمشکل بول پا رہا تھا، اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے بھائی صاحب سب خیر تو ہے نا۔" آمنہ تیزی سے اٹھ کر ان کے پاس چلی آئیں تھیں، صالحہ بھی پاس آ کھڑی ہوئیں تھیں، انہوں نے دونوں کو اشارے سے چپ رہنے کو کہا تھا۔

"زارون تم کہاں ہو بیٹا، زاریہ کہاں ہے، تم دونوں ٹھیک ہو نا، سب خیریت ہے نا۔"

"بابا کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے، آپ بس جلدی سے آ جائیں، میں بہت اکیلا ہوں، مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" زارون کی آواز اس لمحے خوف سے لرز رہی تھی۔

"اچھا تمہارے نزدیک کوئی ہے اسے فون دو۔" بابا کے کہنے پہ اس نے سامنے کھڑی اسٹاف نرس کو فون تھما دیا تھا، وہ کافی دیر سے وہاں کھڑی زارون کی حالت دیکھ رہی تھی، اس نے ریسیور تھام کر ساری تفصیل ابراہیم صاحب کو بتا دی تھی، جسے سن کر ان کے پیروں تلے سے زمین ہی نکل گئی تھی اور ساتھ ہی انہیں جلد یہاں پہنچنے کی تاکید کی تھی۔

"ہم آ رہے ہیں زونی، تم گھبراؤ مت، حوصلہ رکھو میرے بچے، میں بس ابھی آ رہا ہوں۔" بات ایسی تھی کہ ان کا اپنا دل اس لمحے قابو میں نہیں رہا تھا، مگر اس وقت خود کو سنبھالنا بے حد ضروری تھا، ورنہ باقی سب کو کون سنبھالتا۔

"آمنہ تم میرے ساتھ آؤ اور صالحہ آپ بچوں کے پاس رہیں۔" انہوں نے بہت حوصلے سے دونوں کو ساری بات بتائی تھی، جسے سن کر آمنہ تو حواس چھوڑ بیٹھیں تھیں اور قریبی صوفے پہ ڈھے گئیں تھیں، تو ان کے دل کی پریشانی بے جا

نہ تھی۔

"آمنہ سنبھالو خود کو، زاریہ کو اس وقت تمہاری ضرورت ہے، انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا، اٹھو حوصلہ کرو۔"

جب تک وہ ٹیکسی لے کر آئے، تب تک صالحہ آمنہ کو تسلی دیتی رہیں تھیں، حالانکہ خود بچوں کا سوچ کر ازحد پریشان تھیں، دل اڑ کر زارون کے پاس پہنچنے کو کر رہا تھا، مگر مجبور تھیں کہ اتنی رات گئے راحم اور نگین کو کس کے پاس چھوڑتیں، ابراہیم حیدر آمنہ کو لے کر ہاسپٹل پہنچے تو سامنے ہی لٹا پٹا زارون آپریشن تھیٹر کے باہر دیوار سے ٹیک لگائے مضطرب سا کھڑا تھا، اس کی دائیں ابرو سے خون نکل کر اس کی گردن پہ جا کر سوکھ گیا تھا اور بائیں جبڑے پہ نیل کا نشان اب دور سے ہی واضح نظر آ رہا تھا، اس کی حالت بہت خراب تھی، ابراہیم حیدر کو اسے اس حالت میں دیکھ کر کچھ ہونے لگا تھا، ان کے دل کو تکلیف ہو رہی تھی، اسے یوں دیکھ کر، وہ اکیلا تنہا، کتنا کچھ سہہ آیا تھا اور وہ بھی اس کے لئے جسے وہ دنیا میں سب سے زیادہ چاہتا تھا، اس کو اتنی تکلیف میں دیکھنا کیسا تھا، یہ اس وقت کوئی بھی زارون کی حالت دیکھ کر اندازہ لگا سکتا تھا۔

"زونی!" انہوں نے چند قدم دور سے ہی اسے پکارا تھا۔

"بابا!" باپ کو سامنے دیکھ کر اس میں جیسے کسی نے نئی روح پھونک دی تھی، وہ بے ساختہ ہی آ کر ان سے لپٹ گیا تھا۔

"بابا..... زاریہ..... وہ بہت تکلیف میں ہے بابا، یہ سب میری غلطی ہے، یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔" وہ بے ربط بولتا، ڈرا سہما سا اس وقت ان کے کندھے سے لگا ضبط کے تمام بندھن کھو بیٹھا تھا، وہ اس کی پشت کو سہلاتے ہوئے اسے حوصلہ دے رہا تھا، اسے سنبھال رہے تھے، سمجھا رہے تھے، آمنہ نڈھال سی پاس پڑے بینچ پہ بیٹھیں تھیں، ان کا دل پھٹ رہا تھا، پورا راستہ وہ روتی ہوئی بیٹی کی سلامتی کی دعائیں مانگتی آئیں تھیں، شوہر کو تو وہ بہت کھو چکیں تھیں، مگر اب اکلوتی بیٹی کو کھونے کا حوصلہ نہیں تھا ان میں، وہ تو اس لمحے کو کوس رہیں تھیں، جب انہوں نے اسے زارون کے ساتھ باہر جانے کی اجازت دی تھی، ڈانٹ ڈپٹ کر منع کر دیتیں، وہ روٹھتی پھر مان جاتیں، مگر آج یہ دن تو نہ دیکھنا پڑتا نہ، زارون سے کیا کہتی اس کی اپنی حالت بہت خراب تھی، بس اللہ سے دعا ہی کر سکتیں تھیں، سو کر رہیں تھیں، مگر بعض دعائیں بعض اوقات عرش سے ٹکرا کر واپس بھی آ جاتیں ہیں، شاید وہ بھی ایسا ہی وقت تھا۔

☆☆☆

تین گھنٹے کے جان لیوا انتظار کے بعد آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا تھا اور ڈاکٹر باہر آئے تھے، مگر ان کے چہرے پہ کوئی ایسے خوش کن تاثرات نہیں تھے، زارون کا دل انہیں دیکھ کر بے اختیار دھڑکا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب میری بیٹی کیسی ہے اب۔"

ابراہیم حیدر فوراً ہی ان کے پاس پہنچے تھے۔

"گولی تو ہم نے نکال دی ہے، مگر چونکہ خون بہت بہہ گیا ہے اس لئے مریض کی حالت بہت خراب ہے اور دوسرا یہ کہ گولی جس جگہ لگی ہے اس سے دل کو کافی نقصان پہنچا ہے، جس سے خون کی ترسیل میں کافی رکاوٹ ہو رہی ہے، آپ دعا کریں اگلے چوبیس گھنٹے بہت اہم ہیں۔" ڈاکٹر نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر انہیں حوصلہ دینے کے ساتھ ساتھ پوری بات وضاحت سے انہیں بتا دی تھی تاکہ وہ ہر قسم کی

صورتحال کے لئے تیار رہیں۔

"یااللہ رحم، میری بچی۔" آمنہ ڈاکٹر کی بات سن کر بالکل ہی ڈھے گئیں تھیں، ان کی آنکھوں سے سیل رواں تھا، ابراہیم حیدر تھکے تھکے انداز میں ان کے پاس ہی بیٹھ گئے تھے یہ کیا ہو گیا تھا، ان کے گھر کو ان کے بچوں کو کس کی نظر لگ گئی تھی کہ آن کی آن میں سب بدل کر رہ گیا تھا، زارون پاس ہی بالکل سن سا بیٹھا تھا، اس کے اندر احساس جرم بڑھتا جا رہا تھا، چوبیس گھنٹے چوبیس صدیاں بن کر گزرنے والے تھے اور ساتھ ہی یہ خیال کسی آسیب کی طرح ان کا سایا کیے ہوئے تھا کہ چوبیس گھنٹے کے بعد کچھ بھی ہو سکتا ہے، ان وقت ان تینوں کے پاس ایک دوسرے کو تسلی دینے کے لئے بھی الفاظ نہیں تھے اور نہ ہی ہمت، گھڑی کی سوئیاں جیسے اس لمحے ایک جگہ رک گئیں تھیں، ان کی دھڑکنوں کی طرح۔

☆☆☆

اگلی صبح زاریہ کو آئی سی یو میں شفٹ کر دیا گیا تھا، ڈاکٹرز کے مطابق وہ ابھی بھی مکمل طور پہ خطرے سے باہر نہیں تھی، اس لئے اسے ابھی بھی انڈر آبزرویشن رکھا گیا تھا، سینے میں گولی جس اینگل سے لگی تھی اس سے دل کے ایک حصے کو کافی نقصان پہنچا تھا اور بلڈ ٹرسیل میں پرابلم ہو رہی تھی، ڈاکٹرز اپنی پوری کوشش کر رہے تھے، صالحہ بھی صبح ہوتے ہی راہم اور نگین کو ساتھ لے کر ہاسپٹل آن پہنچی تھیں اور سامنے بینچ کے کنارے پہ بیٹھے زارون کو دیکھ کر ان کا دل پھٹنے لگا تھا، اس نے کوٹ اتار کر سائیڈ میں رکھا ہوا تھا اور اندر اپنی اسکائی بلیو شرٹ خون آلود تھی، کل جب وہ تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلا تھا تو کس قدر شاندار لگ رہا تھا، عام روٹین میں وہ کم ہی سوٹ وغیرہ پہنتا تھا، کبھی کبھار بس خاص موقعوں پہ، مگر آج وہ پہلی بار اس طرح کے کسی ڈنر پہ جا رہا تھا، سو تیاری بھی اسی حساب سے تھی، انہوں نے کتنی ہی بار اس کی نظر اتاری تھی اور اس پر پڑھ پڑھ کر پھونکا تھا، وہ ہنستا رہا تھا، اس کے نین نقش ماں سے مشابہہ تھے، خاص کر چاکلیٹی آنکھیں اور کھڑی ناک، رنگ روپ اور قد کاٹھ باپ سے لیا تھا، وہ ایک خوبرو تو جوان تھا، حساس اور محبت بھرا دل رکھنے والا اور ماں کے لئے تو سب اولاد ہی خوبصورت ہوتی ہے، پھر چاہے وہ کسی کی بھی ہو اور اس وقت اس کا لٹا پٹا زخمی دل دیکھ کر ان کا دل پھٹ کر رہ گیا تھا، اس کی ابرو سے بہتا خون کی اب جم کر سیاہی مائل نظر آنے لگا تھا اور جبڑے پہ پڑا نیل اب سیاہ پڑ چکا تھا۔

"زونی میری جان، یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔" وہ بے ساختہ ہی اس کے قریب جا بیٹھی تھیں، زارون نے چونک کر ان کی طرف دیکھا تھا، اجنبی سی نگاہوں سے جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"امی!" چند لمحوں بعد اس کے لبوں سے سسکاری سی نکلی تھی، ماں کو سامنے دیکھ کر اس کی آنکھیں بھر آئیں تھیں۔

"امی..... امی..... وہ کل رات۔" وہ سمجھا وہ بے خبر ہیں، وہ سوکھے گلے سے بے ربط سے بولا تھا، انہیں بتانے کی کوشش کی تھی۔

"میں جانتی ہوں میری جان، تم خود کو سنبھالو، سب ٹھیک ہو جائے گا، کچھ نہیں ہو گا زاریہ کو، میرا یقین کرو، اللہ پہ بھروسہ رکھو میرے بچے۔" انہوں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اسے پرسکون کرنے کی کوشش کی تھی۔

"امی..... وہ زاریہ..... وہ بہت تکلیف میں ہے امی، پلیز آپ دعا کریں، اسے کچھ نہ ہو،

ورنہ میں ساری زندگی خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا، امی پلیز آپ دعا کریں نا۔" وہ کانپتی انگلی سے آئی سی یو کی طرف اشارہ کرتا کہہ رہا تھا، اس لہجے کیا کچھ نہیں تھا اس کے لہجے میں، انہوں نے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا، دکھ، تکلیف، احساس جرم، یہ ان کے بچے کس آزمائش میں پڑ گئے تھے، ان پہ کیا کچھ نہ گزر گیا تھا، یہ سوچ ہی ان کے وجود پہ کپکپی طاری کر دیتی تھی، اسی لمحے ابراہیم حیدر بہن کو بازو سے تھامے چلے آئے تھے، ڈاکٹرز نے ان کو دو منٹ کے لئے زاریہ سے ملنے کی اجازت دی تھی اور وہ بھی اس لئے کہ صرف دیکھ سکتے ہیں، نہ چھو سکتے ہیں، آمنہ نڈھال سی آ کر صالحہ کے برابر بینچ پر گر سی گئیں تھیں، جوان بیٹی کا لحہ لحہ موت کے قریب ہوتا وجود بھلا کون ماں دیکھ کر برداشت کر سکتی ہے، ابراہیم صاحب الگ دیوار سے ٹیک لگائے پریشان حال نڈھال سے کھڑے تھے۔

"اب کیسی ہے زاریہ، کچھ بہتری آئی۔" صالحہ نے دونوں کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا، زارون نے بھی منتظر نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا تھا، اس میں تو اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ جا کر دور سے ہی اسے دیکھ لیتا، وہ جانتا تھا کہ وہ نہیں دیکھ پائے گا، ہنستی مسکراتی شرارتیں کرتی لڑتی جھگڑتی زاریہ کو اس طرح سے موت کے دہانے پہ کھڑا وہ نہیں دیکھ پائے گا۔

"بھابھی میری بچی مر رہی ہے، میرے ہاتھوں سے پھسل رہی ہے، میں کیا کروں میرے اللہ، یہ تو نے مجھے کیسی آزمائش میں ڈال دیا ہے، میں اس کے باپ کو کیا منہ دیکھاؤں گی کہ میں اس کی بیٹی کی حفاظت نہیں کر سکی، میں کیا کروں میرے مالک، اب تو ہی کوئی معجزہ کر دے، ایک ماں پہ اپنا کرم کر دے، اسے زندگی بخش دے میرے اللہ۔"

بری طرح غم زدہ آمنہ بھیگی آواز میں بولیں تھیں، ان کا دل پھٹ رہا تھا، کلیجہ منہ کو آ رہا تھا، ایک اکلوتی بیٹی زاریہ اور اس حالت میں تھی کہ کبھی بھی کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

"حوصلہ کرو آمنہ، ڈاکٹرز کوشش کر رہے ہیں، پھر اللہ ہے نا اس سے اچھی امید رکھو، وہ انشاء اللہ ہماری زاریہ کو ہمیں لوٹا دے گا، اسی طرح ہنستا مسکراتا جس طرح وہ گئی تھی، بس تم دعا کرو حوصلہ رکھو، اس طرح سے تو تم خود کو بیمار کر لو گی۔"

صالحہ اب زارون کو چھوڑ کر آمنہ کو ساتھ لگائے بیٹھیں تھیں، انہوں نے ہمیشہ آمنہ کو بہن کی طرح سمجھا تھا، وہ نند کم سہیلی زیادہ تھی۔

"بھابھی میں کیسے حوصلہ کروں، میری بچی اتنی تکلیف میں ہے، اس پہ کیا کچھ نہ گزر گیا، اس لئے، اس لئے تو میرا دل اتنا گھبرا رہا تھا، میں نے کہا تھا نہ آپ سے کہ اس طرح بچوں کو اکیلا نہ جانے دیں، مگر کسی نے میری نہیں سنی، حالات اتنے خراب ہیں، اب میں کیا کروں، کس سے جا کر فریاد کروں، یا اللہ تو ہی سننے والا ہے، مدد کرنے والا ہے۔"

وہ صالحہ کے کندھے سے لگی پوری شدت سے رو رہی تھی اور پاس بیٹھے زارون کا احساس جرم بڑھتا جا رہا تھا۔

☆☆☆

آمنہ کو ان کی حالت کے پیش نظر ابراہیم صاحب نے ڈاکٹر کے مشورے سے ان کو آرام کا انجکشن لگوا دیا تھا، انہوں نے رو رو کر اپنا بلڈ پریشر ہائی کر لیا تھا، اب وہ ایک طرف بنے وزیٹرز روم میں سو رہی تھی اور باقی سب بھی اس وقت وہیں تھے، زارون ابھی بھی آئی سی یو کے باہر لگی بینچ پہ

اسی حالت میں بیٹھا تھا، آئی سی یو کے دروازے پہ نگاہیں ٹکائے اس کی نگاہوں میں ایک کرب تھا، تکلیف تھی، پھر وہ اٹھا تھا اور تھکے تھکے قدموں سے بھاری دروازہ دھکیل کر اندر آئی سی یو میں چلا آیا تھا، سامنے ہی وہ دشمن جان اس لمحے آنکھیں موندے چہرے پہ زردی لئے پلکیں موندے لیٹی تھی، کتنی ہی ڈرپس اس لمحے اس کے جسم سے منسلک تھیں، وہ کتنے ہی لمحے خاموشی سے وہاں کھڑا اس کے نقوش کو حفظ کرتا رہا تھا، پھر اپنا زخمی وجود لئے قریب رکھے اسٹول پہ جا بیٹھا تھا۔

"زاریہ!" دھیرے سے اس کے لب ہلے تھے، اس نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کے نازک سے ہاتھ پہ رکھا تھا، اس کے ہاتھ کی تیسری انگلی میں ابھی بھی منگنی کی انگوٹھی چمک رہی تھی، ایک کان میں وہی ستہ رنگی بالی تھی، جو اس نے اس رات پہن رکھی تھی، البتہ دوسرا کان خالی تھا۔

"زاریہ اٹھو نا یار، دیکھو ہمارے ساتھ ایسے نہ کرو، دیکھو تو سب کتنے پریشان ہیں، پلیز یوں مت کرو، اب آنکھیں کھول دو، وہ ساری باتیں، وہ سارے وعدے کیا ہوئے، تم تو کہتی تھیں، زونی مجھے بہت لمبی زندگی جینی ہے، کتنے خواب تھے جو ہم دونوں نے مل کر دیکھے تھے، پلیز ان کے پورے ہونے تک میرے ساتھ رہو، پلیز زاریہ اٹھو، دیکھو تم تو کہتیں تھیں کہ زونی میں ایسے ہی ہمیشہ تمہارے کان کھاتی رہوں گی، ایسے ہی لڑتی رہوں گی، اب دیکھو کل سے تمہاری آواز سننے کو ترس گئے ہیں ہم، امی بابا، پھپھو، راحم نگین سب بہت پریشان ہیں، ہم نہیں رہ سکتے یار تمہارے بنا، پلیز ایسے مت کرو، اور میں، میں کیا کروں گا تمہارے بنا، میں تو ایک قدم نہیں چل پاؤں گا، میں کس سے باتیں کروں گا، کس سے اپنے دل کی باتیں کروں گا، زاریہ اٹھو نا۔"

زارون کو اپنے حلق میں نمکین گولا سا محسوس ہوا تھا، اس کی آنکھوں کے سامنے پھر سے دھند چھانے لگی تھی، اسی لمحے، ہاں اس لمحے اسے لگا کہ اس کے ہاتھ کے نیچے دبے زاریہ کے ہاتھ میں حرکت ہوئی ہے اور لمبی پلکیں بھی لرز رہی تھیں۔

"زاریہ!" اس نے بے قراری سے پکارا تھا، وہ اسٹول سے اٹھ کھڑا ہوا تھا، زارون کو لگا اس وقت اس کی سانسیں قدرے تیز چلنے لگیں تھیں، وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر فوراً باہر کو بھاگا تھا اور جب ڈاکٹر کو لے کر واپس اندر آیا تو زاریہ کی سانس بے حد تیز چل رہی تھی اور اس کے وجود کو جھٹکے سے لگ رہے تھے۔

"آپ پلیز باہر جائیں۔" نرس نے اسے باہر نکال دیا تھا۔

اس کا دل قطعی نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ یہاں سے باہر جائے اس نے کتنی ہی بار مڑ کر دیکھا تھا، زارون کا دل اس لمحے بے حد تیز دھڑک رہا تھا، اس کا وجود ٹھنڈا پڑنے لگا تھا وہ وہیں باہر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا تھا، اس وقت بابا اور امی بھی پاس ہی کھڑے تھے، وہ اس کی آواز سن کر وہاں آئے تھے، ہاں پھپھو ابھی بھی دوا کے زیر اثر سو رہیں تھیں، تقریباً دس منٹ بعد آئی سی یو کا دروازہ کھلا تھا اور ڈاکٹر باہر آئے تھے، ڈاکٹر کا چہرہ دیکھ کر ہی جانے کیوں ابراہیم صاحب کے دل کو دھکا سا لگا تھا۔

"ڈاکٹر کیا ہوا ہے، اب میری بیٹی کیسی ہے۔" انہوں نے بمشکل خود پہ قابو پا کر پوچھا تھا۔

"آئی ایم سوری، شی از نو مور۔" ڈاکٹر نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا اور آگے بڑھ گئے تھے، صالحہ نے بے اختیار منہ پہ ہاتھ رکھ کر

اپنی چیخ کا گلا گھونٹا تھا، ابراہیم صاحب اگر دیوار کو تھام نہ لیتے تو تقریباً گر جاتے اور زارون وہ بس پتھرائی نگاہوں سے اس سمت دیکھ کر رہا تھا، جس طرف ڈاکٹر گیا تھا، اس کی آنکھوں میں اس لمحے بے یقینی تھی، اس کا وجود اس وقت پتھر ہو گیا تھا، سرد، بے جان پتھر۔

"یہ سامان رکھ لیں آپ۔" اندر سے نکل کر آئی نرس نے بے جان کھڑے زارون کی طرف ایک چھوٹا سا پلاسٹک کا پیکٹ بڑھایا تھا، وہ کتنی ہی دیر خاموشی سے نرس کی طرف دیکھتا رہا تھا، اس نے وہ پیکٹ لینے کو ہاتھ نہیں بڑھایا تھا، نرس ہنوز وہ پیکٹ اس کی طرف بڑھائے کھڑی تھی، اس وقت تک جب تک اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے وہ پیکٹ تھام نہیں لیا تھا، جس میں ایک ستہ رنگی بالی، زاریہ کی منگنی کی انگوٹھی اور اس کے گلے میں پہنی جانے والی چین تھی، یہ چین پھپھو کی تھی اور انہوں نے اس کے میٹرک میں پوزیشن لینے پہ اس کے گلے میں پہنائی تھی، وہ گولڈ کی باریک سی چین تھی اور اس میں ایک چھوٹا سا پرل جڑا تھا، وہ ہمہ وقت زاریہ پہنے رہتی تھی، وہ اسے بہت پسند تھی، جواب اس پیکٹ میں جگمگا رہی تھی اور اس میں جڑے پرل کا رنگ سرخی مائل سا ہو گیا تھا، زارون کو اپنے ہاتھ پسینے میں تر ہونے محسوس ہوئے تھے، اس کے دل کی دھڑکن اس لمحے تھم سی گئی تھی، اس کے وجود سے جان نکلنے لگی تھی، وہ اس پیکٹ کو دونوں ہاتھوں میں تھامے دیوار سے ٹکراتا زمین پہ بیٹھتا چلا گیا تھا۔

☆☆☆

زاریہ کے انتقال نے اس گھر کے مکینوں کے دلوں کے ساتھ ساتھ اس گھر کو بھی اجاڑ دیا تھا، ویران کر دیا تھا، آج پورا ایک ہفتہ گزر گیا تھا، مگر یوں لگتا تھا کہ جیسے آج ہی مری ہوئی ہو، یوں جوان حادثاتی موت پہ سب ہی شاک میں تھے، آمنہ پھپھو تو تب سے لے کر غشی میں تھیں، ہاسپٹل میں جب وہ سو کر اٹھیں تو ان کی دنیا اجڑ چکی تھی، وہ بار بار بے ہوش ہو جاتیں تھیں، ابراہیم ماموں الگ خود کو بہن کے سامنے مجرم سمجھ رہے تھے، وہ بھانجی کی حفاظت نہیں کر سکے تھے، وہ ہمیشہ ہی پوری فیملی کو خود ساتھ لے کر باہر جاتے تھے اور اس دن پہلی بار ان دونوں نے اس طرح باہر جانے کی فرمائش کی اور یہ حادثہ ہو گیا، راحم اور نگین سہمے سہمے سے پھرتے تھے اور صالحہ سب کو سنبھال سنبھال کر ہلکان ہو گئیں تھیں اور زارون وہ تو اپنے کمرے سے نکلا ہی نہیں تھا، پورے ایک ہفتے سے اس نے خود کو کمرے میں بند کر رکھا تھا، اس نے پلک تک نہیں جھپکی تھی، اسے ابھی تک سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ان کے ساتھ ہوا کیا تھا، ایسے اس طرح سے اچانک یہ سب کیسے ہو گیا تھا، وہ اس کی سالگرہ کا دن تھا اور اگلا دن اس کی موت کا بن گیا تھا۔

اس کی نگاہوں سے وہ مناظر ہٹتے ہی نہیں تھے، وہ بجی سنوری زاریہ، پھر خون میں نہائی زاریہ اور پھر اس کا مردہ زرد چہرہ سفید پڑتے ہونٹ، وہ آنکھیں بند کرتا تھا تو جیسے کوئی فلم سی اس کی آنکھوں کے سامنے چل جاتی تھی، وہ بے چین ہو کر آنکھیں کھول دیتا تھا، جیسے جیسے دن گزر رہے تھے، اس کا احساس جرم بڑھتا جا رہا تھا، وہ تو ڈاکو تھے، لوٹنے آئے تھے ان کا تو کام ہی یہی تھا، وہ جب اپنی جان ہتھیلی پہ رکھ کر نکلتے تھے تو بھلا دوسروں کی جان ان کے لئے کیا اہمیت رکھے گی، انہیں کیا احساس ہو گا کہ اگلا اپنے سگوں کے لئے کتنا قیمتی ہے، مگر وہ کیوں جذبات میں آ گیا تھا، وہ خود پہ کیوں قابو نہیں رکھ پایا تھا، وہ روز خود سے جنگ کرتا تھا، روز خود سے جھگڑتا

تھا، پھر تھک ہار کر زاریہ کی قبر پہ جا بیٹھتا تھا، اس نے اپنے ہاتھوں سے اسے قبر میں اتارا تھا، خود اس پہ مٹی ڈالی تھی، اسے کیونکر چین ملتا، وہ خود بھی تو کم عمر تھا، زاریہ سے صرف چند ماہ بڑا، بائیس سال عمر ہی کیا ہوتی ہے، جس میں وہ اتنا کچھ جھیل آیا تھا، وہ اندر سے بے حد ڈرا ہوا، بہت سہما ہوا تھا، اسے لگتا تھا کہ سب اس کی غلطی ہے، اس کا قصور ہے، اسے لگنے والی گولی زاریہ کو لگ گئی تھی، وہ خود کو زاریہ کی موت کا ذمہ دار سمجھتا تھا، اب پتہ نہیں اس کا قصور تھا یا نہیں، مگر وہ خود کو قصوار سمجھ رہا تھا، وہ اس کے ساتھ تھی اس کی ذمہ داری تھی، اس کی حفاظت اس کا فرض تھا، اس کا دل و دماغ اس بات کو سمجھنے کو قبول کرنے کو قطعی تیار نہ تھا کہ یہ محض ایک حادثہ تھا کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا تھا اور اسے یونہی ہی ہونا تھا، ایسے ہی لکھا تھا، اگر یہ نہیں تو کچھ اور ہوتا کوئی اور سبب کوئی اور حادثہ ہوتا مگر زاریہ کی عمر کی نقدی اب ختم ہوا چاہتی تھی، سو وہ ہو گئی، مگر اس کے دل کو کسی طور قرار نہ تھا، وہ تو جیسے دنیا تیاگ بیٹھا تھا۔

☆☆☆

ابراہیم صاحب اور صالحہ کئی دنوں سے زارون کی روٹین دیکھ رہے تھے اور از حد پریشان تھے، جانے والی جا چکی تھی مگر انہیں اب زارون کی دیوانگی سے خوف آنے لگا تھا، اس نے یونیورسٹی جانا چھوڑ دیا تھا، حالانکہ اس کا لاسٹ سمسٹر تھا مگر اسے کوئی پرواہ نہیں تھی، دوست احباب سب چھوڑ دیئے تھے، نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا، عجیب سا حلیہ بنا رکھا تھا، اس کی دائیں ابرو پہ چوٹ کا نشان ابھی بھی تھا، وہ سارا سارا دن بس زاریہ کی قبر پہ بیٹھا رہتا تھا اور صالحہ کا دل جوان بیٹے کی ایسی حالت دیکھ کر ہولتا رہتا تھا، ابراہیم صاحب نے اسے کئی بار سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ جاتا تھا، وہ اب بھی اس حادثے کا ذمہ دار خود کو سمجھتا تھا، انہیں ڈر تھا کہ اگر یہ سب یونہی چلتا رہا تو وہ کہیں خودکشی یا خود کو کوئی نقصان نہ پہنچا لے، جوان بھانجی کو کھونے کے بعد اب ان میں جوان بیٹے کو کھونے کی ہمت نہیں تھی، سو انہوں نے بیگم کے مشورے سے ایک فیصلہ لیا تھا۔

زارون کو یہاں سے دور بھیجنے کا فیصلہ اور سنجیدگی سے بہت خاموشی کے ساتھ اس پہ عمل درآمد بھی شروع کر دیا تھا، مگر اس طرح سے کہ زارون کو اس سارے معاملے کی کوئی خبر نہ تھی اور یوں بھی اسے کئی دنوں سے اپنے اردگرد کی کوئی خبر نہیں تھی، وہ صبح گھر سے نکلتا تھا اور رات گئے گھر آتا تھا اور پورا دن وہ کہاں گزارتا تھا، وہ اچھی طرح جانتے تھے اور وہ اسے خود کو اس طرح تباہ کرتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

☆☆☆

"زارون یہاں بیٹھو، مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" اس رات وہ گھر آیا تو بابا لاؤنج میں ہی اس کا انتظار کر رہے تھے، وہ اپنے کمرے میں جانے لگا تو انہوں نے اسے آواز دے کر روک لیا تھا۔

"جی بابا!" وہ مدہم چال چلتا ان کے سامنے جا بیٹھا تھا، اس کے کپڑوں پہ جا بجا مٹی لگی تھی، بڑھی ہوئی شیو، بکھرے بال، سرخ آنکھیں اور ان کے گرد پڑے حلقے، کمزور جسم، وہ کہیں سے بھی پرانے والا زارون نہیں لگ رہا تھا، احساس جرم اسے اندر ہی اندر کھا رہا تھا، بابا کا اسے اس حال میں دیکھ کر دل کٹ سا گیا تھا، انہوں نے خاموشی سے ایک لفافہ اس کے سامنے ٹیبل پہ رکھ دیا تھا۔

"یہ کیا ہے بابا۔" اس نے بنا ہاتھ لگائے

حیرانگی سے پوچھا تھا۔

"تم پرسوں رات کی فلائیٹ سے میرے دوست جلال کے پاس کینیڈا جا رہے ہو اور تم انکار نہیں کرو گے، اس میں تمہارا ویزا پاسپورٹ ٹکٹ سب ہے، تمہارا لاسٹ سمسٹر میں نے یہاں سے ٹرانسفر کر دیا ہے اور وہاں جلال نے اپنی یونی میں تمہارا ایڈمیشن کروا دیا ہے، جہاں وہ خود پروفیسر ہیں۔"

"میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا بابا، آپ میرے پوچھے بغیر میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں، میں یہیں رہوں گا، کہیں نہیں جاؤں گا اور اگر آپ نے میرے ساتھ زبردستی کی تو میں یہ گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا یا خود کو کچھ کر لوں گا۔"

وہ بے انتہا غصے اور جذبات سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا، وہ آج کل یوں ہی ہر بات پہ اپنا ٹمپر لوز کر دیا کرتا تھا اور ابراہیم صاحب کو اچھی طرح اندازہ تھا کہ اگر وہ اسے یہاں سے دور نہیں بھیجیں گے تو اس کا اگلا قدم یہ ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ دن بدن دیوانگی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"زارون ..... میری جان..... یہاں بیٹھو اور میری بات سنو۔" انہوں نے بجائے غصے میں آنے کے نرم لب و لہجے میں کہا اور بازو سے پکڑ کر اسے اپنے قریب بیٹھا کر اس کے کندھے کے گرد اپنا بازو پھیلا لیا تھا، اس وقت غصہ اور جذبات معاملات کو لگاڑ سکتے تھے۔

"دیکھو بیٹا، جو ہوا وہ محض ایک حادثہ تھا، اسے یوں ہی ہونا تھا، تم خود کو قصوار نہ سمجھو، تمہاری جگہ اگر کوئی بھی ہوتا نہ تو وہ وہی کرتا جو تم نے کیا، مگر میرے بچے اب تمہارا یہ حال، یہ رویہ ہمیں دکھی کر رہا ہے، ہمارا دل چیر دیتا ہے، اپنی ماں کا سوچو، میرا سوچو، تم ہمارے بڑے بیٹے ہو، ہمارا سرمایہ، ہم کیسے اپنے سرمائے کو اس طرح سے لٹتا ہوا دیکھ سکتے ہیں، تم گھر چھوڑ دو گے، خودکشی کر لو گے تو کیا ہوگا، کیا زاریہ لوٹ آئے گی، نہیں نا، تو میری جان اپنے بوڑھے باپ کے بارے میں سوچو، میں نے بیٹی کھو دی ہے، اب جوان بیٹے کو کھونے کا بار یہ بوڑھے کندھے نہیں اٹھا سکتے ہیں، اگر تم نے یہی سب کرنا ہے نا تو پہلے مجھے اور اپنی ماں کو قبر میں اتار دو، پھر جو دل چاہے وہ کرو۔"

"بابا پلیز ایسا نہ کہیں، آپ جیسا کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا، مگر پلیز ایسی باتیں نہ کریں۔" اس نے بے ساختہ ہی ان کے دونوں ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگا لئے تھے، وہ تو اتنے دنوں سے بس اپنے ہی غم میں لگا تھا، وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ صرف اسے ہی دکھ ہے، اسے ہی تکلیف ہے، باقی سب کو تو وہ بھلائے بیٹھا تھا، بابا نے اس کی پیشانی چوم کر اسے خود میں سمو لیا تھا، زارون کے کتنے ہی آنسو اس لمحے بابا کے شفیق کندھے میں جذب ہو گئے تھے اور کمرے کے دروازے پہ کھڑی صالحہ نے یہ منظر دیکھ کر ایک آسودگی ایک اطمینان سا محسوس کیا تھا، بیٹے کو اگر زندگی کی طرف واپس لانا تھا تو اس کی عارضی دوری سہنا تھی اور انہوں نے صرف اس کی زندگی اور اچھے مستقبل کی خاطر یہ پتھر دل پہ رکھ لیا تھا، جانے سے پہلے وہ آمنہ پھپھو کے قدموں میں آ بیٹھا تھا۔

"پھپھو! مجھے معاف کر دیجئے گا، میں زاریہ کی حفاظت نہیں کر سکا، میں نے بہت کوشش کی مگر میں اسے نہیں بچا سکا۔"

اتنے دنوں میں وہ پہلی بار ان کے پاس آیا تھا، وگرنہ وہ خود کو ان سے نگاہیں ملانے کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔

"میرے بچے، تو معافی نہ مانگ، میں نے

قسمت کے لکھے کو قبول کر لیا ہے، وہ اتنی ہی عمر لکھوا کر آئی تھی، اسے اپنے باپ کے پاس جانے کی بڑی جلدی تھی سو چلی گئی، سدا کی جلد باز تھی نا، بس تو اپنا خیال رکھنا۔"

انہوں نے اس کی پیشانی چوم کر اسے خود سے لگا لیا تھا، سسکتی ہوئی آمنہ پھپھو کے سینے سے لگے زارون نے بمشکل فیصلہ کیا تھا۔

"پھپھو موت اگر اتنی سہل اور آسان ہے تو دعا کریں کہ مجھے بھی آ جائے، مجھے اس کے بغیر کچھ اچھا نہیں لگتا ہے، میں اس سے دور بھی نہیں جانا چاہتا ہوں لیکن اگر یہاں رہا تو شاید پاگل ہو جاؤں گا۔"

جس رات اس کی کینیڈا کی فلائیٹ تھی وہ کتنی ہی دیر زاریہ کے سرہانے بیٹھا رہا تھا، اس کا اگر بس چلتا تو وہ یونہی ساری زندگی گزار دیتا، وہ گزار بھی سکتا تھا، مگر اس سے جڑے کچھ لوگ تھے، کچھ رشتے تھے، جو اس پہ حق رکھتے تھے اور ان کی خاطر اسے جینا تھا، آگے بڑھنا تھا، گو کہ بہت مشکل تھا مگر دل پہ جبر کرنا تھا۔

"فی امان اللہ۔" اس نے دھندلی آنکھوں سے مٹی پہ ہاتھ پھیرا تھا اور بوجھل دل سے وہاں سے اٹھ آیا تھا، اس رات زارون حیدر کینیڈا افلائی کر گیا تھا۔

☆☆☆

پروفیسر جلال، ابراہیم حیدر کے پرانے دوستوں میں سے تھے، عرصہ ہوا فیملی کے ساتھ کینیڈا شفٹ کر گئے تھے اور وہیں یونیورسٹی میں پروفیسر تھے، ان کی رہائش یونیورسٹی کی کالونی میں ہی تھی جہاں وہ اپنی بیگم اور بچوں کے ساتھ رہائش پذیر تھے، ان کے تین بچے تھے، بڑی بیٹی کی شادی ہو چکی تھی، وہ پاکستان میں رہتی تھی، چھوٹی بیٹی یونیورسٹی میں پڑھ رہی تھی اور سب سے چھوٹا بیٹا ابھی ہائی اسکول میں تھا، زارون کی حالت نے ابراہیم حیدر کو بہت پریشان کر دیا تھا، بہت سوچ و بچار کے بعد انہیں ایک یہی حل سمجھ آیا تھا کہ اسے یہاں سے دور بھیج دیا جائے ہو سکتا ہے کہ وہ سنبھل جائے، لیکن یہاں آ کر بھی اس کا یہی حال تھا، وہ فی الحال پروفیسر جلال کے گھر میں ہی رہ رہا تھا، اس کی حالت کے پیش نظر جلال انکل نے اسے ابھی ہوسٹل نہیں بھیجا تھا، وہ عجیب غائب دماغ سا رہتا تھا، خاموش الجھا سا، کسی کام کسی بات پہ توجہ نہیں دیتا تھا، یا شاید دینا نہیں چاہتا تھا، یوں لگتا تھا کہ جیسے اسے یہاں زبردستی بھیجا گیا ہو، یونیورسٹی میں بھی اس کی پرفارمنس ایوریج سے بھی کم تھی، وہ اس کے لئے کافی پریشان تھے کیونکہ وہ ان کی ذمہ داری پہ یہاں آیا تھا، یہاں اس کے جو بداہ وہ تھے، ابھی تک انہوں نے کسی بھی بات کا ذکر ابراہیم حیدر سے نہیں کیا تھا، انہیں یہی لگا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ سنبھل جائے گا، مگر زارون کا رویہ کچھ اور ہی ظاہر کر رہا تھا، اسے پڑھائی میں حتی کہ کسی بھی کام میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔

اس صبح وہ واک کے لئے نکلے تو زارون کو بھی ساتھ لے آئے تھے، واک کے بعد وہ دونوں خاموشی سے سڑک کنارے لگے بینچ پہ آ بیٹھے تھے، زارون قریب ہی بنی چھوٹی سی کافی شاپ سے جا کر بھاپ اڑاتے کافی کے دو مگ لے آیا تھا، یہاں آج کل شدید سردی تھی اور وہ زارون کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

"تھینک یو بیٹا۔" جلال انکل کے اس کے ہاتھ سے کپ تھامتے ہوئے کہا، وہ بھی اپنا کپ لے کر ان کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا، اس کی کھڑی ناک سردی کے باعث سرخ ہو رہی تھی۔

"تمہاری پڑھائی کیسی جا رہی ہے

زارون۔" جلال انکل نے کافی کا سیپ لیا تھا۔
"ٹھیک جا رہی ہے انکل۔" اس کا انجینئرنگ کا لاسٹ ائیر تھا۔
"لیکن تمہارے پروفیسرز تو کچھ اور ہی کہہ رہے تھے اور تمہارے ٹیسٹ رزلٹس بھی میں نے دیکھے تھے۔" انہوں نے نگاہیں اس کے چہرے پہ جما دیں تھیں، وہ بنا کچھ بولے کافی پیتا رہا تھا، پھر جلال انکل نے ہاتھ میں تھامے کافی کے کپ سے کافی سامنے فرش پہ بہا دی تھی۔
"کیا تم اس کافی کو واپس کپ میں ڈال سکتے ہو زارون؟" انہوں نے حیرانگی سے اپنی طرف دیکھتے زارون سے پوچھا تھا، اس نے نا سمجھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔
"تو کیا تم گیا وقت پلٹ سکتے ہو، اسے واپس لا سکتے ہو۔"
"نہیں۔" زارون نے بے ساختہ ہی نفی میں سر ہلاتے ہوئے انہیں حیرانگی سے دیکھا تھا، بھلا یہ کیسا سوال تھا۔
"تو اس کے پیچھے کیوں بھاگ رہے ہو جو کھو گیا ہے، جو آگے تمہارا منتظر ہے اس کی طرف کیوں نہیں دیکھتے ہو۔"
انہوں نے کافی کا خالی ڈسپوزل کپ قریب رکھے ڈسٹ بن میں اچھال دیا تھا، اور نگاہیں سامنے جما دیں تھیں، جہاں سرد سا سورج نیلے آسمان پہ ٹکا سردی کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا، زارون سمجھ گیا تھا کہ وہ کس بارے میں بات کر رہے ہیں۔
"ایسا نہیں ہے انکل میں اب ٹھیک ہوں۔" اس نے ہاتھ میں تھامے ڈسپوزل کپ کے کناروں پہ انگلی پھیرتے ہوئے ان سے زیادہ اس وقت خود کو یقین دلایا تھا۔
"دیکھو زارون، میں سب جانتا ہوں بیٹا اور تمہاری تکلیف کو سمجھ سکتا ہوں، مگر بیٹا گزرا وقت بھی بالکل اس کافی کی طرح ہوتا ہے، جسے ہم چاہ کر واپس نہیں سمیٹ سکتے ہیں، سو آگے بڑھ جانا بہتر ہے، تم یہاں میری ذمہ داری ہو، یہاں پہ تمہارے ہر اچھے برے فعل کا جواب دہ میں ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ تم خود کو یوں ارزاں کرو، مجھے معلوم ہے کہ تم اپنی لائف میں اسٹڈی میں کتنے برائٹ رہے ہو، اس طرح خود کو تباہ مت کرو، تم میرے بچوں کی طرح ہو، اس لئے میں تمہیں کامیاب اور آگے بڑھتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں، مائے سن۔" جلال انکل نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے سمجھایا تھا۔
"میں سب سمجھتا ہوں انکل، سب جانتا ہوں، میں بھی آگے بڑھنا چاہتا ہوں، مگر میں کیا کروں میری نگاہ سے وہ مناظر ہٹتے ہی نہیں ہیں، مجھے لگتا ہے وہ سب میری غلطی سے ہوا، اگر اس رات میں اپنا ٹمپر لوز نہیں کرتا تو وہ سب نہیں ہوا ہوتا، میں جب کتابیں کھولتا ہوں تو مجھے ایک لفظ سمجھ نہیں آتا ہے، کلاس کا بلیک بورڈ جیسے پردہ اسکرین میں تبدیل ہو جاتا ہے، میں کیا کروں انکل میں بے بس ہوں۔" وہ اس لمحے بے بسی کی انتہا پہ تھا، بے حد الجھا، بہت بکھرا سا، بہت مشکل میں۔
"دیکھو زارون، سب سے پہلے تو اس احساس جرم کو اپنے ذہن و دل کے ہر حصے سے مٹا دو کو جو کچھ ہوا وہ تمہاری غلطی تھی، اس احساس کے ساتھ تم زندہ نہیں رہ سکتے آگے بڑھنا تو بہت دور کی بات ہے، وہ سب ایک حادثہ تھا اور اسے اسی طرح ہونا تھا، دوسری بات، یوں ہوا، کیسے ہوا، یہ نہ ہوتا، وہ ہوتا، یہ سب ہماری سوچنے والی باتیں نہیں ہیں، یہ سب اللہ کے کام ہیں اور وہ جب چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے ہو جاتا ہے اچھا یا برا

سب اور تیسری بات تمہیں تکلیف ہوگی مگر جو مر گئے ہیں ان سے زیادہ ان کی فکر کرو جو زندہ ہیں اور تمہارے لئے پریشان ہیں، سمجھ رہے ہو نا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔"

ان کے جھک کر شفقت سے پوچھنے پہ زارون نے اثبات میں سر ہلایا تھا اور پھر جلال انکل کی رہنمائی میں اس نے دھیرے دھیرے خود کو سنبھال لیا تھا، اس کا بی اے مکمل ہوا تو اس نے ماسٹرز میں ایڈمیشن لے لیا تھا اور ساتھ ہی جاب بھی کرنے لگا تھا، اس نے خود کو مصروف کر لیا تھا، مگر پھر بھی دل کے ایک کونے میں آج بھی کہیں وہ احساس جرم سر اٹھاتا ضرور تھا، ایک ٹیس سی دل میں اٹھتی تھی اور اسے بے چین کر دیتی تھی، اور وہ کتنے ہی دن پھر سے اسی کیفیت میں چلا جاتا تھا، ایسے ہی بھیگے دنوں میں اسے آمنہ پھپھو کی ڈیتھ کی خبر ملی اور یہ زاریہ کے انتقال کے محض ایک سال بعد کی بات تھی، مگر وہ نہیں جا پایا تھا کیونکہ ان دنوں اس کے ماسٹرز کے ایگزام ہو رہے تھے۔

وہ اس گزرے تمام عرصے میں بہت کم پاکستان آیا تھا، شاید ایک بار اور وہ بھی چند دنوں کے لئے، وہ جب بھی پاکستان جاتا تھا خود کو زاریہ کے پاس جانے سے نہیں روک پاتا تھا، یوں آٹھ سال کیسے گزر گئے اسے پتہ ہی نہیں لگا ایک دن اسے بابا کی بیماری کی خبر ملی انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا، وہ فوراً ہی پہلی دستیاب فلائیٹ سے پاکستان آیا تھا، پھر بابا کی طبیعت ذرا بہتر ہوئی تو اس نے واپسی کی ٹھانی کہ اب یہاں دل نہیں لگتا تھا، تب بابا نے اسے اس شرط پہ واپس جانے دیا کہ وہ جلد ہی سب کچھ سمیٹ کر ہمیشہ کے لئے واپس آئے گا اور وہ ماں باپ کے سامنے ہار گیا تھا، اس نے یہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا مگر ایک بار وہاں جا کر سب کچھ وائنڈ اپ کرنا ضروری تھا، سو وہ جلد واپس آنے کا وعدہ کر کے واپس کینیڈا آ گیا یہاں آ کر اس نے سب سے پہلے یونی میں اپنی جاب سے رائزین کیا اور اصول کے مطابق اب اسے ایک مہینے تک یہ جاب جاری رکھنا تھی تاکہ یونیورسٹی اس کا متبادل تلاش کر سکے، لیکن ابھی بس پندرہ دن ہی گزرے تھے کہ اسے بابا کی پھر سے خرابی طبیعت کا پتہ چلا، انہیں دوسرا ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور ڈاکٹرز نے انہیں بائی پاس تجویز کیا تھا، وہ اپنا اپارٹمنٹ سیل کر چکا تھا، یونی نے اس کی اچھی کارکردگی کی بنا پہ اسے پندرہ دن کا ریلیف دیا اور ویسے بھی وہ اس کا متبادل تلاش کر چکے تھے، سو اب کوئی قباحت نہ تھی، وہ جلال انکل سے مل کر واپس آنے کی تیاری کرنے لگا، جلال انکل نے اسے تمام عرصے میں اس کا قدم قدم پہ ساتھ دیا تھا، وہ شروع میں تقریباً ایک سال ان کے ساتھ ان کے گھر پہ ہی رہا پھر وہ ہاسٹل شفٹ ہو گیا تھا، وہ آج جو کچھ بھی تھا اس میں جلال انکل کی محنت اور محبت شامل تھی، جسے وہ کبھی نہیں بھلا سکتا تھا۔

لیکن جب وہ پاکستان پہنچا تو ایک قیامت اس کی منتظر تھی، آپریشن کے دوران ہی بابا کو تیسرا ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ جانبر نہ ہو سکے تھے، اب زارون کو یہیں رہنا تھا، وہ اپنی ماں اور چھوٹے بھائی اور بہن کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا، سو اس نے ایک یونیورسٹی میں عارضی طور پہ جاب کر لی، جہاں وہ ایم بی اے کے اسٹوڈنٹس کو پڑھاتا تھا اس کے علاوہ اور راحم مل کر اپنی کنسٹرکشن بھی شروع کر رہے تھے۔

☆☆☆

یونیورسٹی میں ایگزام اور سمسٹر بریک کے بعد آج پہلا دن تھا، کہر برساتی سردی کا گلابی سا

دن کہر اور دھند کے باعث سورج بھی ٹھنڈا محسوس ہو رہا تھا، کلاس ختم ہوئی تو میرب اور نگین اکٹھے ہی باہر آئیں تھیں، پھر نگین وہیں رک کر کسی کلاس فیلو سے بات کرنے لگی تو میرب یونیورسٹی کے سبزہ زار میں چلی آئی تھی، اس وقت وہاں بیٹھ کر دھوپ سینکا بہت اچھا لگ رہا تھا، وہ اس وقت بلیک جینز پہ رائل بلیو کرتا پہنے ہوئے تھی، اوپر بلیک لانگ سوئیٹر تھا اور اگلے میں بلیو اور بلیک اسٹول، اسٹپس میں کٹے بال پونی میں قید تھے، ٹانگ پہ ٹانگ رکھے ہاتھ پہ ٹھوڑی ٹکائے وہ وہیں دیکھ رہی تھی، جہاں نگین زرمین کے ساتھ کھڑی تھی۔

"ارے تم اکیلی کیوں یہاں آ کر بیٹھ گئیں۔" کافی دیر بعد نگین بھی وہیں اس کے پاس ہی چلی آئی تھی۔

"بس یونہی دھوپ میں بیٹھنا اچھا لگ رہا ہے۔" میرب نے بینچ سے اپنا بیگ اٹھا کر دوسری طرف رکھ کر نگین کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی تھی۔

"یار زرمین کے بھائی کی شادی تھی، وہ تصویریں لائی تھیں، تو میں وہی دیکھنے لگ گئی تھی۔" نگین نے پاس بیٹھے ہوئے بتایا۔

"اچھا۔" میرب نے کوئی خاص انٹرسٹ شو نہیں کیا تھا اور سرسری سا کہہ کر یونہی خاموش بیٹھی رہی تھی۔

"کیا بات ہے میرب اتنی خاموش کیوں ہو، کوئی بات ہے کیا؟" نگین نے ایک نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالی تھی۔

"نہیں تو کیا بات ہو گی بھلا، بس یہاں خاموش بیٹھنا اچھا لگ رہا ہے۔" کبھی کبھی ہوتا ہے نا ایسا کہ آپ خاموش رہنا چاہتے ہیں اور خاموشی آپ کو اچھی لگتی ہے، اس وقت میرب بھی کچھ ایسا ہی فیل کر رہی تھی، یوں بھی جاڑے کا موسم کبھی کبھار اپنے ساتھ اداسی بھی لے آتا ہے۔

"اچھا تم کہتی ہو تو مان لیتی ہوں، یار میرب گھر پہ چکر لگاؤ نہ، تم تو پھر آئیں ہی نہیں امی بھی تمہیں یاد کر رہی تھیں۔"

نگین کافی دن سے اس کے ساتھ اپنی امی کے خیالات شیئر کر کے اس کی رائے جاننا چاہ رہی تھی، وہ میرب کو بتانا چاہ رہی تھی کہ امی اسے کس حیثیت سے پسند کرنے لگیں ہیں مگر ہر بار میرب کے ری ایکشن کا سوچ کر خاموش ہو جاتی تھی، اس وقت بھی اس نے بات شروع کرنے کو گویا سرا تلاش کیا تھا۔

"میں تو اتنی بار آ چکی ہوں گی، کبھی تم بھی آنٹی کو لے کر آؤ نا یا تمہاری کوئی خاص دعوت کرنی پڑے گی۔" میرب نے الٹا اسے لتاڑا تھا، وہ کتنی ہی بار اسے کہہ چکی تھی کہ وہ آنٹی کو لے کر آئے مگر نگین ہر بار الٹا اسے ہی بلانے لگتی تھی۔

"میرب..... بات دراصل یہ ہے کہ امی تو تمہاری طرف آنا چاہ رہیں ہیں، مگر کسی اور نیت سے، پلیز تم برا مت ماننا۔" نگین نے قدرے جھجک کر ماں کے خیالات میرب تک پہنچا دیئے تھے۔

"تو کیا سرزارون مان گئے؟"

میرب کی آنکھوں میں اس لمحے ایک چمک سی ابھری تھی، جو سوال بن کر اس کے لبوں سے ادا ہوئی تھی، نگین نے بے ساختہ ہی اسے چونک کر دیکھا تھا، تو اس کے خدشے سچے تھے، میرب زونی بھائی کو پسند کرنے لگی تھی، اس میں کوئی مضائقہ نہیں تھا، مگر وہ اپنے بھائی کے خیالات کو اچھی طرح جانتی تھی، وہ آج بھی کسی اور کو زاریہ کی جگہ نہیں دینا چاہے تھے، وہ اس کے خیالوں

سے نہیں نکل سکے تھے اور نہ ہی نکلنا چاہتے تھے۔
"نہیں میرب، اصل مسئلہ یہی تو ہے نا کہ زونی بھائی شادی کے لئے نہیں مانتے ہیں، امی کی بھی یہی خواہش ہے کہ پہلے ان کی شادی ہو، مگر وہ ہمیشہ انکار کردیتے ہیں، اب امی ارحم بھائی کے لئے سوچ رہیں ہیں اور اسی سلسلے میں تمہارے گھر آنا چاہ رہیں ہیں، میں دوست بن کر پوچھ رہی ہوں میرب اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو۔" نگین نے کھل کر اس سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا، تاکہ وہ کسی آس کسی امید میں نہ رہے، اس نے بارہا میرب کی آنکھوں میں زارون کے لئے پسندیدگی دیکھی تھی، مگر نگین جانتی تھی کہ زارون کو منانا بہت مشکل ہے اور وہ اپنی دوست کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی، میرب کے وجود پہ جیسے اس لمحے نگین کا جواب سن کر مردنی سی چھانے لگی تھی، اس کی آنکھوں کی جوت یکدم ہی بجھ گئی تھی۔
"آئی ایم سوری نگین، آنٹی جب چاہیں میرے گھر آسکتیں ہیں، مگر اس سلسلے میں نہیں۔" وہ بمشکل خود پہ قابو پا کر بولی تھی اور اس کی یہ کیفیت نگین سے چھپی نہیں رہی تھی، وہ اپنی دوست کے دکھ کو محسوس کرسکتی تھی، مگر اس کے لئے کچھ کرنہیں سکتی تھی۔
"میرا خیال ہے وین آگئی ہے، اب ہمیں چلنا چاہیے۔" میرب کہتی ہوئی اٹھی اور اپنا بیگ اٹھا کر تیز قدموں سے آگے چلی گئی تھی، شاید وہ اپنے تاثرات اس پل نگین سے چھپانا چاہ رہی تھی، وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کب زارون کو اس قدر پسند کرنے لگی تھی کہ آج اس کا جواب سن کر اتنی تکلیف ہورہی تھی، نگین نے بھی خاموشی سے اس کی تقلید کی تھی۔

☆☆☆

نگین جب یونی سے گھر پہنچی تو امی خاموشی سے لاؤنج میں بیٹھیں تھیں، وہ سیدھا ان کے پاس چلی آئی تھی۔
"کیا بات ہے امی، آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" وہ پہلے ہی میرب کی وجہ سے تھوڑی اپ سیٹ تھی، کیونکہ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ وہ دونوں ساتھ ہوں اور یونی سے گھر تک کا راستہ خاموشی سے گزر جائے، اس نے پہلی بار میرب کو اتنا اپ سیٹ دیکھا تھا، گو کہ اس نے اپنے منہ سے نہیں کہا تھا کچھ بھی، مگر نگین کو اندازہ ہوگیا تھا، اور اب امی کو اس طرح پریشان اور خاموش بیٹھا دیکھ کر اس کا پریشان ہونا لازمی تھا۔
"ہاں بیٹا میری طبیعت ٹھیک ہے، تم پریشان مت ہو، بس ذرا یونہی ستانے کو بیٹھی تھی۔" انہوں نے سیدھا ہوکر بیٹھتے ہوئے کہا تھا، ان کے سامنے ٹیبل پہ دھرا چائے کا ادھ پیا کپ بتا رہا تھا کہ وہ کس قدر گہری سوچ میں تھیں، وہ عموماً اس وقت گھر پہ اکیلی ہوتیں تھیں، کل وقتی ملازمہ تھی، جو نگین کے آنے تک ان کے ساتھ رہتی تھی، مگر نگین جب بھی گھر آتی تھی تو انہیں ہمیشہ کسی نہ کسی مصروفیت میں گھرا ہی دیکھتی تھی، اس طرح سے خاموش بیٹھا ان کو پہلی بار دیکھا تھا۔
"تم جاؤ کپڑے بدلو، فریش ہو، میں کھانا لگاتی ہوں۔" وہ نگین کی پریشانی کے خیال سے نارمل سے انداز میں کہہ کر اٹھنے لگی تھیں۔
"نہیں پہلے مجھے بتائیں امی کیا ہوا ہے، اس طرح خاموشی سے یہاں کیوں بیٹھیں ہیں۔" نگین نے ان کا بازو پکڑ کر انہیں اٹھنے سے روکا تھا، وہ واپس بیٹھ گئیں تھیں۔
"آج راحم سے بات کی تھی میں نے کہ اگر زارون نہیں مانتا تو وہ ہی شادی کے لئے مان

جائے اور میرب کو بہو بنا کر لانے کی میری خواہش پوری ہو جائے مگر اس نے بھی منع کر دیا، مجھے تو لگتا ہے نگی، بیٹوں کی خوشیاں دیکھنا شاید میرے نصیب میں ہی نہیں ہے۔"

وہ بیٹی بھی تھی، دوست بھی اور راز دان بھی وہ زیادہ دیر اس سے کچھ چھپا نہیں پائیں تھیں۔

"اچھا لیکن راحم بھائی نے کیوں منع کیا۔" نگین نے الجھ کر پوچھا تھا۔

"زارون کا تو سمجھ آتا تھا، مگر اب یہ راحم کا کیا مسئلہ تھا۔"

"وہ اپنے آفس میں کسی کو پسند کرتا ہے اور اسی سے شادی کا ارادہ بھی رکھتا ہے، وہ بس اس لئے خاموش ہے کہ زارون بڑا ہے، پہلے وہ اپنی لائف میں سیٹل ہو جائے پھر وہ اپنے بارے میں سوچے گا، پر آج میں نے اس سے بات کی تو اس نے بتا دیا، اب میں پھر زیادہ اس سے کیا کہتی، کیونکہ وہ فیصلہ کر چکا ہے، اب جوان بیٹے سے زبردستی تو نہیں کی جا سکتی نا، پر مجھے اصل پریشانی زارون کی طرف سے ہے، اس نے اپنی زندگی کو روگ لگا لیا ہے، کچھ سننے سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہے۔" ان کے لہجے سے پریشانی چھلک رہی تھی اور یہی سوچیں انہیں دن رات پریشان رکھتیں تھیں، اسی وجہ سے ان کی صحت بھی گرنے لگی تھی۔

"آپ اتنا نہ سوچیں امی، پریشان نہ ہوں، سب ٹھیک ہو جائے گا، میری بھی آج سرسری سی میرب سے بات ہوئی تھی، اس نے بھی راحم بھائی کے لئے منع کر دیا ہے امی، میرا خیال ہے امی وہ زونی بھائی میں انٹرسٹڈ ہے، آپ پلیز پھر سے زارون بھائی سے بات کریں نا، ہو سکتا ہے وہ مان جائیں، امی میرب اتنی اچھی ہے، اتنی پیاری ہے، مجھے یقین ہے اس کا ساتھ زونی بھائی کے دل سے ہر پچھتاوے ہر یاد کو مٹا دے گا، آپ ایک بار ان سے پھر سے بات کریں نا پلیز۔"

نگین نے امی کے دونوں ہاتھ تھام کر انہیں تسلی دینے کے ساتھ ساتھ انہیں بتایا بھی تھا۔

"ہوں، میں پھر سے اس سے بات کروں گی، اللہ کرے کہ وہ سمجھ جائے، انشاء اللہ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔" انہوں نے نگین کے ساتھ ساتھ خود کو بھی تسلی دی تھی۔

☆☆☆

دن کیسے گزرتے چلے گئے پتہ ہی نہیں چلا تھا، یونیورسٹی میں ان کا فائنل سمسٹر آن پہنچا تھا، دو ماہ بعد امتحانات تھے، وہ یونیورسٹی جہاں کبھی زیادہ پڑھنا، اسائنمنٹ بنانا، اس کے لئے لیٹ نائٹ جاگ کر کام کرنا، پھر صبح جلدی اٹھنا، عذاب لگتا تھا، اب یہ سب ختم ہو رہا تھا تو ابھی سے یہ سب سوچ کر دل کو کچھ ہو رہا تھا، کیونکہ یہ سب باتیں یونی کے ساتھ ختم ہو جاتیں، سب اسٹوڈنٹس لائف سے نکل کر پریکٹیکل لائف میں آ جاتے اور یہ سب بس ایک سنہری یاد بن کر رہ جاتا، ایسے میں امتحانوں سے پہلے یونی کی طرف سے اسٹوڈنٹس کے لئے ناردرن ایریاز کا ٹرپ پلان کیا گیا تھا، نوٹس بورڈ پہ نوٹس لگا دیا گیا تھا، جو اسٹوڈنٹس جانا چاہتے تھے وہ اپنا نام اپنی کلاس کے سی آر کو نوٹ کروا دیں، بہت سے اسٹوڈنٹس انٹرسٹڈ تھے جانے میں، بہت سے اگنور کر کے آگے بڑھ گئے اور بہت سے دل چاہنے کے باوجود اپنا انٹرسٹ شو نہیں کر رہے تھے کہ ان کو پیرنٹس کی طرف سے اجازت کا مسئلہ تھا، خاص کر لڑکیاں اسی لئے وہ دل مسوس کر رہ گئیں تھیں، میرب اور نگین بھی ان ہی میں سے تھیں، جو یہ ٹرپ مس نہیں کرنا چاہتیں تھیں، مگر جانتی تھیں کہ پرمیشن نہیں ملے گی۔

''میرب نوٹس بورڈ دیکھا۔'' نگین نے کیفے ٹیریا میں کونے والی ٹیبل پہ بیٹھی میرب کے پاس آ کر چیئر کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں دیکھ بھی لیا اور دیکھ کر اپنا دل بھی جلا لیا۔'' وہ جلے دل کے ساتھ جلے لہجے میں بولی تھی۔

''کیوں ایسا کیا ہوا؟'' نگین نے ناسمجھی سے پوچھا تھا۔

''کیا ہوا؟ تمہیں نہیں پتہ کیا ہوا؟'' میرب نے آنکھیں گھما کر تیکھے چتون سے ابرو اچکا کر اسے دیکھا تھا۔

''جیسے کہ تمہیں فٹ سے اجازت مل جائے گی نا جانے کی، چھوڑ یار کوئی اور بات کرو، بلکہ کچھ کھانے کو منگواؤ بہت بھوک لگی ہے۔'' وہ اب لاپروائی سے دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

''کیا پتہ مل بھی جائے، ہم ٹرائے تو کر سکتے ہیں نا، ویسے بھی میرب یہ موقع یہ دن دوبارہ نہیں ملیں گے ہمیں، یونی ختم ہو جائے گی تو کیا پتہ ہم سب کہاں کہاں ہوں گے، پھر یہ موقع دوبارہ تھوڑی ملے گا، تو حرج ہی کیا ہے کہ ہم ان لمحوں کو اچھی طرح جی لیں، یادگار بنا دیں، کتنا مزہ آئے گا جب ہم سب دوست مل کر ان خوبصورت علاقوں کی سیر کو جائیں گے، جہاں کی خوبصورتی کے قصے ہم دیکھتے اور سنتے آئے ہیں ہمیشہ سے، تمہارا کیا خیال ہے۔''

نگین کا بہت دل تھا کہ وہ اس ٹرپ پہ جائے اور اگر میرب ساتھ دیتی تو شاید ان کو اجازت مل جاتی، ویسے بھی ایک کوشش کرنے میں حرج ہی کیا تھا، کم از کم دل میں افسوس تو نہ رہتا نا کہ کوشش ہی نہیں کی۔

''خیال تو اچھا ہے یار، تم کیا سمجھ رہی ہو کہ میں جانا نہیں چاہ رہی ہوں، آف کورس میں جانا چاہ رہی ہوں، مگر میری اماں کا جلالی روپ تم نے ابھی دیکھا نہیں ہے، بابا کی عدالت میں کیس بعد میں جائے گا اماں نے پہلے ہی منع کر دینا ہے۔'' میرب نے اپنی رضا مندی ظاہر کرتے ہوئے اسے بتایا تھا۔

''تو پھر ٹھیک ہے، اگر تمہارا بھی دل ہے جانے کا تو ہم ایک کوشش تو کر سکتے ہیں نا، کیا پتہ اجازت مل جائے، تم نے ٹیچرز کے نام پڑھے جو اس ٹرپ پہ ساتھ جا رہے ہیں۔'' نگین نے جوش سے اس سے پوچھا تھا، میرب نے نفی میں سر ہلا کر سینڈوچ اٹھا لیا تھا جو ابھی ابھی لڑکا رکھ کر گیا تھا۔

''ان میں زارون بھائی کا نام بھی ہے، اس لئے میں کہہ رہی ہوں کہ ہم ان کی مدد بھی لے سکتے ہیں۔'' نگین نے سامنے رکھے جوس کا گھونٹ بھر کر مسکرا کر اسے بتایا تھا۔

''اف، کہیں مان ہی نہ جائے تمہارا کھڑوس بھائی، اب تو ہمارا جانا کینسل ہی سمجھو تم سوئیٹ ہارٹ اور چپ کر کے ایگزام کی تیاری کرو۔'' میرب نے ہاتھ جھاڑ کر گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔

''اپنی طرف سے مفروضے مت بنایا کرو میرب، اگر وہ ہمارے ساتھ جانے کو مان گئے تو مجھے یقین ہے کہ امی بھی مان جائیں گی، پھر تمہارے پیرنٹس کو بھی منا لیں گے یار، پلیز نہ میرب میرا اتنا دل ہے کہ ہم دونوں جائیں، مان جاؤ نا۔'' نگین نے اسے لتاڑا تھا پھر پیار سے منانے کی کوشش کی تھی۔

''اچھا چلو ٹھیک ہے، تم پہلے اس ہٹلر کو، سوری میرا مطلب ہے کہ سر زارون کو مناؤ، میں اماں اور بابا سے بات کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔'' میرب نے روانی سے کہتے کہتے زبان

دانتوں تلے دبا کر بمشکل بات کو بدلا تھا، جس پہ نگین نے اسے گھور کر دیکھا تھا، اب وہ دونوں پلان کرنے لگیں تھیں کہ کس طرح سے بات کرنی ہے، جبکہ میرب کو پورا یقین تھا کہ نہ سر زاروں حیدر مانیں گے اور نہ ہی اس کے اماں بابا، مگر نگین پرامید تھی اور وہ نگین کی خاطر پرجوش تھی۔

☆☆☆

''ارے بھئی منصور کہاں ہو، گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے، بچے کہاں ہیں۔'' اپنے کمرے میں بیٹھے منصور احمد کے کانوں میں بڑے بھائی جہانگیر احمد کی آواز پہنچی تو وہ فوراً ہی اخبار وہیں چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل آئے تھے۔

''السلام علیکم بھائی صاحب، کیسے ہیں آپ، وہ دراصل میرب اور انس باہر مارکیٹ تک گئے ہیں، ان دونوں کو کچھ کتابیں لینی تھیں اور طیبہ شاید کچن میں ہیں، آپ آیئے نا بیٹھے۔'' منصور احمد نے انہیں تفصیلاً سب کے بارے میں بتایا تھا، وہ سلام کا جواب دے کر وہیں لاؤنج میں بیٹھ گئے تھے۔

''بھئی تمہاری بھابھی صاحبہ بھی اپنی بہن کی طرف گئی ہوئی ہیں اور لڑکے دونوں باہر تو میں نے سوچا کہ نیچے آجاؤں، بڑے دن ہو گئے ہیں یار تمہارے ساتھ گپ شپ لگائے ہوئے۔'' انہوں نے آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا، واقعی مصروفیت اتنی بڑھ گئی تھی کہ کئی کئی دن تک دونوں بھائی آپس میں مل ہی نہیں پاتے تھے اور آتے جاتے سرسری ملاقات ہو بھی جاتی تو بیٹھنے کا موقع نہیں مل پاتا تھا، آج ذرا فرصت ملی تو سوچا جا کر بھائی سے گپ شپ لگائیں۔

''بہت اچھا کیا بھائی صاحب، میں خود بھی کافی دنوں سے یہی سوچ رہا تھا، واقعی زندگی نے اس قدر مصروف کر دیا ہے کہ ہم کئی کئی دن تک ایک دوسرے سے مل ہی نہیں پاتے، آپ آرام سے بیٹھیں میں طیبہ سے کہتا ہوں کہ وہ اچھی سی چائے بنائے اور ساتھ میں آپ کے پسندیدہ کباب اور پکوڑے بھی۔'' انہوں نے پورے دل سے بڑے بھائی کی تائید کی تھی، انہیں حقیقتاً بڑے بھائی کا اس طرح سے آنا اچھا لگا تھا۔

''ہاں بھئی ضرور کہو چائے کی طلب بھی ہو رہی ہے اور کباب اور پکوڑوں کا سن کر تو بھوک بھی لگنے لگی ہے اور ہاں واپسی پہ شطرنج بھی لیتے آنا، آج ایک بازی ہو جائے۔'' انہوں نے پیچھے سے آواز لگائی تو منصور احمد مسکراتے ہوئے کچن کی طرف آئے تھے، جہاں طیبہ پہلے سے ہی بھائی صاحب کی آواز سن کر چائے کا پانی رکھ چکیں تھیں، کباب بھی فریج سے نکال لئے تھے اور اب پکوڑوں کے لئے بیسن گھول رہیں تھیں۔

''آپ چلیں، بھائی صاحب کے پاس بیٹھیں میں چائے بنا کر سب کچھ لا رہی ہوں، ان کی آواز سن کر میں نے چائے کا پانی چڑھا دیا تھا، اس لئے سلام کرنے بھی نہیں آئی۔'' طیبہ نے انہیں دیکھ کر خوشدلی سے کہا تھا، جانتی تھیں کہ وہ چائے کا ہی کہنے آئے ہیں، کیونکہ لاؤنج سے آتیں آوازیں کچن تک با آسانی پہنچ رہیں تھیں، ویسے بھی جہانگیر بھائی بہت دنوں بعد آئے تھے اور طیبہ کے ہاتھ کی چائے اور پکوڑے بے حد مرعوب تھے سو پہلے ہی تیاری شروع کر دی تھی۔

''آپ کی کیا بات ہے بیگم صاحبہ، ہمارے ساتھ ساتھ ہمارے گھر والوں کے دل میں گھر کرنا بھی خوب جانتی ہیں آپ، کہنے سے پہلے ہی بات جان لیتی ہیں، چلئے آپ چائے لے کر آیئے تب تک ہم دونوں شطرنج کی ایک بازی لگاتے ہیں۔'' وہ بیگم کو سراہتے شطرنج کا بورڈ ہاتھ

میں اٹھائے باہر نکل گئے تھے، وہ مسکراتے ہوئے اپنا کام کرنے لگیں تھیں۔

''منصور، سچ کہوں تو ایک خاص کام سے تمہارے پاس آیا ہوں، اگر تم برا نہ مانو تو تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' منصور احمد شطرنج کی چال چلتے ہوئے اپنے ہی دھیان میں گم تھے، جب بڑے بھائی کی آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

''جی بھائی صاحب، آپ حکم کریں پوچھ کیوں رہے ہیں۔'' ان کے لہجے میں بڑے بھائی کے لئے بہت مان اور احترام تھا، طیبہ بھی اس وقت ان دونوں کے پاس ہی بیٹھیں تھیں، وہ چائے لے کر آئیں تو بھائی صاحب نے بصد اصرار انہیں بھی پاس بٹھالیا تھا، شاید اس لئے کہ وہ کوئی بات کرنا چاہ رہے تھے۔

''پتہ نہیں تم لوگ کیا سوچو گے کہ اتنے دن بعد آیا بھی تو اپنی غرض لے کر مگر سچ کہوں تو برسوں پرانی دل کی خواہش ہے یہ جو آج تم لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں، امید ہے تم مایوس نہیں کرو گے۔'' جہانگیر صاحب نے خود کو ملامت کرتے ہوئے بہت مان سے چھوٹے بھائی اور بھابھی سے کہا تھا۔

''ارے نہیں بھائی صاحب آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں، آپ ہمارے بڑے ہیں، آپ جو کہنا چاہ رہے ہیں بلا جھجک ہو کر کہیے، ہمارے لئے تو اعزاز ہوگا کہ اگر ہم آپ کی خواہش کو پورا کر سکیں۔'' پاس بیٹھی طیبہ نے ان کا مان بڑھایا تھا، کیونکہ یہ حقیقت تھی کہ جٹھانی سے ان کے تعلقات کیسے بھی رہے ہوں، مگر جہانگیر بھائی صاحب نے انہیں ہمیشہ ہی بھابھی کم اور بہن بیٹی کا درجہ دیا تھا، اس لئے وہ بھی ان کی دل سے عزت کرتی تھیں۔

''وہ..... بس تم لوگوں سے ہے اسی عزت اور مان کو دیکھ کر تو آج یہاں چلا آیا ہوں۔'' انہیں چھوٹے بھائی اور بھابھی کے رویے سے تقویت ملی تھی۔

''منصور بات دراصل یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں بلکہ میری خواہش ہے کہ تم میرب کو میری بیٹی بنا دو، میرے سعد کے لئے اسے میری جھولی میں ڈال دو، میں ساری زندگی تمہارا مشکور رہوں گا۔'' بالآخر وہ اپنے دل کی بات زبان پہ لے آئے، ان کا مدعا سن کر منصور صاحب اور طیبہ کچھ دیر کے لئے بالکل ہی خاموش ہو کر رہ گئے تھے، انہیں قطعی توقع نہیں تھی کہ وہ یہ بات کرنے والے ہیں۔

''مگر بھائی صاحب، یہ کیسے ممکن ہے، کیونکہ بھابھی کبھی نہیں مانیں گی، ہمیشہ سے ان کا رجحان اس معاملے میں اپنے میکے کی طرف رہا ہے، پھر میرب ابھی پڑھ رہی ہے اور سعد بھی تو۔'' طیبہ جھجک کر خاموش ہوئیں تھیں، جٹھانی کی عادت و فطرت سے وہ اچھی طرح واقف تھیں اور انہیں اس بات کا پورا یقین تھا کہ وہ ابھی اس بات سے لاعلم ہیں کہ جہانگیر بھائی کیا چاہ رہے ہیں اور سعد وہ عادت میں بے شک فراز سے بے شک کچھ بہتر تھا، مگر ٹک کر کوئی بھی کام نہ کرنا اس کی سب سے بڑی خامی تھی، اس لئے طیبہ ان کا مدعا سن کر زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکیں تھیں کیونکہ معاملہ ان کی اکلوتی بیٹی کا تھا۔

''میں جانتا ہوں، سمجھتا ہوں، تم دونوں کیا سوچ رہے ہو، مگر میرا یقین کرو میں میرب کو اپنے گھر میں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا، وہ میری بیٹی ہے، سعیدہ کی تم فکر نہ کرو، اسے منانا میری ذمہ داری ہے اور رہا سعد تو اس کی رضا مندی سے ہی میں یہ بات کر رہا ہوں، اس کا رجحان اس

طرف ہے، اس لئے میں نے اس کے سامنے یہ شرط رکھی کہ وہ کاروبار میں میرا ہاتھ بٹائے گا، باقاعدگی سے آفس جائے گا تو ہی اس بات کو میں آگے بڑھاؤں گا اور اس نے میری بات مان لی اور اب ماشاء اللہ سے دو ماہ سے وہ سنجیدگی سے کام پہ توجہ دے رہا ہے، آفس کا سارا کام اس نے سنبھال لیا ہے۔"

تو گویا وہ مکمل تیاری کے ساتھ آئے تھے، کہ انہیں قائل کر کے ہی رہیں گے طیبہ تو فوراً ہی انکار کرنا چاہتی تھی، مگر ان کے احترام میں خاموش رہی البتہ منصور صاحب کچھ تذبذب کا شکار نظر آرہے تھے، حقیقت یہی تھی کہ وہ سعد کے مجبور کرنے پہ ہی یہاں آئے تھے، کچھ اس کی اپنی خواہش بھی تھی مگر بیگم کو بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ میرب کے لئے کبھی نہیں مانیں گی مگر کچھ وجوہات کی بنا پہ وہ سعد کی ضد کے آگے مجبور ہو گئے تھے، اب طیبہ فکرمندی سے شوہر کو دیکھ رہی تھیں کہ وہ کچھ بولتے کیوں نہیں ہیں۔

"بھائی صاحب آپ کی سب باتیں صحیح ہیں، مگر یہ سب اس طرح سے اچانک آپ نے کہہ دیا ہے کہ میری تو سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں آپ سے کیا کہوں، ٹھیک ہے سعد گھر کا بچہ ہے دیکھا بھالا ہے مگر یہ معاملات اس طرح سے تو طے نہیں ہوتے نا، اور پھر ہم نے کبھی اس طرح سے سوچا بھی نہیں ہے، پھر میرب ابھی پڑھ رہی ہے، وہ کچھ کرنا چاہتی ہے، اس سے بھی پوچھنا ضروری ہے اور بھابھی کیا ری ایکٹ کریں گی یہ بھی ہم نہیں جانتے ہیں، تو بہتر یہی ہوگا کہ ہم جلد بازی سے کام نہ لیں اور سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں، جو بھی بہتر ہو پھر جو اللہ کو منظور۔" منصور صاحب نے نہایت مناسب الفاظ میں اپنے دل کی بات بڑے بھائی کو سمجھا دی تھی، اس طرح کہ وہ بات سمجھ بھی جائیں اور انہیں برا بھی نہ لگے۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے جلدی کیا ہے آرام سے سوچو پھر جواب دو، مگر میں بہت مان سے آیا ہوں یار تمہارے پاس، مایوس مت لوٹانا، میرب میرے دل کا ٹکڑا ہے، اسے کبھی کوئی کمی نہیں ہو گی۔" وہ اتنی عاجزی سے بولے تھے کہ منصور احمد اور طیبہ شرمندہ سے ہو گئے تھے، لیکن بنا سوچے سمجھے اتنا بڑا فیصلہ یوں ایک دم سے کیا بھی تو نہیں کیا جا سکتا تھا نا۔

"ارے تایا جان السلام علیکم۔" اسی وقت میرب اور انس نے لاؤنج میں قدم رکھا تھا اور تایا کو سامنے دیکھ کر سیدھے ان کے پاس ہی چلے آئے تھے۔

"وعلیکم السلام میری جان، کیسے ہو تم دونوں۔" وہ دونوں کو دائیں بائیں بٹھائے ان سے باتوں میں مصروف ہو گئے تھے، ان دونوں کے آنے سے موضوع خود بخود ہی تبدیل ہو گیا تھا، مگر منصور احمد اور طیبہ کے لئے سوچوں کے نئے در کھول گیا تھا۔

☆☆☆

آج اتوار تھا، اس لئے سبھی لوگ گھر پہ تھے، شام کے وقت چائے کا مگ تھامے زارون بڑے آرام دہ انداز میں پرسکون سا بیٹھا ٹی وی پہ کوئی ٹاک شو دیکھ رہا تھا، مگر کن کھیوں سے وہ کتنی ہی بار دیکھ چکا تھا کہ نگین بہانے بہانے سے لاؤنج کا کتنی ہی بار چکر لگا چکی ہے اور زارون اچھی طرح جانتا تھا کہ نگین ایسا تبھی کرتی ہے جب اسے بھائی سے کوئی ایسی بات کرنا ہو جس کے نہ ماننے کا اندیشہ ہو، وہ اس کی چھوٹی بہن تھی اور اس کی عادات سے اچھی طرح واقف تھا۔

"نگی۔" جب وہ پانچویں بار لاؤنج سے گزری تو زارون نے اسے آواز دی تھی۔

"جی بھائی، کچھ چاہیے۔" وہ فوراً ہی پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

"مجھے تو کچھ نہیں چاہیے، تم بتاؤ، تمہیں کیا پرابلم ہے، کیا چاہیے کیا کہنا ہے، جو اتنی دیر سے لاؤنج کے چکر لگا رہی ہو۔" زارون نے بنا کوئی تمہید باندھے ڈائریکٹ اس سے پوچھا تھا، نگین جانتی تھی کہ وہ اسے نوٹس کر رہا ہے اور سمجھ بھی چکا ہے کہ وہ اس سے کچھ کہنا چاہ رہی ہے، مگر پھر بھی وہ اس وقت کچھ گھبرا سی گئی تھی، بڑے بھائی سے ویسے بھی وہ دونوں تھوڑے دبتے تھے۔

"وہ بھائی، آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔"

"وہ تو مجھے پتہ چل ہی گیا ہے کہ کوئی بات کرنی ہے مگر کیا بات کرنی ہے اب یہ بھی بتا دو، تاکہ تمہاری بے چینی ختم ہو اور میری پریشانی بھی۔" زارون نے چائے کا خالی مگ سامنے ٹیبل پر رکھا تھا اور ٹی وی کی آواز میوٹ کر کے ریموٹ سائیڈ میں رکھ دیا تھا، مطلب اب وہ مکمل طور پہ نگین کی طرف متوجہ تھا اور اس کی یہ مکمل توجہ نگین کو اور کنفیوژ کر گئی تھی۔

"نگی۔" زارون نے اسے خاموش پا کر سرزش کی تھی، جواباً دھیرے دھیرے نگین نے اپنا مدعا اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

"ہوں تو یہ بات ہے، لیکن نگین اس نوٹس سے تو میں نے اگلے ہی دن اپنا نام نکلوا دیا تھا تم نے شاید پھر دیکھا نہیں، کیونکہ تم جانتی ہو کہ مجھے ایسی چیزوں میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے اور دوسرا اہم کام مجھے ان ہی دنوں میں آفس کے کام کے سلسلے میں اسلام آباد جانا ہے، سو میں تو نہیں جا رہا ہوں اور تم اپنا جانا بھی کینسل سمجھو کیونکہ امی نے کبھی بھی تمہیں ایسے کسی ٹرپ پہ جانے کی اجازت کبھی نہیں دینی ہے، تو بیٹا اچھے بچوں کی طرح آپ صرف اپنی پڑھائی کی طرف توجہ دیں اور ایگزام کی تیاری کریں، آئی سمجھ۔" زارون نے نہایت وضاحت سے اسے سمجھایا تھا اور وہ سچ ہی کہہ رہا تھا اسے جانے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور دوسرے واقعی وہ ان ہی دنوں اپنے کام میں مصروف تھا اور ایک میٹنگ کے لئے اسلام آباد جا رہا تھا۔

"بھائی پلیز بھائی، اگر آپ جائیں گے نا تو مجھے اور میرب کو بھی آسانی سے اجازت مل جائے گی، پلیز مان جائیں نا، وہ میرب ویسے ہی کہہ رہی تھی کہ آپ کبھی نہیں مانیں گے، مگر میں نے کہا کہ میں آپ کو منا لوں گی، آپ کہیں گے تو امی بھی مان جائیں گی اور آفس کے کام کے لئے راحم بھائی کو بھیج دیں نا، پلیز بھائی۔"

وہ منت بھرے انداز میں اس کا بازو تھامے کہہ رہی تھی، دراصل وہ جانے میں اس لئے بھی اس قدر دلچسپی لے رہی تھی کیونکہ وہ جان گئی تھی کہ میرب زارون میں انٹرسٹڈ ہے اور امی اور نگین کی خواہش بھی یہی تھی کہ زارون میرب کے لئے مان جائے مگر زارون امی کو اس شادی کے لئے منع کر چکا تھا، اس لئے وہ چاہتی تھی کہ وہ تینوں اس ٹرپ پہ جائیں تاکہ اس طرح سے زارون اور میرب کو شاید موقع مل سکے ایک دوسرے کو سمجھنے کا اور زارون مان جائے میرب کے لئے، اس طرح ان کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی اور میرب کو بھی اس کی چاہت مل جائے گی، مگر زارون مانیں تب نا۔

"اچھا تو یہ خناس اس بے وقوف لڑکی نے تمہارے دماغ میں بھرا ہے، اب سمجھا میں، میں تم لوگوں کے ساتھ جا کر اپنا وقت برباد کروں اور راحم کو آفس کے کام سے بھیج دوں اور امی، امی کا سوچا ہے تم نے وہ اکیلی کیسے رہیں گی۔" زارون نے میرب کو موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے اسے ڈپٹا

تھا، کیونہ اسے میرب سے اس بے وقوفی کی امید تھی مگر نگین سے نہیں مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ اس بار یہ خناس سراسر نگین کے دماغ میں سمایا ہے، وہ بھی اپنے پیارے بھائی اور عزیز دوست کی خوشیوں کی خاطر، لیکن اس وقت اس کی بات سن کر نگین بھی چپ کر گئی تھی، واقعی یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں بھئی دونوں بھائی بہن میں، مجھے بھی کچھ بتاؤ، اور نگین منہ کیوں لٹکا رکھا ہے۔" امی بھی نماز پڑھ کر وہیں آن بیٹھیں تھیں، ان کو باتیں کرتا دیکھ چکیں تھیں، اس لئے پوچھ لیا، جواباً زارون نے انہیں پوری بات بتا دی تھی۔

"جب بھائی منع کر رہا ہے تو کیوں ضد کر رہی ہو نگین، ویسے بھی میں تمہیں کبھی اس طرح کے کسی ٹرپ پہ جانے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گی، کیا پہلے کبھی گئی ہو اس طرح سے اسکول کالج کی طرف سے تو اب کیوں، ہرگز نہیں۔" امی نے پوری بات سن کر قطعی لہجے میں اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔

"امی میں تو صرف اس لئے کہہ رہی تھی کہ اگر بھائی ساتھ چلتے تو، میں اور میرب بھی جا سکتے تھے کیونکہ میرب کی فیملی بھی بھائی پہ ٹرسٹ کرتی ہے، لیکن ٹھیک ہے جیسے آپ لوگ کہیں۔" نگین نے زیادہ بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا اور چپ چاپ وہاں سے اٹھ آئی تھی، لیکن اس نے سوچ لیا تھا کہ امی کو ایک بار اپنا پلان ضرور بتائے گی، اور اسے یقین تھا کہ امی اس کی بات کو ضرور سمجھیں گی اور مان جائیں گی کیونکہ وہ دل سے میرب کو اپنی بہو بنانے کے لئے سنجیدہ تھیں اور ہوا بھی یہی، اگلی صبح وہ خود زارون سے کہہ رہیں تھیں کہ وہ انہیں ٹرپ پہ لے جائے اور یہ تبدیلی رات کو نگین کا پلان سننے کے بعد آئی تھی۔

"ٹھیک ہی تو ہے بیٹا، ایسے موقع روز روز بھلا کب آتے ہیں، میں نے بہت سوچا پھر لگا کہ اجازت دے دینی چاہیے، اکیلے تھوڑی ہوں گی وہاں پھر اگر تم بھی ساتھ چلے جاؤ گے تو ہمیں بھی تسلی رہے گی اور بچیاں بھی آرام سے گھوم پھر لیں گی، آفس کا کام آگے پیچھے کر لو، کیا ہو جائے گا، کام تو ساری زندگی چلتے ہی رہتے ہیں۔" انہوں نے حیرانگی سے اپنی طرف دیکھتے زارون کے سامنے ناشتہ رکھتے ہوئے کہا تھا، سر جھکائے اپنی پلیٹ پہ جھکی نگین نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی تھی۔

"مگر امی میں نہیں جا سکتا ہوں، آپ جانتی ہیں اس طرح سے گھومنا پھرنا میرا مزاج نہیں ہے اور نہ ہی میرے پاس اتنا فالتو ٹائم ہے کہ یوں برباد کروں اور پھر میری بہت ضروری میٹنگ ہے سو میں کسی صورت نہیں جا سکتا ہوں اور پھر کل تو آپ کچھ اور کہہ رہی تھیں اور اب کچھ اور، بہرحال جو بھی ہے میں کہیں نہیں جا رہا ہوں۔" زارون نے الجھتے ہوئے انہیں دیکھا تھا اور پھر اپنے مخصوص انداز میں دوٹوک الفاظ میں انکار کر دیا تھا، نگین خاموشی سے بنا کچھ کہے اپنا ناشتہ ختم کر کے اٹھ گئی تھی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ امی اس کی بات سمجھ چکیں ہیں، سو اب زونی بھائی کو منانا امی کا کام تھا، اس لئے وہ اطمینان سے میرب کو کال ملانے لگی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ)

PakistaniPoint

ماہنامہ

# حنا

جون 2020

عید نمبر

# الے عشق وفسانہ آرزو

شفق افتخار

"کیا بات ہے طیبہ! آپ اس قدر الجھی ہوئی کیوں ہیں، بچوں کو بھی بلاوجہ جھڑک رہی ہیں اور کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھایا۔"

رات کو جب وہ تمام کاموں سے فارغ ہو کر کمرے میں آئیں تو منصور احمد ان کے ہی انتظار میں بیٹھے تھے، انہیں آتا دیکھ کر فوراً ہی پوچھا تھا۔

"آپ کو نہیں پتہ کہ میں کیوں اس قدر الجھی ہوئی ہوں، اب اتنے انجان بھی نہیں ہیں آپ اور بن ایسے رہے ہیں کہ جیسے کچھ جانتے ہی نہیں ہیں۔" وہ چڑ کر کہتے ہوئے بیڈ پہ آن بیٹھی تھیں، جب انسان کا ذہن کسی ایک بات میں اٹکا ہو تو وہ یونہی بات بے بات الجھنے لگتا ہے، چڑچڑا ہو جاتا ہے، جیسے وہ ہو رہی تھیں۔

"اگر میرب یونیورسٹی کے ٹرپ پہ جانا چاہ رہی ہے تو اس میں حرج ہی کیا ہے، طریقے سے بھی سمجھایا جا سکتا ہے، آپ نے تو اس بری طرح سے اس کو ڈانٹ دیا۔" وہ بات کو جان بوجھ کر گھما رہے تھے، طیبہ اچھی طرح جانتی تھیں، لیکن وہ بھی آج سوچے بیٹھی تھیں کہ دو ٹوک بات کر کے ہی اٹھیں گی۔

"ہاں آپ کو تو کسی بات میں کوئی حرج نظر

ڈائجسٹ ناولز لورز گروپ

## ناولٹ

نہیں آتا ہے، میرب ٹرپ پہ چلی جائے کوئی حرج نہیں ہے، بھائی صاحب میرب کا رشتہ مانگ لیں کوئی حرج نہیں ہے، چاہے آپ کی بھابھی ہماری عزت دو کوڑی کی بھی نہ کریں پھر بھی کیا حرج ہے، آپ کو تو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا ہے، ایک میں ہی بے وقوف ہوں، جو سارے زمانے کا درد لیے گھوم رہی ہوں۔"

انہوں نے غصے سے تکیہ اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پٹخا تھا، منصور احمد اچھی طرح سے ان کی کیفیت دیکھ اور سمجھ رہے تھے، مگر بات

# تیسری قسط

صرف اتنی تھی کہ جہانگیر احمد ان کے بڑے بھائی تھے، باپ کی جگہ، انہوں نے اتنے مان سے پہلی دفعہ ایسی کوئی بات کی تھی، کسی خواہش کا اظہار کیا تھا، وہ ان کے منہ پہ فوراً ہی اعتراضات اور انکار کا پتھر نہیں مار سکتے تھے، اس لئے مصلحتاً سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی خاموش تھے، ان کے نزدیک بات اگر اتنی مناسب نہیں تھی تو اتنی غیر مناسب بھی نہیں تھی، مگر طیبہ کچھ بھی کہنے سننے کو تیار نہ تھیں۔

"دیکھیں طیبہ میں آپ کی سب باتیں سمجھ رہا ہوں اور ان سے انکار بھی نہیں کر رہا ہوں، مگر آپ خود سوچیں بڑے بھائی میرے پاس خود چل کر آئے ہیں اور میں ان کے منہ پہ انکار کا پتھر مار کر ان کا مان توڑ دوں، ہر بات کو کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے اور پھر انہوں نے ایسی کوئی انوکھی یا غیر مناسب بات نہیں کی ہے، سعد دیکھا بھالا بچہ ہے، ہماری ایک ہی بیٹی ہے، اگر نگاہوں کے سامنے رہے گی تو یہ بھی تو اچھی بات ہے نا، پھر میں نے خود بھی معلوم کروایا ہے، سعد اب کافی بدل گیا ہے وہ اپنے مستقبل کی طرف سے کافی سنجیدہ ہو گیا ہے اور باقاعدگی سے آفس بھی جا رہا ہے، تو اس بارے میں سوچنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے نا۔" انہوں نے نہایت ملائم انداز میں مناسب الفاظ کے ساتھ شریک حیات کو سمجھایا تھا، مگر طیبہ کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ یا تو بات کو سمجھی نہیں تھیں یا پھر سمجھنا نہیں چاہ رہی تھیں۔

"منصور صاحب میرب ہماری ایک ہی بیٹی ہے، اگر آپ باپ ہیں تو میں ماں ہوں، اگر آپ اس کی زندگی کا فیصلہ کرنے کا حق رکھتے ہیں تو اتنا ہی میں بھی رکھتی ہوں اور میں کسی صورت بھی اپنی بیٹی کو ایسے گھر میں نہیں بھیج سکتی ہوں، جہاں اسے پذیرائی نہ ملے اسے دل سے قبول نہ کیا جائے اور میں اچھی طرح سے جانتی ہوں بلکہ مجھے یقین ہے کہ سعیدہ بھابھی ابھی تک اس معاملے سے لاعلم ہیں، ورنہ وہ ہنگامہ مچاتی کہ الامان، ساری زندگی انہوں نے بیٹوں کو اپنے پیروں تلے چھپایا رکھا، اپنے میکے کے گن گاتی رہیں، سسرالی رشتوں کو کبھی کچھ نہیں سمجھا آپ خود ہی بتاتے ہیں کہ بچوں کو دادا اور دادی سے بھی کیسے دور رکھتیں تھیں، شوہر تو کبھی اہمیت نہیں دی تو ان کے فیصلے کو کیسے اہمیت دیں گی، میرب کو وہ کبھی دل سے قبول نہیں کریں گی، میرا دل نہیں مانتا ہے، میں اپنی بیٹی کو پوری زندگی داؤ پہ نہیں لگا سکتی ہوں۔"

باتیں ان کی بھی بالکل صحیح تھیں، منصور احمد کو بھولے سے بھی اپنے ماضی کی کوئی ایسی قابل ذکر بات یاد نہیں آتی تھی، جس میں انہوں نے بھاوج کا اچھا رویہ دیکھا ہو اور اب تو میرب کی زندگی کا معاملہ تھا، وہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی اور انہیں بے حد عزیز تھی۔

"دیکھیں منصور، بچنوں کے ایسے رشتے آتے رہتے ہیں، ایسے تو میری بہن رابعہ آپا کتنی بار مجھے کہہ چکیں ہیں اپنے فیصل کے لئے پر میرا دل نہیں مانتا ہے اور میرب کی دوست نگین اس کی امی کتنی بار اشارے کنایوں میں پوچھ چکیں ہیں، اب ہر آنے والے اور پوچھنے والے کو ہاں نہیں کر دیتے ہیں، آخر کو پوری زندگی کا معاملہ ہے، کل کے پچھتانے سے بہتر ہے کہ ہم آج سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں۔" انہوں نے اب کہ اپنا انداز مدھم ہی رکھا تھا، ہر بات زور زبردستی سے منوائی نہیں جا سکتی تھی اور یہ بات طیبہ اچھی طرح جانتی تھیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، لازمی ہے سوچ سمجھے بنا تو کوئی فیصلہ کیا جا سکتا تھا، کیوں نہ ہم ایک بار میرب سے بھی بات کر لیں، دیکھیں

وہ کیا کہتی ہے، آخر کو زندگی تو اس نے ہی گزارنی ہے نا۔'' منصور احمد نے ان کی تائید کر کے سوالیہ انداز میں ان سے پوچھا تھا۔

''آپ کی مرضی ہے، جیسے آپ مناسب سمجھیں۔''

مطلب کہ وہ اب بھی اس رشتے کے لئے مائل تھے، طیبہ کو کم از کم اس لمحے ایسا ہی لگا تھا، اس لئے زیادہ بحث کرنا انہیں مناسب نہیں لگا تھا۔

''اور میرب جو اجازت مانگ رہی ہے ٹرپ پہ جانے کی اس کا کیا کرنا ہے۔'' طیبہ نے تکیہ سیدھا کر کے لیٹتے ہوئے کہا تھا۔

''میں صبح اس سے تفصیل سے بات کروں گا، پھر دیکھتے ہیں۔'' انہوں نے اپنی طرف کا لیمپ آف کر کے طیبہ کو تسلی دی تھی اور خود پلکیں موند کر سونے کی کوشش کرنے لگے تھے، مگر اس رات نیند طیبہ کی آنکھوں سے روٹھی ہی رہی تھی۔

☆☆☆

بالآخر میرب اور نگین کو یونیورسٹی کے ٹرپ پہ جانے کی اجازت مل گئی تھی، یہ کل دس دن کا ٹرپ تھا، جو یونیورسٹی کی طرف سے ارینج کیا گیا تھا، پچیس اسٹوڈنٹس اور پانچ پروفیسرز جس میں دو فی میل اور تین میل ٹیچر شامل تھے، کل ملا کر یہ تیس افراد پر مشتمل گروپ تھا، جو پاکستان کے خوبصورت شمالی علاقاجات کی سیر کو جا رہا تھا، میرب اور نگین کو اجازت اس شرط پر ملی تھی کہ حیدر ساتھ جا رہا تھا اور اسے امی نے کس طرح سے منایا تھا یہ صرف وہی جانتی تھیں اور میرب کی فیملی کو جب پتہ چلا کہ نگین بھی ساتھ جا رہی ہے اور ساتھ اس کا بھائی بھی، تو وہ بھی مطمئن ہو گئے تھے، طے یہ پایا تھا کہ چونکہ حیدر کو آفس کے کام سے اسلام آباد جانا تھا، تو اس لئے اس نے ان لوگوں کو وہیں اسلام آباد میں جوائن کرنا تھا، ان کا قافلہ ہلا گلا کرتا اسلام آباد پہنچ چکا تھا، وہ دونوں خوش تھیں، بے حد خوش اور سب دوستوں کے ساتھ خوب انجوائے کر رہیں تھیں، سب ہی اسٹوڈنٹس بہت خوش تھے، ٹیچرز بھی ان کی مستیوں پہ انہیں کچھ نہیں کہہ رہے تھے، ان کی بس، بس ٹرمینل پہ رکی تھی، جہاں سے زارون نے انہیں جوائن کرنا تھا اور میرب کا دل شدت سے اس کا منتظر تھا، حالانکہ وہ جانتی تھی کہ یہ سب لاحاصل تھا، مگر پھر بھی منتظر تھی۔

وہ جانے کے لئے راضی بھی صرف اس لئے ہوئی تھی کیونکہ وہ ساتھ جا رہا تھا، وہ جانتی تھی کہ یہ سب ٹھیک نہیں ہے، وہ اس کی دوست کا بھائی ہے اس کا استاد ہے مگر پھر بھی وہ خود کو روک نہیں پا رہی تھی، دل کو سمجھا نہیں پا رہی تھی، اس کے دل میں دن بدن زارون کے لئے پسندیدگی کے جذبات بڑھ رہے تھے، وہ اس کے سامنے بمشکل ہی اپنی گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ پہ قابو پاتی تھی، ہر بار زارون کا سرد رویہ اس کے بڑھتے قدموں کو پیچھے دھکیل دیتا تھا، مگر وہ پھر بھی خود کو آگے بڑھنے سے روک نہیں پا رہی تھی، اسے علم تھا کہ انجان وہ بھی نہیں ہے، وہ اس راہ کا مسافر رہ چکا ہے اور اس کے رنگوں سے اس کی آہٹوں سے اچھی طرح واقف ہے، مگر زاریہ کے بعد اس کے دل پہ ایسا قفل لگا تھا کہ جسے آج تک کوئی کھول نہیں پایا تھا، یہ بات میرب اچھی طرح جانتی تھی، مگر پھر بھی وہ خود کو روک نہیں پا رہی تھی۔

لیکن ایک بات وہ خود کو اچھی طرح باور کرا چکی تھی کہ وہ کبھی بھی اپنے جذبوں کو پامال نہیں ہونے دے گی، رسوا نہیں کرے گی، زارون کے سرد رویے کے سامنے کبھی خود کو ظاہر نہیں کرے گی، وہ کبھی اس کی زندگی میں زاریہ کے مقابلے

میں نہیں آنا چاہتی تھی، وہ اپنی ایک الگ جگہ، الگ مقام بنانا چاہتی تھی، یوں بھی انسان اور اس کے جذبات اتنے ارزاں نہیں ہیں کہ وہ یوں خود کو ڈی گریڈ کرے، میری بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"شکر ہے بھائی آ گئے ہیں، مجھے ڈر تھا کہ کہیں ان کا ارادہ نہ بدل گیا ہو۔" نگین نے بھائی پہ نگاہ پڑتے ہی میرب کے کان میں سرگوشی کی تھی، سر اظہر جو ان سب کے سینئر تھے وہ اب گاڑی سے اتر کر زارون سے مصافحہ کر رہے تھے۔

"کیوں تمہارے بھائی اپنے ارادوں کے اتنے کچے ہیں کہ، ویسے ان سے کوئی بعید نہیں ہے۔"

میرب بھی اسے سامنے دیکھ کر خود کو ہلکا پھکا محسوس کر رہی تھی، اس کے آ جانے سے ایک عجیب سے تحفظ کا احساس ہوا تھا، نگین کا تو خیر وہ بھائی تھا مگر میرب بھی اسے دیکھ کر کچھ ایسا ہی محسوس کر رہی تھی، مگر اس وقت محض نگین کو تپانے کی خاطر ایسا بولی تھی۔

"بکومت، ایسے نہیں ہیں میرے بھائی، وہ تو یہاں آنا نہیں چاہ رہے تھے، اس لئے میں نے کہا۔"

نگین نے حسب عادت بھائی کی طرف داری کی تھی، زارون اب باقی لوگوں سے ملتا ان کی طرف ہی آ رہا تھا، ان کے سلام کا جواب دے کر خیر خیریت پوچھ کر وہ پیچھے جا بیٹھا تھا، کیونکہ آگے کی تو ساری سیٹس فل تھیں، پیچھے ایک دو سیٹس خالی تھیں، اس لئے وہ پیچھے جا بیٹھا تھا، بس پل بھر کو ان دونوں کے پاس رکا تھا مگر اس کے مخصوص پرفیوم کی مہک نے ہمیشہ کی طرح میرب کو کتنی ہی دیر تک اپنے حصار میں لئے رکھا تھا، وہ آج بھی بلیو جینز پہ بلیک شرٹ پہنے ہوئے تھا اور اوپر بلیک ہی جیکٹ تھی، کیونکہ یہاں کا موسم قدرے سرد سا تھا، چہرے پہ سجی داڑھی اور آنکھوں پہ بلیک گاگلز لگائے وہ ہمیشہ کی طرح شاندار لگ رہا تھا، قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا، ان سب کے ٹھہرنے کا انتظام مری کے ایک مقامی ریسٹ ہاؤس میں کیا گیا تھا، جہاں پہنچتے پہنچتے انہیں شام ہو گئی تھی، ریزورویشن تو پہلے ہی ہو چکی تھی، مگر کچھ فارمیلیٹیز تھیں جنہیں اس وقت پورا کرنا تھا، جیسے پورا کرنے کے لئے وہ سب ریسپشن کی طرف چلے آئے تھے، جہاں سر اظہر ریسپشن پہ موجود مینجر سے بات چیت میں مصروف تھے اور باقی سب ان کے پاس کھڑے گروپس کی شکل میں لگا رہے تھے، سب لوگوں کو وہاں اپنے آئی ڈی کارڈ جمع کرانے تھے، جنہیں وہ مینجر اسکین کر کے انہیں واپس کر رہا تھا اور یہ سیکورٹی کے لئے ضروری تھا، زارون نے سائیڈ پاکٹ سے اپنا والٹ نکال کر اس میں سے چند کارڈز اور بھی تھے، جن میں سے ایک کارڈ پھسل کر نیچے گر پڑا تھا، میرب اور نگین اس سے کچھ فاصلے پہ مگر اس کے پیچھے ہی کھڑی تھیں، میرب نے نگاہ بچا کر غیر محسوس انداز میں نیچے جھک کر وہ کارڈ اٹھا کر مٹھی میں دبا لیا تھا، اتنی مہلت نہیں ملی تھی کہ وہ دیکھتی کہ وہ کس چیز کا کارڈ ہے اور کیا نہیں مگر وہ یہ دیکھ چکی تھی کہ وہ ایک وزیٹنگ کارڈ تھا، جس پہ لکھا زارون کا نام وہ پڑھ چکی تھی، اس نے وہ کارڈ اپنے شولڈر بیگ کی سائیڈ پاکٹ میں سنبھال لیا تھا، کاروائی پوری ہوئی تو وہ سب اپنے لئے مخصوص رومز میں چلے آئے تھے، لڑکیوں کے کمرے نیچے کی منزل پہ تھے جبکہ لڑکوں کے کمرے اوپری منزل پہ تھے، اس خوبصورت ٹرپ کا آغاز ہو چکا تھا اور وہ سب بہت مسرور تھے۔

☆☆☆

پاکستان کے شمالی علاقہ جات کا حسن بلاشبہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، وہ سب بھی دیکھ کر گویا مبہوت ہی ہو گئے تھے، چند اسٹوڈنٹس ایسے تھے جو پہلے بھی یہاں آ چکے تھے، اس لئے وہ یہاں کی خوبصورتی سے واقف تھے، مگر جو لوگ پہلی بار آئے تھے وہ بالکل ہی مسمرائز ہو گئے تھے، ہرے بھرے اونچے درخت، اونچے بلند پہاڑ، لہراتی بل کھاتی ندیاں، آبشار، پہاڑ سے وہ ٹکراتے بادل، ستمبر کا مہینہ تھا اور یہاں اچھی خاصی ٹھنڈ تھی، موسم کبھی بھی بدل جاتا تھا، کبھی بادل تو کبھی ٹھنڈ، کبھی ہوا تو کبھی دھوپ، آج ٹرپ کا پہلا دن تھا اور وہ سب اتنے ایکسائیڈ تھے کہ تمام جگہیں ایک ہی وقت میں گھوم لینا چاہتے تھے، مری کی خاک چھاننے کے بعد وہ لوگ ایوبیہ اور ہڑیالہ بھی گھوم آئے تھے، لڑکیاں ساتھ ساتھ شاپنگ بھی کر رہی تھیں، لڑکے موج مستی کے ساتھ دنڈو شاپنگ بھی انجوائے کر رہے تھے، نگین اپنی امی کے لئے کشمیری شال پسند کر رہی تھی، میرب کچھ دیر اس کے ساتھ کھڑی رہی پھر قریبی اسٹال پہ نظر پڑی تو وہاں چلی آئی تھی، وہ دکان سے متصل ایک چھوٹا سا اسٹور تھا، جس میں ایک نوعمر لڑکا کھڑا تھا اور پورے اسٹور میں جا بجا کی چین لٹک رہے تھے، جن پہ مختلف نام کندہ تھے، بہت سے لڑکے لڑکیاں اس وقت وہاں موجود تھے اور اپنے اپنے نام کی کی چین تلاش کر رہے تھے اور جن کو اپنے نام کی کی چین نہیں مل رہا تھا تو وہ نوعمر دکان دار ایک خالی لکڑی کے ٹکڑے کو تراش کر اس پہ ان کا نام کندہ کر کے اسے خوبصورت کی چین میں ڈھال دیتا تھا، ہاں بنے بنائے سے اس بنوانے والے کی چین کی قیمت کچھ زیادہ تھی، مگر پھر بھی سب خرید رہے تھے، اسی طرح وہ مگ، پین اور ریسٹ بینڈ پہ بھی نام کندہ کر کے دے رہا تھا، ذرا سی رش چھٹی تو میرب قریب چلی آئی تھی، ذرا سی تلاش و بسیار کے بعد اسے انس کے نام کا کی چین مل گیا تھا، اس کو ایسی چیزیں پسند تھیں، اس لئے وہ اس کے لئے لینا چاہ رہی تھی، پھر نگین کا نام نظر آیا تو وہ بھی لے لیا، البتہ میرب کہیں نہیں ملا، اس نے اپنا نام پرچی پہ لکھ کر اس لڑکے کو دیا اور اسے اس کو کی چین یہ کندہ کرنے کو کہا، وہ لڑکا پرچی لے کر اپنے کام میں مصروف ہوا تو وہ ادھر ادھر نگاہ دوڑانے لگی، تبھی اس کی نگاہ ہاتھی دانت سے بنے ایک بے حد خوبصورت اور نایاب قلم پہ پڑی تھی، بے ساختہ اس کا دل وہ قلم خریدنے کو چاہا تھا۔

"بھائی ذرا یہ پین دکھایئے گا۔" اس نے کام میں مصروف لڑکے کو اپنی انگلی سے اشارہ کر کے وہ پین نکالنے کو کہا تھا، اس نے پھرتی سے وہ قلم نکال کر میرب کے سامنے رکھ دیا تھا۔

"باجی، یہ بڑا قیمتی اور نایاب قلم ہے، ذرا مہنگا ہے مگر ہے بالکل اصل ہاتھی دانت سے بنا، اگر آپ بولو تو ہم آپ کو اس پہ نام یہ لکھ دے گا۔" لڑکے نے قلم میں اس کی محویت کو محسوس کر لیا تھا اور اس کے نام کا کی چین اس کے سامنے رکھتے ہوئے اسے بتایا تھا۔

"ہاں واقعی ہے تو بہت خوبصورت۔" میرب کی نگاہ ابھی بھی ہاتھ میں تھامے قلم پہ جمی تھی، وہ ایک قیمتی قلم تھا۔

"جس کی نوک آپ تبدیل بھی کر سکتے ہیں، مطلب یہ کبھی خراب یا بیکار نہیں ہوگا۔" اور اس کا پچھلا حصہ نہایت عمدگی اور نفاست سے ہاتھ دانت سے تراشا گیا تھا، میرب کو وہ قلم اس قدر پسند آیا تھا کہ اس کا دل ہی نہیں چاہا کہ وہ اسے واپس رکھ دے، اگر نہ لیتی تو اس کا دل وہیں اٹک جاتا۔

"نگین سے مشورہ کرتی ہوں..... نگین۔"
اس نے خود کلامی کرتے ہوئے پاس والی دوکان پہ کھڑی نگین کو آواز دینا چاہی تھی، مگر اس کے ساتھ کھڑے زارون کو دیکھ کر وہ چپ کر گئی تھی، اب وہ بھائی کی مدد سے امی کے لئے شال لے رہی تھی، میرب نے انہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنے نام والی چٹ کے دوسری طرف نام لکھ کر لڑکے کی طرف بڑھا دیا تھا، تاکہ وہ پین پہ کنندہ کر دے، دکاندار اثبات میں سر ہلا کر اپنا کام کرنے لگا تھا اور میرب اسے کام کرتا دیکھنے لگی تھی، یہ تو طے تھا کہ نام کنندہ ہونے کے بعد اب وہ یہ پین نگین کو نہیں دکھا سکتی تھی، اس لئے ادائیگی کر کے ساری چیزیں چپ چاپ اپنے بیگ میں ڈال لیں تھیں۔

☆☆☆

آج کا پورا دن گھومنے پھرنے کے بعد وہ سب اتنا تھک چکے تھے کہ اب ہنسنا جلنا بھی محال تھا، مگر پھر بھی سونے کو کوئی تیار نہیں تھا، یہ دن بھلا روز روز تھوڑی آتے ہیں، یہ لمحے، یہ پل دوبارہ پلٹ کر تھوڑی آنے تھے، یہ سفری یاد بن جانے تھے، جگنو بن کر آنکھوں میں ٹھہر جانے تھے، سو ان لمحوں سے جتنی خوشیاں کشید کرنی تھی کر لو کہ یہ پلٹ کر نہیں آنے تھے، خواب بن جانے تھے، یاد بن جانے تھے، وہ سب بھی شاید کچھ ایسا ہی سوچ رہے تھے، اس لئے ایک ایک پل کو بھرپور انجوائے کر رہے تھے، سارے مری کی خاک چھاننے کے بعد اب وہ لوگ اپنے ریسٹ ہاؤس کے باہر لان میں ڈیرہ جمائے بیٹھے تھے، رات کے اس پہر سردی حد سے سوا تھی، مگر کسی کو اس کا احساس تک نہ تھا، بیچ میں آگ کا الاؤ روشن تھا، جس کی روشنی ان کے بے فکرے چہروں پہ پڑھ کر انہیں مزید خوبصورت بنا رہی تھی، چاروں طرف اونچے پہاڑ اور درخت تھے، موسم دھندلا سا تھا، خنکی بھری فضا تھی، ایسے میں بیچ میں جلتی آگ جسموں کو جلا بخش رہی تھی، سب ٹیچرز بھی خاموشی سے ان کا ساتھ دے رہے تھے، جانتے تھے کہ یہی دن ہیں جن کو وہ ہمیشہ یاد رکھیں گے یا پھر شاید وہ سب بھی اپنے اپنے وقت میں کھو گئے تھے، اس لئے وہ خود بھی ان کے ساتھ پھر سے اپنی یادوں کو بھی جی رہے تھے، نومی ان کی کلاس کا سی آر تھا، ہونہار اور چلبلا لڑکا جو یونیورسٹی کے میوزیکل گروپ کا مین سنگر بھی تھا، اللہ نے اسے نہایت خوبصورت آواز عطا کی تھی، بھلا کا خوش گلو تھا وہ لڑکا، وہ اپنا گٹار بھی ساتھ ہی لے آیا تھا اور اس وقت بیچ میں بیٹھا آنکھیں بند کیے گٹار پہ دلفریب دھن چھیڑے بیٹھا تھا اور باقی سب محو ہو کر بس اسے سن رہے تھے۔

پاس آئے دوریاں پھر بھی کم نہ ہوئیں
اک ادھوری سی ہماری کہانی رہی
آسمان کو زمین، یہ ضروری نہیں جانے لے جانے
لے
عشق سچا وہی جس کو ملتی نہیں منزلیں، منزلیں
رنگ تھے، نور تھا، جب قریب تو تھا
اک جنت سا تھا یہ جہاں
وقت کی ریت پہ کچھ
میرے نام سے لکھ کر چھوڑ گیا تو، کہاں
ہماری ادھوری کہانی.....

یہ نومی کی خوبصورت آواز کا اثر تھا یا گانے کے اثر انداز ہونے والے بولوں کا کمال کہ جس نے ماحول پہ عجیب سا سماں باندھ دیا تھا اور جیسے اس لمحے سب اس سحر کے ساتھ بہنے لگا تھا۔

خوشبوؤں سے تیری یوں ہی ٹکرا گئے
چلتے چلتے دیکھو نا ہم کہاں آ گئے
جنتیں گر یہیں تو دیکھے کیوں نہیں

چاند سورج سبھی ہیں یہاں
انتظار تیرا صدیوں سے کر رہا
پیاسی بیٹھی ہے کب سے یہاں ہماری ادھوری
کہانی

وہ سب اس قدر مگن بیٹھے تھے کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا، احساس تب ہوا جب رات پوری طرح پہاڑوں پہ اتر آئی تھی اور اس کے سائے درختوں پہ لمبے ہونے لگے تھے اور چاند بلند چوٹیوں کے پار تھک ہار کر چھپنے لگا تھا۔

"چلو بچو، اب سب اٹھو اور سونے کی تیاری کرو، رات بہت ہوگئی ہے۔" سر اظہر کے کہنے پہ وہ سب شرافت سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے کہ واقعی رات بہت گہری ہو رہی تھی اور ٹھنڈ بھی بہت بڑھ گئی تھی، وہ سب تھکے ہوئے بھی بہت تھے، اس لئے چپ چاپ سب اندر کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"ینگ مین، سونا نہیں ہے کیا، اٹس ٹو لیٹ ناؤ اور ٹھنڈ بھی بہت بڑھ گئی ہے۔" سر اظہر نے وہاں اطمینان سے بیٹھے زارون سے کہا تھا، جس کا اٹھنے کا یا سونے کا فی الحال کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔

"آپ چلیں میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں، یہاں بیٹھنا اچھا لگ رہا ہے اور ابھی مجھے نیند بھی نہیں آ رہی ہے۔" زارون نے کہی مسکراہٹ سے انہیں کہا تھا۔

"اوکے، ایز یو وش، مگر جلدی اٹھ جانا، کیونکہ کل کا سارا دن بھی بہت مصروف گزرنے والا ہے اور ان شیطانوں کا ساتھ دینے کے لئے ہمارا تازہ دم ہونا بھی ضروری ہے۔" وہ خوشگوار موڈ میں اس سے کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گئے تھے، زارون نے اثبات میں سر ہلا کر کرسی سے ٹیک لگا لی تھی، اس کے ہاتھ میں تھامی کافی ابھی بھی گرم تھی، نیند ہمیشہ کی طرح اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی، یہاں آ کر ذرا سی فراغت میسر آئی تھی تو کتنی ہی یادیں تھیں جو پھر سے نئے سرے سے اس کی آنکھوں میں اتر آئیں تھیں، کتنا شوق تھا نا زاریہ کو ان علاقوں میں، پہاڑوں پہ گھومنے کا، یونیورسٹی کے دنوں میں جب زارون اپنے دوستوں کے ساتھ یہاں آیا تھا تو وہ اس سے کتنا لڑی تھی کہ وہ اکیلا کیوں جا رہا ہے، تب ماموں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ بہت جلد سب کو وہاں گھمانے لے جائیں گے، مگر پھر زندگی نے مہلت نہ دی اور باتیں اور وعدے یادیں بن گئیں، ہوتا ہے نا کبھی کبھی ایسا کہ سب کچھ سمجھتے، جانتے بوجھتے قانون قدرت پہ کامل یقین کے باوجود ہم کسی حقیقت کو قبول نہیں کر پاتے ہیں اس سے چاہ کر بھی فرار حاصل نہیں کر پاتے ہیں، زارون بھی آج تک ایسی ہی کیفیت میں مبتلا تھا کہ ذہن قبول کر چکا تھا کہ وہ سب ایسے ہی ہونا تھا، یونہی لکھا تھا، مگر دل آج بھی قبول کرنے سے انکاری تھا، منکر تھا، وہ ذہنی طور پہ آگے بڑھ چکا تھا اور بڑھنا بھی چاہتا تھا مگر دل ابھی بھی آٹھ سال پیچھے وہیں کہیں اس لمحے میں جی رہا تھا اور وہاں سے ایک انچ بھی ایک قدم بھی آگے بڑھنے سے انکاری تھا، وہ ہر طرح سے کوشش کر چکا تھا، مگر خود کو بے بس پاتا تھا اور پھر خود کو انہی حالات کے دھارے پہ چھوڑ دیتا تھا۔

"اگر آپ کو برا نہ لگے تو کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں سر۔" وہ اپنی ہی سوچوں میں مگن تھا کہ قریب ہی آواز سن کر چونک اٹھا تھا، جہاں میرب ہاتھ میں چائے کے دو بھاپ اڑاتے مگ تھامے اجازت کی منتظر کھڑی تھی۔

"آپ ابھی تک سوئیں نہیں میرب،

خیریت؟" زارون نے اشارے کے ساتھ اسے بیٹھنے کی اجازت دینے کے ساتھ فکرمندی سے پوچھا تھا، کیونکہ تقریباً گھنٹہ بھر پہلے وہ سب اندر گئے تھے اور ابھی تک وہ جاگ رہی تھی، تو احساس ذمہ داری کے تحت اس کی فکرمندی تو لازمی تھی۔

"آپ بھی تو جاگ رہے ہیں۔" میرب نے گرم چائے کا مگ اس کی طرف بڑھایا تھا، جسے زارون نے خاموشی سے تھام لیا تھا۔

"عرصہ ہوا ان آنکھوں میں نیند کی پریوں نے اترنا چھوڑ دیا ہے میرب، اب تو حیلوں بہانوں سے انہیں بلانا پڑتا ہے، مگر آپ کیوں جاگ رہی ہیں اور نگین....."

موسم کا اثر تھا یا جگہ کی خوبصورتی کا احساس زارون کا لہجہ قدرے خوشگوائیت لئے ہوئے تھا، اسے میرب کا یہاں آکر بیٹھنا برا نہیں لگا تھا، اس لئے میرب نے اس زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"وہ تو سو گئی ہے اور مجھے شاید نئی جگہ ہے اس لئے نیند نہیں آرہی ہے اور کچھ ہوم سیک نہیں بھی فیل ہو رہی ہے، کبھی بابا اور اماں سے اتنا دور رہی نہیں نا اور وہ لڑاکو انس بھی یاد آرہا ہے۔"

میرب نے ہاتھ میں تھامے کپ سے گرم چائے کا سپ لے کر اپنائیت سے اسے بتایا تھا، اس کے لہجے میں اس وقت اپنی فیملی کے لئے بہت محبت تھی، جسے زارون نے واضح محسوس کیا تھا اور حقیقت بھی یہی تھی، کل چونکہ یہاں پہلا دن تھا اس لئے تھکن کی وجہ سے شاید نیند آگئی تھی، مگر آج پورا آدھا گھنٹہ جب وہ کروٹیں بدل بدل کر تھک گئی تو اٹھ کر کھڑکی میں آکھڑی ہوئی تھی اور وہاں زارون کو ابھی تک اس آگ کے الاؤ کے گرد بیٹھے دیکھا جو کہ اب بجھنے کے قریب تھا تو وہ بھی باہر چلی آئی تھی اور ادھر کمرے میں جب گہری نیند سے نگین کی آنکھ کھلی تو بستر پہ اپنے قریب میرب کو نہ پا کر وہ از حد پریشانی سے اٹھ بیٹھی تھی، واش روم میں دیکھا تو وہ بھی خالی تھا، ان کے ساتھ کمرے میں دو لڑکیاں اور بھی تھیں، وہ اپنے بستر پہ بے خبر سو رہی تھیں، کیونکہ وہ دونوں کو ان سے بھی پہلے آکر سو گئیں تھیں، تو میرب کہاں تھی، وہ اپنا سیل ہاتھ میں لئے فکر مندی سے کھڑکی کے قریب چلی آئی تھی، تاکہ اسے کال کر کے پتہ کرے، تبھی اس کی نگاہ آگ کے جلتے الاؤ کے قریب بیٹھے زارون پہ پڑی تھی، میرب اس کے قریب کھڑی کچھ کہہ رہی تھی، اس نے ہاتھ میں دو مگ تھام رکھے تھے، جس میں شاید چائے کا کافی تھی اور پھر وہ وہیں بیٹھ گئی تھی، نگین کے لبوں پہ بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"او..... اس کا مطلب ہے کہ میرا پلان کامیاب ہو رہا ہے، او نگین تم کتنی جینئس ہو، تھینک یو اللہ میاں، پلیز اللہ میرے بھائی کا دل موم کر دیں، میری نیت بالکل صاف ہے پلیز میرا ساتھ دیں، پلیز اللہ پلیز۔" وہ سچے دل سے دعا کرتی خوشی خوشی مطمئن سی دوبارہ بستر میں گھس گئی تھی، مگر سونے سے پہلے امی کو ٹیکسٹ کر کے اپ ڈیٹ کرنا نہیں بھولی تھی۔

"شوق تو بہت تھا آپ دونوں کو یہاں آنے کا، پھر ایک ہی دن میں ہوم سیک سین ٹیل ہو رہی ہے، آپ دونوں کی وجہ سے مجھے یہ کئی اہم کام چھوڑ کر یہاں آنا پڑا حالانکہ میرا قطعاً کوئی ارادہ نہیں تھا، مگر نگین کی ضد کے آگے مجبور ہو گیا۔" زارون نے ہلکی مسکراہٹ سے اسے جتایا تھا، وہ جھینپ کر مسکرا دی تھی۔

"آپ یہاں پہلے بھی آچکے ہیں کیا؟" میرب نے پل بھر کو نگاہیں اس کی کتھئی آنکھوں میں جمائیں تھیں، مگر اگلے ہی پل نگاہ پھیر لی تھی،

وہ کتھئی آنکھیں تو شفاف تھیں مگر کیا پتہ اس کی چوری پکڑی جاتی۔

"ہوں یونیورسٹی کے زمانے میں ٹرپ کے ساتھ ہی آیا تھا، سب دوست ساتھ تھے، اس کے بعد پھر کبھی آنا نہیں ہوا ہے۔"

"پھر تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ وقت کتنا قیمتی ہوتا ہے اور ہمارے ضد کرنے کی وجہ کیا تھی، کیونکہ پھر تو یہ وقت صرف البمز میں ہی رہ جاتا ہے۔" ٹھہر ٹھہر کر بولتی وہ اس لمحے اس میرب سے قطعی مختلف لگ رہی تھی، جو اکثر ہی اس کے سامنے بوکھلاہٹ کا شکار نظر آتی تھی، بلا ارادہ ہی زارون کی نگاہ اس کی صبیح پیشانی پہ ٹھہر سی گئی تھی، اسے بے اختیار وہ رگڑ یاد آ گئی تھی، جو اس کی ٹائی پن سے اس کی پیشانی پہ آئی تھی، جس کا اب کوئی نام ونشان بھی نہیں تھا۔

"ان پتنگوں کی فطرت بھی کتنی عجیب ہوتی ہے نا سر۔" میرب نے بجھتے ہوئے الاؤ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا، زارون نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا، اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ کہنا چاہ رہی ہے۔

"انہیں اچھی طرح پتہ ہوتا ہے کہ ان کی قسمت میں جل کر مرنا ہی لکھا ہے پھر بھی آگ کے شعلوں سے ٹکرانے سے دریغ نہیں کرتے، اسی طرح ہم انسان بھی ہیں، اللہ نے ہمیں سب سے افضل بنایا ہے، سمجھ بوجھ بھی دی ہے، اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا، کیا فائدہ مند ہے اور کیا نقصان دہ، پھر بھی بے خوف وخطر وہ ہی کیے جاتے ہیں جو غلط ہے، بنا نقصان کی پرواہ کیے۔" وہ اب بھی وہیں نگاہیں جمائے ہوئے دھیرے دھیرے بول رہی تھی۔

"یہ انسانی فطرت ہے میرب کہ وہ ہر وہ کام کر لینا چاہتا ہے جس سے اس کو روکا جائے، مگر میں آپ کی بات سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں، کچھ ہوا ہے کیا؟" زارون نے فکرمندی سے اس سے پوچھا تھا، وہ واقعی اس کی بات نہیں سمجھ پایا تھا کہ وہ کیوں ایسا کہہ رہی ہے۔

"اب آپ خود کو ہی دیکھ لیں۔" میرب نے خالی مگ فرش پہ رکھ کر چہرہ ہتھیلی پہ ٹکا دیا تھا، اب نگاہیں زارون کے چہرے پہ تھیں، جو بھنویں سکوڑے چہرے پہ الجھن لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ چائے اور کافی کا حد سے بڑھا ہوا استعمال ہمارے لئے کس قدر نقصان دہ ہے، پچھلے دو گھنٹوں میں آپ چار کپ کافی اور دو کپ چائے پی چکے ہیں۔" میرب کی معصومیت سے کہی گئی بات ختم ہوئی تو دو بھنویں حیرت سے پھیلیں تھیں اور ساتھ ہی ایک بے ساختہ مسکراہٹ نے زارون کے چہرے کا احاطہ کیا تھا، اس کا دل اس لمحے قہقہہ لگانے کو چاہا تھا مگر وہ ضبط کر گیا تھا۔

"تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پچھلے دو گھنٹوں سے آپ مجھے ہی جج کر رہی تھیں، تو کیا یہ غلط نہیں ہے۔" زارون کا سوال اس لمحے میرب کو گڑبڑا گیا تھا۔

"نہیں وہ..... میں جج تو نہیں کر رہی تھی، میرا یہ مطلب نہیں تھا، میں تو دراصل....." وہ گھبرا کر بولی تھی مبادا وہ برا نہ مان جائے اور حیران تو وہ خود بھی تھی کہ اس نے یہ سب زارون کے منہ پہ بول کیسے دیا۔

"اٹس اوکے میرب، ہو جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر انسان کی زندگی گزارنے کا طریقہ الگ ہوتا ہے، اس کا فریم آف لائف الگ ہوتا ہے اور اگر ہم بنا سوچے سمجھے دوسروں کو جج کرنا چھوڑ دیں تو یہ ہمارے لئے بھی اچھا ہے

اور اوروں کی زندگی بھی اس سے آسان ہو جائے گی اور اب میرا خیال ہے کہ آپ کو اب سو جانا چاہیے کیونکہ رات بہت ہو گئی ہے، یوں اس طرح سے اتنی رات گئے یہاں بیٹھنا ٹھیک نہیں ہے۔" اس کی گھبراہٹ دیکھ کر نہایت لائٹ سے انداز میں کچھ نہ کہتے ہوئے بھی وہ بہت کچھ کہہ گیا تھا۔

"آئی ایم سوری سر، میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تو وہ ساتھ ہی کھڑی ہو گئی تھی، اسے لگا کہ زارون کو برا لگا ہے، لیکن اس وقت میرب کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا تھا، وہ شاید اس لمحے خود سے بھی ڈر رہا تھا کہ اس رات کا فسوں اور سامنے بیٹھی لڑکی کا معصوم انداز کہیں اسے توڑ نہ دے اور وہ ٹوٹنا نہیں چاہتا تھا، اس رات میرب کو بہت اچھا لگا تھا کہ جب تک وہ کمرے میں چلی نہیں گئی تھی تب تک زارون وہیں کھڑا رہا تھا اور اس کے کمرے میں جانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں گیا تھا اور روم میں آ کر فریش ہو کر تقریباً دس منٹ بعد جب وہ سونے کے لئے اپنے بستر پہ آیا تب اسے اپنے فون پہ واٹس اپ پہ ایک آرٹیکل ملا تھا، جس میں لکھا تھا کہ چائے کافی اور سگریٹ وغیرہ کا زیادہ استعمال ہمارے جسم کو کس طرح سے نقصان پہنچا سکتا ہے، زارون بنا پوچھے بھی بتا سکتا تھا کہ یہ آرٹیکل اسے کس نے بھیجا تھا، زیر لب مسکراہٹ لئے وہ کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگا تھا اور شومئی قسمت کہ آج ایک لمبے عرصے اور چند لمحوں میں ہی نیند اس پہ مہربان ہونے لگی تھی۔

☆☆☆

سورج کی کرنیں جب پہاڑوں سے اتر کر کھڑکی کے راستے سے اندر آنے لگیں تو زویا نے ان کے کمبل کھینچ کر انہیں اٹھایا تھا۔

"اٹھو جلدی کرو، میڈم شگفتہ خفا ہو رہی ہیں، ڈانٹ رہیں ہیں کہ اتنا دن چڑھ آیا ہے اور تم لوگ ابھی تک سو رہی ہو، اب ایک گھنٹہ تیار ہونے میں لگاؤ گی، جلدی کرو اس سے پہلے کہ وہ یہاں آ جائیں اور مزید عزت افزائی کریں، چھوڑ دو اب بستر کی جان۔" میرب اور نگین نے مندی مندی آنکھوں سے زویا کی تمام باتیں سنیں تھیں، کچھ سمجھ آیا اور کچھ سر پر سے گزر گیا تھا، نیند کا خمار اس قدر تھا کہ آنکھیں کھولنا مشکل تھا، بستر چھوڑنا تو دور کی بات، میرب کا دل چاہا کہ وہ پھر سے کمبل اوڑھ کر لمبی تان کر سو جائے، مگر بہرحال وہ یہاں سونے نہیں آئی تھی، وہ کسلمندی سے اٹھ بیٹھی تھی، کھڑکی کے پردے ہٹے ہوئے تھے، دور پہاڑوں پہ چمکتا سورج اور اس قدر حسین لگ رہا تھا کہ گویا کسی نے سونے کے تھال پہاڑوں پہ انڈیل دیئے ہوں۔

"میں فریش ہو کر آتی ہوں تم بھی اٹھنے کی کرو، دوبارہ سے سو مت جانا۔" نگین نے بستر سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے سلیپر پاؤں میں ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"ہوں جاگ گئی ہوں، تم جلدی آنا۔" نگین سر ہلا کر واش روم میں گئی تو میرب نے تکیے کے پاس رکھا اپنا سیل فون اٹھا لیا تھا، انس کے میسجز تھے اسے اپنی خیریت کی اطلاع دے کر اس نے واٹس ایپ کھول لیا تھا، کل رات بھیجا جانے والا اس کا میسج سینڈ ہو چکا تھا، اس کے لبوں کو کسی سی مسکراہٹ نے چھو لیا تھا، گو کہ جواب نہیں آیا تھا، مگر جو وہ کہنا چاہ رہی تھی وہ اس تک پہنچ چکا تھا اور یہی اس کا مقصد تھا، اب وہ اپنے مقصد میں کتنا کامیاب ہوئی تھی اور کتنا نہیں یہ اسے پتہ نہیں تھا، وہ تب تیار ہو کر ناشتے کے لئے ڈائننگ ہال میں آئیں تو وہاں میڈم شگفتہ کی ڈانٹ ان کی منتظر تھی، مگر اتنے اچھے موسم اور ماحول میں ان کی

ڈانٹ کا ان سب پہ کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا تھا، سو وہ سب اپنا اپنا من پسند ناشتہ کرنے لگیں تھیں، ناشتے کے بعد انہیں ایک نئے دن کا آغاز کرنا تھا، لڑکے بضد تھے کہ انہیں نتھیا گلی میں ہائیکنگ کے لئے جانا ہے کہ وہاں بے انتہا خوبصورت ہائیکنگ ٹریکس تھے، جبکہ لڑکیوں کو جھیل سیف الملوک دیکھنے جانا تھا، وہاں اترتی پریوں کو دیکھنا تھا، کافی بحث و تکرار کے بعد طے یہ پایا تھا کہ آج لڑکوں کی خواہش کو پورا کرتے ہیں اور کل جھیل سیف الملوک کی طرف جائیں گے، کیونکہ آج ویسے ہی وہ لوگ لیٹ ہو چکے تھے، لڑکیاں دل مسوس کر چپ کر گئیں تھیں، پھر لڑکیاں تو ہائیکنگ پہ جانے میں انٹرسٹینڈ تھیں مگر کچھ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا، سو طے یہ پایا کہ جو ہائیکنگ پہ نہیں جا رہیں ہیں وہ وہاں نتھیا گلی میں شاپنگ کر کے وقت گزاریں گی کیونکہ وہاں کی مقامی مارکیٹ میں بہت عمدہ اشیاء دستیاب تھیں اور شاپنگ کا سن کر لڑکیوں کی خوشی دیدنی تھی، وہ سب جانے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

☆☆☆

میرب نے وہاں کے مقامی بازار سے اپنے لئے افغان بالیاں خریدیں تھیں، جنہیں اب وہ پہن کر دیکھ رہی تھی، کبھی سامنے لگے شیشے میں اپنے عکس کے پیچھے نظر سفید براق گھوڑے کو دیکھ کر وہ مچل گئی تھی کہ اسے اس پہ سواری کرنی ہے۔

"میرب تم پاگل ہو گئی ہو اور اب ساتھ میں مجھے بھی کر دو گی، میں اس لئے تمہارے ساتھ یہاں نہیں آئی تھی کہ تم الٹی سیدھی فرمائشیں کر کے میرا دماغ خراب کرو۔" نگین اس کی بات سن کر اس پہ چڑھ دوڑی تھی۔

"نگین پلیز چلو نا یار، اس میں برائی کیا ہے، دیکھو تو سب ہی بیٹھ رہے ہیں، پلیز پلیز اگر ہم بھی بیٹھ جائیں گے تو کیا ہو جائے گا، اب انجوائے کرنے آئیں ہیں تو پوری طرح کریں نا، اچھی دوست نہیں ہو۔" وہ نگین کا بازو تھامے اسے راضی کرنے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن نگین ابھی بھی اپنی بات پہ قائم تھی اور ساتھ ہی اسے بھی روک رہی تھی۔

"مجھے ڈر لگتا ہے میرب یار بات کو سمجھا کرو، اگر یہ بدک گیا تو، نہیں بھئی مجھے نہیں بیٹھنا اس پہ اور تم بھی مت جاؤ پلیز، بھائی نے دیکھا نا تو ناراض ہوں گے، بات کو سمجھا کرو۔" نگین نے پھر سے اسے سمجھانے کو زارون کا ڈراوا بھی دے ڈالا تھا، مگر وہ میرب ہی کیا جو بات کو مان جائے۔

"ٹھیک ہے تم مت جاؤ میں تو جا رہی ہوں۔" وہ خفگی سے کہتی اس کا بازو چھوڑ کر دکان سے باہر چلی گئی تھی، وہ افغان بالیاں بھی ابھی تک اس کے کانوں میں ہی تھیں، جنہیں وہ پہن کر دیکھ رہی تھی۔

"اف یہ لڑکی نا۔" نگین جلدی جلدی ادائیگی کر کے اس کے پیچھے ہی چلی آئی تھی، جہاں اب وہ دور کھڑی گھوڑے کے مالک سے بات کر رہی تھی اور دور سے ہی نگین نے اسے اس سفید براق گھوڑے پہ سوار ہوتے دیکھا تھا، جس پہ وہ آدمی اب گھوڑے کی رسی تھامے دھیرے دھیرے چل رہا تھا، میرب نے دور سے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا تھا، نگین فقط اسے دیکھ کر رہ گئی تھی، موسم بھی اب دھندلا سا ہو رہا تھا، دھوپ ختم ہو چکی تھی اور بادل چھانے لگے تھے، گھوڑے کے پیروں کی ٹپ ٹپ اور بادِ صبا میرب کو کسی اور ہی جہاں کی سیر کرانے لگی تھی، اس نے اپنی پوری زندگی میں اتنے حسین مناظر اور اتنی خوبصورتی کہیں نہیں دیکھی تھی، اس کے ہاف بندھے بال

ہوا سے ہولے ہولے لہرا رہے تھے، اس کے کانوں میں پہنی رنگین بالیوں کے نگ دور سے ہی چمک رہے تھے، گھوڑا بہت سبک رفتاری سے چل رہا تھا کہ یکا یک ہی اس کے سامنے ایک تیز ہارن بجاتی گاڑی آئی تھی، جس کی ہیڈ لائٹس کی روشنی گھوڑے کی آنکھوں میں بری طرح جھپٹی تھی، وہ بری طرح بدکا تھا، تواتر سے بجتے ہارن نے گھوڑے کو بدحواس کر دیا تھا، مالک نے سنبھالنے کی بہت کوشش کی مگر وہ ناکام رہا تھا، گھوڑے نے رسی چھڑا کر سرپٹ دوڑ لگا دی تھی، ایسے کہ میرب کو اس پر سے اترنے کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا، اب وہ براق گھوڑا اسے اپنی پشت پہ بٹھائے ہوا کے سنگ دوڑائے چلا جا رہا تھا، اس کا رخ وادی میں بلندی کی طرف تھا اور وہ ڈری سہمی بار بار مڑ کر پیچھے کو دیکھتی اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

مگر سرپٹ بھاگتے گھوڑے کو اسے سنبھالنے کا نہ تجربہ تھا اور نہ ہی ہوش، ایسی سچوئیشن سے پہلی بار اس کا واسطہ پڑا تھا، وہ بری طرح گھبراہٹ کا شکار ہو چکی تھی، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے، گھوڑے کا رخ مسلسل بلندی کی طرف تھا اور میرب کو اب ڈر لگ رہا تھا، گھوڑے کی رفتار بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی اور اسے قطعی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کس طرح سے روکے، تیز ہوا اب اس کی آنکھوں میں چبھ رہی تھی، اس کی آنکھوں میں خوف اتر آیا تھا اور دل بری طرح دھڑک رہا تھا، اسے اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔

"یا اللہ پلیز، پلیز میری مدد کریں، پلیز، کاش میں نگین کی بات مان لیتی۔" آنکھیں بند گھوڑے کی پشت سے چمٹی اب وہ اس گھوڑے کے رحم و کرم پہ ایک عالم بے بسی میں تھی۔

اماں، بابا، انس سب کے چہرے اس کی آنکھوں میں گھومنے لگے تھے، گھوڑا ہنوز اسی رفتار سے سرپٹ دوڑ رہا تھا، اردگرد پہاڑوں کا خاموش سلسلہ ساتھ ساتھ دوڑ رہا تھا، کیا اس کی موت اس انجان شہر میں ان پہاڑوں میں لکھی تھی، اسے لگا رہا تھا کہ یہ گھوڑا ابھی کسی کھائی میں اسے گرا دے گا، میرب کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناسٹ سی ہوتی محسوس ہوئی تھی، اسی لمحے بادل بہت زور سے گرجا تھا اور گھوڑے کو پہاڑوں پہ چمکتی بجلی کی چمک اور بادلوں کی گڑگڑاہٹ نے مزید حواس باختہ کر دیا تھا۔

☆☆☆

"بھائی پلیز، جلدی آئیں بھائی۔" نگین کی روتی ہوئی آواز فون پہ سن کر بری طرح گھبرا گیا تھا، سر اظہر اور زارون لڑکوں کے ساتھ ہائیکنگ کے لئے نہیں گئے تھے، ان کے ساتھ سر شعیب ایک فی میل ٹیچر میڈم فرحت اور مقامی گائیڈ تھے، میڈم شگفتہ اور وہ دونوں یہاں لڑکیوں کے ساتھ تھے، سر اظہر کی کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی، اس لئے زارون انہیں ساتھ لئے قریبی کیفے میں آ بیٹھا تھا اور میڈم شگفتہ نے کہہ دیا تھا کہ وہ قریب ہی ہیں فری ہو کر یا ضرورت پڑنے پہ کال کر لیں اور اب اس طرح سے نگین کی کال سے اسے بری طرح سے پریشان کر دیا تھا۔

"نگین کیا ہوا ہے، کچھ بتاؤ تو کیا بات ہے، تم ٹھیک ہو نا، سب خیریت ہے نا۔" وہ پوچھتا ہی رہ گیا مگر وہ اسے کچھ بتا ہی نہیں پا رہی تھی، بس روئے جا رہی تھی، وہ سر اظہر کو ساتھ لئے تیزی سے اس بازار کی طرف آیا تھا، جہاں پہ وہ لوگ تھیں اور وہاں آ کر جب ساری صورتحال پتہ چلی تو وہ حقیقتاً پریشان ہو گیا تھا۔

"میں نے منع بھی کیا تھا، مگر یہ لڑکیاں

مانیں بھی نا، بچوں جیسی حرکتیں اور شوق ہیں ان کے، اب بتاؤ اگر کچھ ہو گیا تو ان کے ماں باپ کو ہم کیا جواب دیں گے، مصیبت تو ساری ہم پہ آئے گی نا، لیکن یہ ان بے وقوفوں کو کون سمجھائے۔" میڈم شگفتہ حسب عادت شروع ہو چکیں تھیں، سب لڑکیاں پاس ہی ڈری سہمی پریشان سی کھڑی تھیں، نگین مسلسل روئے جا رہی تھی۔

"میڈم شگفتہ پلیز ریلیکس، اس طرح سے آپ بچیوں کو مزید پریشان کر رہی ہیں، آپ یہ سوچیں کہ اب کرنا کیا ہے، زارون تم جیپ ہائر کرو اور جلدی کرو، نگین بتا رہی ہے کہ وہ گھوڑے والا پہلے ہی ان کے پیچھے جا چکا ہے، دیکھو بچی ہماری ذمہ داری ہے، اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے، جلدی کرو جلدی جاؤ، میں ان سب کو لے کر ریسٹ ہاؤس جاتا ہوں، تم رابطے میں رہنا۔" سر اظہر نے بڑی سمجھداری سے اس ساری صورتحال کو سنبھالا تھا، زارون تیزی سے اس طرف بھاگا تھا، جس طرف نگین کے مطابق وہ گھوڑا میرب کو لے کر دوڑا تھا۔

"ریلیکس بیٹا، حوصلہ کرو، ابھی آ جاتی ہے میرب، کچھ نہیں ہوگا، تو لوگ پریشان نہ ہو۔" سر اظہر نے نگین کے سر پہ ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی تھی اور ان سب کو لے کر ریسٹ ہاؤس کی طرف چلے آئے تھے، کہیں کہیں بارش اب چار سو برسنے لگی تھی اور تیز ہوا جسم میں چبھ رہی تھی۔

☆☆☆

"میرب..... میرب، پلیز آنکھیں کھولو، تم ٹھیک ہو۔" زارون جب مقامی جیپ میں وہاں تک پہنچا تو وہ گھوڑے والا آدمی اس سے پہلے ہی اپنا ایک اور گھوڑا لے کر وہاں تک پہنچ چکا تھا، مگر چونکہ اس نے زارون کو اپنے تعاقب میں آتے دیکھ لیا تھا، اس لئے اپنے گھوڑے کو تو قابو کر لیا تھا، مگر زمین پہ گری میرب کو ہاتھ لگانے سے گریز کیا تھا، وہ گھوڑے سے گر کر بے ہوش ہو گئی تھی، پتھریلی زمین پہ وہ آڑی ترچھی پڑی تھی، اس کے بال بکھر کر اب بارش سے بھیگنے لگے تھے، اس کے ہونٹ سردی سے نیلے پڑنے لگے تھے، اب وہ محض ڈر کے مارے بے ہوش ہو گئی تھی یا اسے کوئی چھوٹ لگی تھی، یہ اس کے ہوش میں آنے کے بعد ہی پتہ چلنا تھا۔

"میرب آنکھیں کھولو، میرب۔" زارون بے قراری سے اس پہ جھکا تھا اور ہولے سے اس کا گال تھپتھپایا تھا، سارا غصہ اسے اس حالت میں پڑا دیکھ کر ہوا ہو چکا تھا، غصے کی جگہ اب فکر اور پریشانی نے لے لی تھی کہ اگر اسے کچھ ہو گیا تو، یہ سوچ ہی اس کے دماغ کو ماؤف کر گئی تھی، وہ اس کے ماں باپ کو کیا جواب دے گا، جنہوں نے اس کے بھروسے اسے اتنا دور بھیج دیا تھا۔

"میرب..... اٹھو..... ہوش کرو۔" وہ لمحہ زارون کو کہیں بہت پیچھے لے گیا تھا، وہ بھی تو ایسے ہی چپ چاپ لیٹی تھی، آنکھیں موندیا ور پھر اس نے کبھی آنکھیں نہیں کھولیں تھیں، اس کے ہزار آواز پر ہزار منتوں پر بھی نہیں، اس لمحے جانے کیوں زارون کو میرب میں زاریہ کی جھلک نظر آنے لگی تھی، اس کے اردگرد سرخ تالاب سا بننے لگا تھا، گاڑھا سرخ تالاب، اس کا دل بہت تیز دھڑکا تھا۔

"میرب!" اس کا چہرہ تھپتھپاتے زارون کے ہاتھ سست سے پڑ گئے تھے، اس کی آنکھوں کے آگے دھند سی چھانے لگی تھی، مگر بعض برے لمحے پلٹ کر نہ آئیں تو بہتر ہے کیونکہ بار بار انسان انہیں سہار نہیں پاتا ہے، یہ بھی وہ برا لمحہ نہیں تھا، اسی لمحے میرب کی پلکوں میں جنبش سی

ہوئی تھی، اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی، اس کا سر اور آنکھیں بہت بھاری ہو رہی تھیں، گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے اس کا سر پتھریلی زمین سے بہت بری طرح سے ٹکرایا تھا۔

"میرب..... اٹھو ہمت کرو، آنکھیں کھولو میرب۔" اس کے کانوں سے ایک شناسا سی مدھم آواز ٹکرائی تھی: اس پہ جھکا وہ چہرہ، اس کے گال تھپتھپاتے وہ سرد ہاتھ، اس کے دل کی دھڑکن یکدم ہی تیز ہوئی تھی۔

وہ کہاں تھی، اس نے پورا زور لگا کر آنکھیں کھولیں تھیں، وہ ہوش میں آ رہی تھی۔

"میرب آنکھیں کھولو، ٹھیک ہو، کہیں چوٹ تو نہیں آئی ہے۔" زارون کی پریشان آواز پھر سے اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی، وہ چند لمحے بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی تھی اور پھر اگلے ہی لمحے اپنے قریب پنجوں کے بل بیٹھے زارون کے بازو سے لپٹ کر بری طرح رو پڑی تھی، اس کی حالت اس لمحے ایسی تھی کہ جیسے کسی کو نخلستان میں کوئی اپنا نظر آ جائے، وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ وہ زندہ ہے اور کوئی اس کی مدد کو آ چکا ہے اور وہ بھی وہ انسان کہ جسے گھوڑے سے گرنے سے قبل دل نے پوری شدت سے پکارا تھا، اپنے بازو پہ گرم گرم آنسوؤں کی گرمائش محسوس کرتا زارون اپنی جگہ ساکت سا بیٹھا تھا، اس کا ایک ہاتھ خود بخود ہی روتی ہوئی میرب کے سر پہ آن ٹھہرا تھا۔

"سب ٹھیک ہے بس ریلیکس، کچھ نہیں ہوا ہے، سنبھالو خود کو۔" چند لمحوں بعد کسی احساس کے تحت وہ خود ہی اس سے دور ہٹ گئی تھی، زارون نے اسے کھڑے ہونے میں مدد دی تھی اور اپنے کندھوں پہ پڑی بروان شال اتار کر اس کے گرد لپیٹ دی تھی۔

"ٹھیک ہو نا، کہیں زیادہ چوٹ تو نہیں آئی ہے نا، چل لو گی۔" زارون کے فکر مندی سے پوچھنے پہ میرب نے ہولے سے سر ہلا دیا تھا، حالانکہ اس لمحے اس کے پورے بدن میں درد کی لہریں سی اٹھ رہی تھیں اور خاص کر بائیں کندھے اور پاؤں میں شدید درد ہو رہا تھا، مگر وہ اپنی خفت مٹانے کو نفی میں سر ہلا گئی تھی۔

"وہ وہاں جیپ تک جانا ہے، آ جاؤ۔" زارون نے اسے جیپ میں بیٹھنے میں مدد دی تھی، پھر خود وہاں رک کر اس گھوڑے والے سے کچھ بات کی تھی اور پھر خود بھی اس کے ساتھ پیچھے ہی آ بیٹھا تھا، میرب کی حالت اس وقت اتنی خراب تھی کہ زارون نے اسے کچھ بھی کہنے سے گریز ہی کیا تھا، وہ سر جھکائے ڈری سہمی بیٹھی تھی، آنکھوں میں نمی ابھی بھی تیر رہی تھی، زارون نے کتنی ہی بار فکر سے اسے دیکھا تھا، کچھ بھی تھا وہ اس وقت اس کی ذمہ داری تھی، باہر اب اندھیرا پھیلنے لگا تھا، بارش رک گئی تھی مگر چلنے والی ہوا قدرے تیز تھی، جو اس کھلی جیپ میں جسموں کے آر پار ہو رہی تھی، زارون کو ٹھنڈ سی محسوس ہو رہی تھی، اس نے بلیک شلوار قمیض پہ ہلکا سا اپر پہن رکھا تھا، جو اس موسم کی شدت کو کم کرنے کے لئے ناکافی تھا، شال وہ میرب کو دے چکا تھا، بازو سینے پہ لپیٹے وہ قدرے بے آرام سا بیٹھا تھا۔

"آپ یہ لے لیجئے سر، میں اب ٹھیک ہوں، ٹھنڈ بہت بڑھ گئی ہے، آپ کو سردی لگ جائے گی۔" شاید میرب نے اس کا غیر آرام دہ انداز محسوس کر لیا تھا، اس لئے وہ شال اتار کر اس کی طرف بڑھائی تھی، اس نے لانگ سوئیٹر پہن رکھا تھا جو کہ خاصا گرم تھا اور یوں بھی وہ اب خاصا بہتر محسوس کر رہی تھی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں، آپ فکر نہ کریں۔" زارون نے شال لینے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا

تھا اور نفی میں سر ہلا کر کہا تھا، میرب نے شال خاموشی سے واپس اپنی گود میں رکھ لی تھی، اونچے نیچے ڈھلوانی راستوں پہ جیپ ہچکولے کھاتی چل رہی تھی، اچانک جیپ ایک جھٹکے سے رکی تھی۔

"کیا ہوا..... گاڑی کیوں رک گئی۔"

میرب نے پریشانی سے زارون کو دیکھا تھا۔

"پتہ نہیں دیکھتا ہوں۔" زارون اسے تسلی دے کر گاڑی سے اتر آیا تھا اور گھوم کر ڈرائیور کے پاس گیا تھا، جو اب گاڑی کا بونٹ کھولے کھڑا تھا۔

"کیا ہوا ہے خان، گاڑی میں کوئی مسئلہ آ گیا کیا؟" اس نے ڈرائیور کے پاس جا کر اسے پوچھا تھا۔

"جی صاحب انجن میں تھوڑا مسئلہ ہے، ٹائم لگے گا، اگر ٹھیک ہو گیا تو ورنہ مکینک کو بلانا پڑے گا۔" ڈرائیور نے بونٹ پہ جھکے جھکے کہا تھا۔

"تو اب کیا ہوگا، کتنا ٹائم لگے گا خان؟" زارون نے پریشانی سے پوچھا تھا، وہ جلد از جلد ریسٹ ہاؤس پہنچا چاہتا تھا، وہ اکیلا ہوتا تو پیدل بھی چل لیتا مگر میرب ساتھ تھی اور ایسی حالت میں تھی کہ ٹھیک سے چل بھی نہیں پا رہی تھی، اس کا پریشان ہونا لازمی تھا، رات بھی گہری ہو رہی تھی۔

"صاحب اگر آپ بولو تو ہم فون کر کے دوسرا گاڑی ارینج کر دیتا ہے، پر اس میں بھی تھوڑا ٹائم لگے گا، یوں بھی ہم پہنچ ہی چکے ہیں، یہاں سے آبادی بہت قریب ہی ہے، اگر آپ پیدل جانا چاہو تو، دس پندرہ منٹ لگے گا اور یہاں قریب میں ایک ڈاکٹر بھی ہے، اگر آپ بی بی کو لے جانا چاہو تو، ہم بہت شرمندہ ہے صاحب آپ سے کہ ہم آپ کو منزل پہ نہیں پہنچا سکا۔" ڈرائیور شرمندگی سے بولا تھا، زارون اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا تھا، اب کیا کرے، وہ گھوم کر میرب کے پاس آیا تھا۔

"میرب آپ پیدل چل لیں گی، گاڑی میں پرابلم آ گئی ہے اور دوسری گاڑی آنے میں ٹائم لگے گا، یہاں تھوڑی دور ڈاکٹر ہے میں آپ کو وہاں لے چلتا ہوں، پھر وہاں پہنچ کر کچھ ارینج کر لیتے ہیں۔" زارون نے ساری تفصیل بتا کر اسے منتظر نگاہوں سے دیکھا تھا جواب کچھ تذبذب کا شکار نظر آ رہی تھی۔

"میرب ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے، موسم خراب ہے اور کبھی بھی بارش ہو سکتی ہے، بہتر ہے کہ ہم یہاں سے نکلنے کی کریں، وہاں سب ہمارا انتظار کر رہے ہیں، بار بار سر اظہر اور نگین کی کالز آ رہی ہیں، آپ بس کلینک تک چلنے کی ہمت کریں وہاں سے یونی کی وین پک کر لے گی، میں کہہ دیتا ہوں، اب جلدی کریں ہری اپ۔" زارون نے دور پہاڑوں کے اوپر چمکتی بجلی کو دیکھ کر پھر سے اسے سمجھایا تھا اور اس بار میرب کی سمجھ میں اس کی بات آ گئی تھی، وہ ہمت کر کے جیپ سے اتر آئی تھی، گو کہ چلنے میں دشواری تھی مگر شکر تھا کہ اتنی بھی نہیں کہ وہ چند قدم بھی نہ چل سکے، زارون نے اس کے بات سمجھ لینے پہ شکر ادا کیا تھا اور جیپ والے کو کرایہ دے کر اس کے ساتھ قدم ملا دیئے تھے، راستے میں اس نے سر اظہر کو کال کر کے ساری صورتحال بتا دی تھی اور وین بھیجنے کو کہا تھا، اس جیپ والے نے صحیح کہا تھا، وہ لوگ بمشکل دس منٹ ہی چلے ہوں گے کہ آبادی کے آثار نظر آنا شروع ہو گئے تھے اور وہیں چند قدم کے فاصلے پہ ایک ڈاکٹر کا کلینک بھی نظر آ رہا تھا۔

"میں ڈاکٹر کے پاس نہیں جاؤں گی، میں اب ٹھیک ہوں، مجھے بس ریسٹ ہاؤس جانا

ہے۔" میرب نے زارون کو کلینک کی طرف قدم بڑھاتے دیکھا تو فوراً ہی ٹوک دیا تھا۔

"کیوں..... کیوں نہیں جانا ہے، دیکھیں اگر خوش قسمتی سے ڈاکٹر مل گیا ہے تو دکھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، تسلی ہو جائے گی کہ کہیں کوئی سنگین چوٹ تو نہیں ہے۔" زارون نے دوٹوک انداز میں کہہ کر اسی طرف قدم بڑھائے تو میرب کو اس کی پیروی کرنا پڑی تھی۔

"ارے نہیں کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے، ایسی کوئی چوٹ نہیں ہے، بس پاؤں میں کہیں سی موچ ہے، کل تک ٹھیک ہو جائے گی اور بازو میں گرنے کے دباؤ کی وجہ سے درد ہے۔" ڈاکٹر نے اچھی طرح اس کا چیک اپ کرنے کے بعد کہا تھا، زارون نے اطمینان سے اثبات میں سر ہلایا تو وہیں میرب نے بھی سکون کی سانس لی تھی۔

"آپ نوجوان بھی نا ذرا ذرای بات پر پریشان ہو جاتے ہیں، بھئی جب بنی مون منانے آتے ہیں تو اپنی بنی کا خیال بھی تو رکھیں نا، نازک سی بچی کو لے کر گھوڑے پہ بٹھا دیا، گدھے ہو تم خود بھی ساتھ بیٹھتے نا۔"

ڈاکٹر اب اپنی دھن میں دوا لکھتے ہوئے بول رہا تھا، جبکہ ان کی بات سن کر زارون کو ایک جھٹکا سا لگا تھا، اس کی رنگت سرخ پڑ گئی تھی، وہ ان دونوں کو کیا سمجھ رہے تھے، جبکہ میرب چار سو چالیس کے کرنٹ جیسے جھٹکے سے کبھی زارون کو تو کبھی اس ڈاکٹر کو دیکھ رہی تھی۔

"دیکھیں ڈاکٹر صاحب آپ غلط سمجھ رہے ہیں، ہم....."

"ہاں ہاں میں سب سمجھ رہا ہوں، یہ دوا لکھ دی ہے، وقت پہ دے دینا اور بیوی کا خیال رکھنا۔" ڈاکٹر نے زارون کی بات کو درمیان میں کاٹ کر دواؤں کا پرچا اسے تھما دیا تھا اور پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا، مطلب کہ اب وہ لوگ جا سکتے تھے، ڈاکٹر عمر رسیدہ اور ریشہ خطمی ٹائپ تھے، صرف اپنی سنانے والے، زارون نے خشمگیں نگاہوں سے ڈاکٹر کو گھورا تھا اور چیئر سے اٹھ کھڑا ہوا تھا، جبکہ میرب کے لبوں پہ ایک مسکراہٹ سی مچلی تھی، زارون سخت غصے میں وہاں سے تیزی سے نکل آیا تھا۔

"پلیز سر تھوڑا آرام سے چلیں، مجھ سے اتنی تیز نہیں چلا جا رہا ہے۔" میرب کو اس کے قدموں کا ساتھ دینے کے لئے دوڑنا پڑ رہا تھا، جس کی وجہ سے اس کے پاؤں میں تکلیف ہونے لگی تھی۔

"ہاں تو میں نے کہا تھا کہ گھوڑے پہ بیٹھ جاؤ اور گر جاؤ، آخر تم لڑکیوں کو اتنے عجیب عجیب شوق کیوں ہوتے ہیں، ساری مصیبت میرے سر پہ آ گئی ہے، سارا دن خوار ہو گیا اور وہ خبطی ڈاکٹر پتہ نہیں کیا سمجھ رہا تھا، میری ہی غلطی ہے کہ میں تم لوگوں کی ضد میں آ کر یہاں چلا آیا، مجھے یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔" وہ غصے سے کہتا ہوا مڑ کر اس کے سامنے آ رکا تھا اور خشمگیں نگاہوں اس پہ جما دیں تھیں۔

"ہاں تو مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ گھوڑا اتنا بدتمیز ہو گا کہ اسے مہمانوں کو گھڑ سواری کرانے کی تمیز نہیں ہو گی، ایک ذرا سا ہارن سن کر دوڑ لگا دی گدھا کہیں کا اور حادثہ میرے ساتھ ہوا گر میں گئی، مجھے اتنی چوٹیں آئیں اور آپ ڈانٹ بھی مجھے ہی رہے ہیں۔" وہ ڈر کر ایک قدم پیچھے ہٹ کر روہانسے لہجے میں بولی تھی، اسے زارون کے غصے کا اندازہ تھا مگر اس ڈاکٹر نے غلط سمجھ لیا تو اس میں اس کا کیا قصور تھا، اس کے سخت لہجے سے میرب کی آنکھوں میں پانی بھرنے لگا تھا۔

"تو کس نے مشورہ دیا تھا اس پہ بیٹھنے کا میرب بی بی، اس کو کون سا پتہ تھا کہ اس پہ کون سی شاہی سواری بیٹھنے والی ہے کہ وہ عزت و تکریم سے آپ کو گھر تک پہنچا کر آتا، جانور، جانور ہی ہوتا ہے، چاہے کتنا ہی سدھایا ہوا ہو، اسے حیوان بنتے دیر نہیں لگتی ہے، اب چلو وین آ گئی ہے بارات یہیں گزارنے کا ارادہ ہے اور ہاں اگلے تمام ٹرپ میں مجھے کوئی اور بے وقوفی نہیں چاہیے سمجھ آئی۔" زارون نے سارے دن کا غصہ اور خفت اس پہ اتار دی تھی اور تیزی سے سامنے کھڑی گاڑی کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے، یہ دیکھے بنا کہ میرب اس کے پیچھے آ بھی رہی ہے یا نہیں، میرب اس وقت اسی میں عافیت سمجھی تھی کہ وہ خاموشی سے اس کے پیچھے چلے۔

☆☆☆

"تمہیں ڈر نہیں لگتا میرب! میں نے تمہیں کتنا منع کیا تھا، مگر تم مانی ہی نہیں، اگر کچھ ہو جاتا تو، میں تو اس قدر ڈر گئی تھی کہ بیان نہیں کر سکتی ہوں۔"

ایک تھکا دینے والے پریشان کن دن کے بعد جب وہ دونوں بستر پہ لیٹیں تو نگین نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی، کیونکہ پاس لیٹی زویا کی نیند بہت کچی تھی اور وہ ان دونوں کی باتوں سے بہت ڈسٹرب ہوتی تھی۔

"ڈر..... ڈر تو بہت چھوٹا لفظ ہے نگین مت پوچھو میری کیا حالت تھی یار، وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ اس نے بچا لیا اور سر زارون وقت پہ پہنچ گئے، ورنہ تو شاید ابھی میں یہاں نہ ہوتی۔"

میرب کا دل وہ وقت یاد کر کے ہی بیٹھنے لگا تھا، اسے سوچ کر ہی ڈر لگنے لگا تھا، اس وقت جو درد جو تکلیف محسوس ہو رہی تھی، وہ اس اذیت سے کہیں کم تھی جو اس نے سہی تھی، میڈم شگفتہ سے ڈانٹ پڑی وہ الگ، سر اظہر نے بھی نرمی سے سمجھایا تھا، مگر اسے کچھ برا نہیں لگا تھا کیونکہ بہرحال غلطی اس کی تھی، وہ سب اس کے لئے فکر مند تھے، پریشان تھے، اس لئے اسے ڈانٹنا یا سمجھانا ان کا حق بنتا تھا، میڈم شگفتہ کی ڈانٹ، زارون کا غصہ اسے کچھ بھی برا نہیں لگا تھا، وہ تو اس بات کا شکر ادا کر رہی تھی کہ وہ صحیح سلامت خیریت سے تھی اور اس وقت وہ آئسکریم لگانے اور دوا کھانے کے بعد خاصا بہتر بھی محسوس کر رہی تھی۔

"بھائی نے ڈانٹا تو ہوگا، کیونکہ وہ پریشان ہونے کے ساتھ ساتھ کافی غصے میں تمہارے پیچھے گئے تھے۔" نگین نے ایک نگاہ قریب لیٹی میرب کے چہرے پہ ڈال کر پوچھا تھا۔

"ارے ایسی ویسی ڈانٹ، فل ڈوز ہلی ان سے تو، ویسے ان کا قصور بھی نہیں تھا، پریشانی اور غصے میں ایسا ہو جاتا ہے، لیکن اس ڈاکٹر نے جو کہا، اس نے تو سر زارون کا مورال فل ہائی کر دیا تھا۔" ڈاکٹر کی بات سوچ کر ہی میرب کے لبوں پہ زارون کے تاثرات یاد کر کے ہی ہنسی آ گئی تھی۔

"ڈاکٹر کی بات..... کونسی ڈاکٹر کی بات؟" نگین حیرانگی سے بولی تھی، جواباً میرب نے اسے پورا قصہ سنا دیا تھا، جسے سن کر نگین بھی ہنس پڑی تھی۔

"بس یار ایک چیز کا افسوس ہے، اس منحوس گھوڑے کے چکر میں میری ایک بالی کھو گئی، اتنی مشکل سے ڈھونڈ کر خریدی تھی۔" میرب نے افسوس سے ہاتھ میں تھامی اپنی چمکتی بالی پہ نگاہ ڈال کر کہا تھا، جو اس نے بہت دل سے خریدی تھی اور اب وہ ایک کھو چکی تھی۔

"تمہیں بالی کے کھو جانے کا افسوس ہو رہا ہے، بے وقوف جان بچی سو لاکھوں پائے، دوسرا

پیس خرید لینا، چلو اب سو جاؤ، تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔" نگین کے کہنے پہ اس نے اثبات میں سر ہلا کر ہالی سائیڈ ٹیبل پہ رکھ کر ٹیبل لیمپ اف کر کے سیل فون اٹھا لیا تھا، نگین نے کروٹ بدلی تو اس نے واٹس ایپ کھول لیا تھا۔

"آج آپ کو میری وجہ سے خاصی تکلیف اٹھانا پڑی اس کے لئے سوری مگر میری زندگی بچانے کے لئے تھینکس۔"

اس نے میسج سینڈ کیا اور سیل سائیڈ میں رکھ کر آنکھیں موند لیں تھیں، ایک تھکا دینے والا دن گزارنے کے بعد زارون فریش ہو کر بستر پر آیا اور اپنا سیل اٹھا کر ڈیٹا آن کر لیا تھا، اسے کچھ ای میل چیک کرنا تھی، نوٹیفکیشن آ رہے تھے، واٹس ایپ پہ چند ایک میسجز تھے، جو اس نے سین کر کے بنا جواب دیئے بند کر دیئے تھے اور اپنا کام کرنے لگا تھا، وہ ہر ممکن طریقے سے اپنا دھیان آج ہونے والے واقعے سے ہٹانا چاہ رہا تھا، جو ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا، نیند آنکھیں رہی تھی تو بہتر یہی تھا کہ ذہن کو کام میں لگا کر وقت گزارا جائے، سو وہ یہی کرنے لگا تھا۔

☆☆☆

برسوں پہلے مصر میں ایک شہزادہ تھا سیف نام کا، جو کئی سالوں تک اپنے خواب میں کسی جھیل کو دیکھتا رہا مگر سمجھ نہ پایا کہ وہ کہاں ہے، اپنے اسی خواب میں اس نے اسی جھیل کے کنارے جو چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھری تھی ایک بے پناہ حسین پری کو دیکھا اور کھوج میں لگ گیا کہ آخر وہ جھیل کہاں ہے اور اس کے خواب میں کیوں آئی ہے، پھر اس نے اپنے اس خواب کا ذکر اپنے والد سے کیا اور انہی کے مشورے سے سفر کو نکلا اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے ناران آن پہنچا، جہاں اسے ہو بہو وہی جھیل ملی جسے وہ اپنے خواب میں دیکھتا تھا پھر وہیں اس کی ملاقات شہزادی بدر جمال سے ہوئی جو ایک دیو کے قید میں تھی، اس لئے تب سے اس جھیل کا نام جھیل سیف الملوک پڑا، سیف اس شہزادے کی پشت سے اور الملوک کا مطلب ملاقات ہے، چاروں اور سے پہاڑوں میں گھری پیالہ نما جھیل سیف الملوک قدرتی حسن کا شاہکار ہے، جتنا اس کے بارے میں سنا تھا، جب سامنے دیکھا تو اس سے کہیں بڑھ کر پایا، چاروں طرف بلند پہاڑ جن کی چوٹیاں زمین سے دیکھنے والوں کو آسمان سے باتیں کرتی دکھائی دیتیں تھیں، اس وقت دھوپ کی کرنوں سے سجے وہ بلند پہاڑ سونے کے بنے محسوس ہوتے تھے، لڑکوں کے یہاں آنے کا مقصد کیمپنگ اور ہائیکنگ تھا جبکہ لڑکیوں کو یہاں اترتی پریوں کو دیکھنا تھا، یہاں کی خوبصورتی کو محسوس کرنا تھا اور مقامی گائیڈ کی زبانی شہزادے سیف اور شہزادی بدر جمال کی کہانی سننا تھی، اس لئے وہ لوگ آج رات یہاں ہی رک رہے تھے، کیونکہ یہاں جھیل کے قریب ہی سیاحوں اور مقامی گومنے پھرنے والوں کے لئے سہولیات موجود تھیں اور کرائے پہ کیمپ بھی لئے جا سکتے تھے، ان لوگوں کا بھی ایسا ہی کچھ پلان تھا، یہاں آنے کے لئے سب سے زیادہ شور میرب نے مچا رکھا تھا، اسے یہاں کے سحر کو محسوس کرنا تھا: یہاں کی خوبصورتی کو دیکھنا تھا، اس وقت یہاں شام اترنے کو تھی، پہاڑوں پہ اب سورج ڈھلنے کو تھا، بلند چوٹیوں کے پیچھے اب وہ چھپنے کی تیاری کر رہا تھا، جھیل کا ہر لمحہ رنگ بدلتا پانی اس وقت گہرا نیلا لگنے لگا تھا، وہ سب ادھر ادھر ٹولیوں کی صورت میں بکھرے تھے، کچھ کھا پی رہے تھے، کچھ بون فائر کی تیاری کر رہے تھے اور کچھ سیلفیاں لینے میں مصروف تھے، میرب نگین کو بتا کر جھیل کے

کنارے آ کھڑی ہوئی تھی، اسے ڈھلتے ہوئے سورج کو دیکھنا تھا اور چاند کو ان گھاٹیوں کے پیچھے سے ابھرتے ہوئے دیکھنا تھا، سردی کافی زیادہ تھی یا شاید پانی کے کنارے کھڑے ہونے کی وجہ سے زیادہ محسوس ہو رہی تھی، اس کی ناک سرخ ہونے لگی تھی اور ہاتھ ٹھنڈے ہو رہے تھے، پھر بھی وہ وہیں کھڑی رہی تھی، میرب نے اس وقت بلیک جینز کے ساتھ بلیک ہی کرتا پہن رکھا تھا، اوپر بلیک ہی اونی اپر تھا، گلے میں سرخ اونی اسٹول کو بل دے کو مفلر کی طرح ڈال رکھا تھا، کانوں میں چھوٹے سے اسٹون کے ٹاپس تھے، جن کے کناروں پہ چھوٹے چھوٹے باریک سرخ موتی جڑے تھے، بالوں کو آف کیچر میں جکڑ رکھا تھا، سردی سے سرخ ہوتی ناک اور ہوا سے اڑتے بالوں کے ساتھ وہ اس لمحے جھیل کے کنارے کھڑی سیف الملوک کی کوئی پری ہی معلوم ہو رہی تھی۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے میرب؟" تبھی اس کے قریب پانی کے شور کے ساتھ ایک آواز ابھری تھی، اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو کچھ فاصلے پہ زارون چوٹیوں کے پار نگاہ جمائے کھڑا تھا، شاید وہ بھی ڈوبتے سورج کو دیکھنے آیا تھا۔

"جی اب تو بالکل ٹھیک ہوں، فکر نہ کریں اگلے پورے ٹرپ میں، میں آپ کو بالکل پریشان نہیں کروں گی۔" وہ ہلکی مسکراہٹ سے اس کی طرف رخ موڑے ہوئے بولی تھی، اس کی بات سن کر زارون کے لبوں کو دھیمی سی مسکراہٹ نے چھوا تھا، اسے اپنی اس دن والی ڈانٹ یاد آئی تھی اور ساتھ میں اس کی بھیگی آنکھیں بھی، اس نے سر جھٹک کر اپنا دھیان پھر سے ڈوبتے سورج پہ لگایا تھا۔

"چلیں پھر یہ تو اچھی بات ہے، ویسے اس جھیل میں ایسی کوئی خاص بات تو نہیں ہے جو آپ اتنی بضد تھیں اسے دیکھنے کو، یہاں تو ہر طرف ہی ایسی جھیلیں اور پہاڑ ہیں۔" زارون نے اس کی محویت کو پوری طرح محسوس کیا تھا، تبھی اس سے پوچھا تھا۔

"خوبصورتی چیزوں اور مناظر کے ساتھ ساتھ آپ کی نگاہوں میں بھی ہوتی ہے سر، تبھی آپ کو ان مناظر اور چیزوں میں بھی نظر آتی ہے، جنہیں آپ دیکھنا چاہ رہے ہوتے ہیں، آپ کو یہ جھیل اتنی خاص نہیں لگ رہی تھی، مگر مجھے اس وقت یہ دنیا کا حسین ترین مقام لگ رہی ہے، یہ پہاڑ ان کے پیچھے ڈوبتا سورج، یہ رنگ بدلتا پانی، یہ ٹھنڈی روح کو سکون پہنچاتی ہوا۔" میرب نے آنکھیں بند کر کے پوری طرح اس منظر کی خوبصورتی کو محسوس کیا تھا، اس کی اس قدر دلکش منظر کشی کرنے پہ زارون کی دلچسپی بھی بڑھ گئی تھی، وہ تو بس یونہی چہل قدمی کرتے ہوئے یہاں آن ٹھہرا تھا۔

"ابھی آپ دیکھیے گا، جب چاند نکلے گا نہ تو اس منظر کی خوبصورتی اس کی دل کشی اور بڑھ جائے گی، پھر اس کے رنگ ہی کچھ اور ہوں گے، یوں بھی آج تو پورے چاند کی رات ہے، مجھے اس پہ اترتی پریوں کو دیکھنا ہے، سر آپ دیکھیں گے۔" وہ بالکل بچوں کے سے اشتیاق سے بولی تھی، اس کا انداز و اشتیاق دیکھ کر زارون ہنس پڑا تھا، کبھی کبھی وہ بالکل بچوں سی لگتی تھی۔

"ہنستے رہا کریں سر، آپ ہنستے ہوئے اچھے لگتے ہیں۔" میرب دل سے چاہتی تھی کہ پھر سے زندگی کی طرف لوٹ آئے، اس میں اس کی پسند سے زیادہ اس کی احساسیت کا دخل تھا، وہ ایک حساس اور خیال کرنے والی لڑکی تھی اور زارون کا

ماضی، اس کی تکلیف، تلخین اور اس کی امی کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے وہ دل سے چاہتی تھی کہ وہ پھر سے زندگی کی طرف لوٹ آئے، پھر سے جینے لگے، اس کی بات سن کر زارون نے بے ساختہ ہی لب بھینچ لئے تھے، کبھی کبھی وہ لڑکی اس کے لئے امتحان بن جاتی تھی، وہ کیسے اس کی روح تک میں جھانک لیتی تھی، وہ سمجھ نہیں پاتا تھا۔

"آپ کا رنگوں کے بارے میں کیا خیال ہے سر، کیا رنگ ہماری زندگیوں پہ اثر انداز ہوتے ہیں؟" میرب نے اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اس کی بات سن کر خاموش ہوگیا ہے، اس لئے بات بدلنے کو بولی تھی۔

"میرا نہیں خیال میرب کہ ایسی بے جان چیزیں انسانی زندگی پہ اثر انداز ہوسکتیں ہیں، یہ سب چیزیں تو انسان کی تابع ہوتیں ہیں، وہ چاہے تو ان کو خود پہ طاری کرلے، ان کے اثرات پہ یقین کرلے، چاہے تو نہ کرے، میں ایسی باتوں اور چیزوں کو نہیں مانتا ہوں۔" زارون نے ہاتھ میں تھامے کنکر کو جھیل کے شفاف پانی میں اچھال دیا تھا، جو بھنور بناتا ہوا گہرائی میں غائب ہوگیا تھا، وہ اس لمحے بھی سیاہ لباس میں ملبوس تھا اور دھیرے دھیرے چھاتی ہوئی تاریکی کا حصہ ہی معلوم ہورہا تھا۔

"آپ صحیح کہہ رہے ہیں سر کہ انسان اپنی چیزوں کا تابع نہیں ہوتا اور نہ ہی ہونا چاہیے، مگر ایسی چیزیں ضرور انسان کی تابع ہوتیں ہیں، جیسے کہ یہ سیاہ رنگ، سوگواری اور حزن کو ظاہر کرتا ہے، بے شک اسے کے اندر سب کچھ اپنے اندر سما لینے کی صلاحیت ہے، مگر دیکھنے والوں کو یہ فوراً اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور اس کا اسرار مقناطیس کی طرح آپ کو اپنی طرف کھینچنے لگتا ہے اور ایسے میں اگر اس کے ساتھ سرخ شامل ہو جائے تو وہ شوخ اور زندگی سے بھرپور تاثر دیتا ہے اور اگر سفید ملا دیا جائے تو پاکیزگی اور ٹھنڈک کا احساس دلاتا ہے، اب آپ یہ جھیل ہی دیکھ لیں۔" میرب نے لمحہ بھر کو رک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا تھا کہ کہیں اسے اس کی باتیں بری تو نہیں لگ رہی ہیں، مگر وہاں ایسا کوئی تاثر نہیں تھا، وہ خاموشی سے ساکت پانی پہ نگاہیں جمائے کھڑا اسے سن رہا تھا۔

"جب ہم یہاں آئے تھے تو اس کا پانی سفیدی مائل نیلا تھا، آسمان کی وسعتوں سا جو دل کو سکون پہنچا رہا تھا، پھر دن ڈھلا تو یہ سبزی مائل نیلا لگنے لگا اور اب رات کی تاریکی اوڑھے، سیاہ لگ رہا ہے، پراسرار سا، اگر یہ ہر وقت ہی ایسا لگنے لگے تو یقیناً برا لگے گا نا، دیکھنے والوں کو اس میں اتنی کشش محسوس نہیں ہوگی، سو ہر رنگ کی اپنی پہچان اپنی اہمیت ہے، اگر ہم ان کو خود پہ طاری نہ بھی کریں تو بھی ان کی خوبصورتی اور افادیت اس کے تابع ہو جائیں اور وہ آپ کا رنگ بن جائے۔"

"خاصی ریسرچ کر رکھی ہے آپ نے رنگوں کے بارے میں۔" اس کی بات مکمل ہوئی تو زارون نے ذرا سا ہنس کر اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا تھا، جو خود اس وقت سیاہ رنگ میں ملبوس تھی، وہ جانتا تھا سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا بات کر رہی ہے، کس بارے میں اور کیوں کر رہی ہے، اسی طرح کہ مختلف میسجز اور آرٹیکل وہ اسے وقتاً فوقتاً واٹس ایپ کرتی رہتی تھی، جن کو پڑھ کر زارون مسکرا ضرور دیتا تھا، مگر کبھی اس کا جواب نہیں دیا تھا اور نہ ہی اس کی حوصلہ افزائی کی تھی، کیونکہ وہ کرنا چاہتا ہی نہیں تھا، وہ خوش تھا اپنی زندگی کے

ان رنگوں کے ساتھ جو زاریہ کے حزن سے جڑے تھے۔

"نہیں نہیں ایسا تو کچھ نہیں ہے سر، بس یونہی خیال آیا تو کہہ دیا، آپ مائینڈ مت کیجئے گا پلیز۔" وہ شرمندہ سی ہنسی ہنستی اس لمحے زارون کو بڑی معصوم سی لگی تھی۔

"میرب آپ بہت سادہ اور معصوم ہیں، کم عمر ہیں، میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو زندگی کے وہ رنگ کبھی نہ دکھائے، جو ایک بار انسان پہ چڑھ جائیں تو ایسی گہری چھاپ چھوڑ جاتے ہیں کہ انسان باقی کے سارے رنگ بھول جاتا ہے، آپ پر یونہی سدا یہ گلاب رنگ چھایا رہے۔" نہایت سنجیدگی سے وہ بہت گہری بات کر گیا تھا، وہ ایک پھیکی سی ہنسی ہنس دی تھی، جو گلاب رنگ وہ خود پہ چڑھانا چاہتی تھی، اس سے وہ جان کر بھی انجان بن رہا تھا تو وہ اپنے پندار کو ٹھیس کیوں پہنچاتی، یوں بھی عورت چاہے کتنی بھی کم عمر اور معصوم کیوں نہ ہو، محبت کے معاملے میں نہایت انا پرست ہوتی ہے، محبت کا اعتراف پہلے مرد کی طرف سے ہو یہی بات اس کی انا کو تسکین پہنچاتی ہے، اس کے لئے محبت سے زیادہ وہ احساس اہم تھا، وہ انسانیت اہم تھی کہ جس کے تحت وہ چاہتی تھی کہ زارون زندگی کی طرف لوٹ آئے، باقی اپنے پندار کو اپنی عزت نفس کو وہ کبھی بھی ٹھیس نہیں پہنچا سکتی تھی، وہ جتنی حساس تھی اس سے کہیں زیادہ خوددار بھی تھی، یوں بھی جب آپ کے اندر محبت جنم لیتی ہے تو اس کے ساتھ انا اور خودداری بھی ساتھ ہی پروان چڑھتی ہیں۔

"کیا باتیں ہو رہیں ہیں بھئی، آئیں ایک سیلفی ہو جائے۔" سامنے سے آتی نگین نے ان دونوں کا دھیان اپنی طرف کیا تھا، ہاتھ میں موبائل تھامے وہ ان دونوں سے دو قدم آگے کھڑی ہو گئی تھی، ایسے کہ پیچھے وہ دونوں اکٹھے کھڑے نظر آ رہے تھے، سیاہ لباس میں ملبوس، چڑھتے چاند کی روشنی میں وہ ایک بہت خوبصورت اور یادگار سیلفی تھی۔

☆☆☆

وہ دس یادگار دن کیسے گزر گئے پتہ ہی نہیں چلا اور واپسی کا دن آ گیا، وہ سب لوگ اداس سے تھے، اتنی خوبصورت جگہوں اور مناظر ایسا دلفریب موسم چھوڑ کر جانے کو بھلا کس کا دل چاہتا ہے، کل صبح انہیں واپسی کے لئے نکل جانا تھا اور آج کی رات یہاں ان کی آخری رات تھی، سونے کا کسی کا کوئی ارادہ نہیں تھا، نومبر کا وسط تھا اور مری میں موسم کی پہلی برف گری تھی، گو کہ شدید برف باری نہیں تھی، مگر پھر بھی ہر شے جیسے ہلکی سفید تہہ کے نیچے چھپ سی گئی تھی، ہر طرف دھند کا راج تھا اور سردی کی شدت میں بے حد اضافہ ہو چکا تھا، ایسے میں مال روڈ کی رونق دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی، وہ سب بھی خود پہ گرم کپڑوں کا ڈھیر لپیٹے مال روڈ کی رونق مزید بڑھانے کو نکلے ہوئے تھے، سر اظہر اور میڈم شگفتہ کی خاص اور سخت تاکید تھی کہ دو گھنٹے بعد وہ سب اپنے اپنے کمروں میں موجود ہونے چاہیے، کیونکہ صبح جلدی نکلنا تھا اور موسم کا کوئی بھروسہ نہیں تھا، اگر یہاں لیٹ ہو جاتے اور وہ پھنس جاتے یا لینڈ سلیڈنگ ہو جاتی تو وہ اگلے کئی دن تک یہاں مقید ہو کر رہ جاتے، مگر یہاں پرواہ کسے تھی، ایک کان سے سن کر اور دوسرے سے نکال کر وہ سب اپنی مستیوں میں مگن تھے، سر شعیب، زارون اور میڈم فاریہ ان کے ساتھ تھے، علاوہ زارون کے سر شعیب اور میڈم فاریہ انجوائے کرنے والوں میں سے تھے، سو انہیں چنداں پرواہ نہ تھی، گروپس کی شکل میں وہ گھوم

رہے تھے، ایک دوسرے پہ برف کے گولے بنا بنا کر اچھال رہے تھے اور خوب مزے کر رہے تھے۔

وہیں ذرا دور ایک کونے میں پہاڑوں کے قریب ایک مقامی میوزیکل بینڈ تھا جو علاقائی میوزک پلے کر رہا تھا اور کئی نوجوان مل کر اس پہ اٹن ڈانس کر رہے تھے، اٹن ڈانس وہاں کے علاقائی رقص کو کہا جاتا ہے، جو کہ کئی لوگ مل کر دائرے کی شکل میں کرتے ہیں اور وہ بے پناہ خوبصورت رقص ہوتا ہے، ان کے گروپ کے بھی دو تین لڑکے جن میں سر شعیب بھی شامل تھے، ان رقص کرنے والوں میں شامل ہو گئے تھے، بہت اچھا نہ سہی مگر وہ ان لوگوں کا ساتھ دینے کو اچھی کوشش کر رہے تھے، لڑکیاں پاس ہی کھڑی لطف اندوز ہو رہی تھیں اور کچھ موبائل فون سے وڈیو بنا رہی تھیں، میرب اور نگین بھی وہیں کچھ فاصلے پہ میڈم فاریہ کے ساتھ کھڑی انجوائے کر رہیں تھیں، تبھی سر شعیب نے دائرے سے نکل کر ذرا فاصلے پر کھڑے زارون کا ہاتھ پکڑ کر دائرے میں کھینچ لیا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر سب کا ساتھ دینے کو کہا تھا، پہلے تو وہ انکار کرتا رہا تھا اور وہاں سے نکل جانا چاہا مگر جب جان خلاصی نہ ہوئی تو مجبوراً ان کا ساتھ دینے لگے تھے، پھر آہستہ آہستہ جب اسے لطف آنے لگا ان کا ساتھ دینے میں تو وہاں موجود سب نے دیکھا کہ اس دائرے میں موجود تمام مردوں سے بہترین اٹن ڈانس وہ ہی کر رہا تھا، وہ سیاہ لباس میں ملبوس شاندار سا مرد اس لمحے وہ دلفریب سا رقص کرتے ہوئے پوری طرح سے میرب کی دھڑکنوں کو روکے ہوئے تھا، وہ کبھی بھی زارون سے اس بات کی توقع نہیں کر سکتی تھی کہ وہ ایسا خوبصورت علاقائی رقص بھی کرنا جانتا ہوگا، وہ خاموش کم گو سا شخص اس لمحے تمام ماحول پہ چھا رہا تھا۔

"یار بھائی کو تو دیکھو ذرا، کیسے چھپے رستم نکلے ہیں، کیا بہترین ڈانس کر رہے ہیں۔" نگین خوشی سے بھرپور لہجے میں کہتے ہوئے موبائل نکال کر اس کی وڈیو بنانے لگی تھی، مگر میرب تو اس لمحے کسی اور ہی ٹرانس میں تھی، وہ مکمل طور پہ سامنے نظر آتے اس دائرے میں گم تھی، جہاں اس لمحے اس کی زندگی محور رقص تھی، اسے نہ کچھ اور دکھائی دے رہا تھا اور نہ کچھ سنائی دے رہا تھا، زندہ تھا تو صرف وہ، سامنے نظر آتا لمحہ جس میں زارون حیدر محو رقص تھا، سر شعیب اور باقی لڑکے اس دائرے سے نکل گئے تھے، اور اب سٹیاں اور تالیاں بجا کر زارون کو بیک اپ کر رہے تھے، جو پوری طرح اس وقت ان کے رنگ میں رنگا نظر آ رہا تھا، اس کے لبوں پہ مسکراہٹ تھی اور چہرہ آسودہ نظر آ رہا تھا، وہ اسی لمحے مطمئن سا لگ رہا تھا، نگین کو آج کتنے سالوں بعد اس زارون کا چہرہ دیکھنے کو ملا تھا، جو وقت کی دھول میں کہیں کھو سا گیا تھا، پچھتاؤں کی نظر ہو گیا تھا، اس نے بے ساختہ ہی آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا تھا اور ہمیشہ اس کے اس طرح خوش رہنے کی دعا کی تھی، وہ پورے دل سے اس کے لئے دعا گو تھی۔

"بھائی مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ آپ ہیں، کتنا بہترین رقص کیا آپ نے، آپ تو بڑے چھپے رستم نکلے۔" وہ دائرے سے نکل کر آیا تو نگین بھاگ کر اس تک پہنچی تھی، میرب کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا اس لئے وہ بھی ساتھ ہی کھنچتی چلی گئی تھی، خوشی سے بھرپور لہجے میں نگین اس کے قریب کھڑی کہہ رہی تھی۔

"ہاں بس یونی میں کچھ دوستوں سے سیکھا تھا، آج تو شعیب نے زبردستی ہی دھکیل دیا، مجھے اتنا آکورڈ لگ رہا تھا۔" اس کا چہرہ سرخ تھا،

سانس ابھی بھی پھولی ہوئی تھی اور بال ماتھے پہ بکھرے بکھرے سے تھے، مگر وہ خوش لگ رہا تھا، جیسے انجوائے کیا ہو، شروع میں وہ تھوڑا کنفیوژ تھا، آکورڈ فیل کر رہا تھا مگر بعد میں اسے مزہ آنے لگا تھا، ایک لمبے عرصے بعد وہ کھل کر ہنسا تھا اور دل سے خوشی کو محسوس کیا تھا۔

"آکوروڈ کیوں بھائی، اتنا تو اچھا کیا آپ نے، میں نے تو وڈیو بھی بنائی ہے، گھر جا کر امی اور راحم بھائی کو دیکھاؤں گی۔" نگین نے ہاتھ میں تھاما سیل لہرا کر کہا تھا، وہ سچ میں خوش تھی کہ اس کا بھائی زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا۔

"پاگل!" زارون نے ہلکی سی چپت اس کے سر پہ لگائی تھی اور پاس کھڑی خاموش سی میرب پہ ایک نگاہ ڈالی تھی، زارون کو لگا جیسے وہ اس لمحے میں موجود نہیں ہے بلکہ کہیں اور ہے، اس نے ماتھے پہ بکھرے بال انگلیوں سے برابر کرتے ہوئے ابرو کے اشارے سے میرب کو متوجہ کیا تھا، یکدم ہی اس کا ٹرانس ختم ہوا تھا اور وہ واپس لوٹ آئی تھی اور اس لمحے زارون نے اس کی آنکھوں میں ستائش ابھرتی دیکھی تھی، وہ سر جھٹک کر پلٹ گیا تھا، میرب ستائشی نگاہوں اور وا ہوتے لبوں سے اسے دیکھتی رہی تھی، مگر وہ پلٹ کر جا چکا تھا اور وہ وہیں کھڑی رہی تھی۔

"آج سے پہلے میں نے اتنا خوبصورت اٹن ڈانس پہلے کبھی نہیں دیکھا، وہ لمحہ میری نگاہوں میں ٹھہر گیا ہے اور خدا کرے کہ وہ ہنسی ہمیشہ آپ کی لبوں پہ ٹھہری رہے۔" سونے سے پہلے زارون نے وائس ایپ پہ آیا وہ میسج بہت دھیان سے پڑھا تھا، ہاں البتہ جواب آج بھی نہیں دیا تھا اور لیمپ آف کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا تھا، اس خوبصورت یادگار ٹرپ کا اختتام ایک خوبصورت رات پہ ہوا تھا، جو برسوں یاد رہنے والی تھی۔

☆☆☆

وہ لوگ ٹرپ سے واپس آئے تو روٹین لائف شروع ہو گئی، دو ماہ بعد دسمبر میں فائنل ایگزایم تھے، اس لئے وہ سب ہی ان سنہری یادوں کو دل میں بسائے پڑھائی میں جت گئے تھے، ساتھ ہی فائنل پروجیکٹ بھی شروع ہو چکا تھا اور وہ سب ہی اس کی تیاریوں میں بھی مصروف تھے، نگین اور میرب ایک ہی گروپ میں تھیں اور ساتھ ہی نومی اور عفان تھے، کمبائن اسٹڈی، ٹیچرز سے ایکسٹرا کلاسز، لائبریری، سب اسی میں بری طرح مصروف تھے۔

بس کسی طرح یہ دو مہینے گزریں، فائنل امتحان ہوں، پروجیکٹ سے جان چھوٹے اور وہ سب سکون کا سانس لیں، واپس آنے کے بعد زارون واپس اپنے اسی پرانے خول میں قید ہو چکا تھا، یونیورسٹی میں وہ صرف ان کا استاد تھا اور بس، گھر میں نگین کا بھائی، اس کی وہی پرانی روٹین شروع ہو گئی تھی، نگین اور امی اس کے لئے ہنوز پریشان تھیں، نگین حیران تھی، کیونکہ وہاں مری میں اس نے ایک بالکل بدلے ہوئے زارون کو دیکھا تھا اور یہاں آ کر پھر وہی اور میرب کو تو وہ ایسے ٹریٹ کرتا تھا کہ جیسے جانتا ہی نہ ہو اور یہی چیز میرب کو تکلیف پہنچاتی تھی، اسے ہرٹ کرتی تھی، وہ سب باتیں، یادیں ان پہاڑوں میں ہی کہیں گم ہو گئیں تھیں جیسے۔

کتابیں سامنے رکھ کر بھی اس کا ذہن بھٹک بھٹک کر اس دشمن جان کی طرف ہی جاتا تھا، وہ رات وہ ڈانس، اس کا گھوڑے سے گرنا اور زارون کا بے قراری سے اسے پکارنا، اس کے ذہن سے یہ سب جاتا ہی نہیں تھا، وہ پین جس پہ اس نے زارون کا نام کندہ کروایا تھا، اس کی

وارڈ روب کے نیچے لاکر میں پڑا تھا، وہ جس موقع پہ اسے وہ پہن دینا چاہتی تھی، اسی آس پہ روز بیگ میں ڈال کر لے آتی تھی اور پھر موقع نہ پا کر واپس لے جا کر وہیں دراز میں رکھ دیتی تھی، وہ آج بھی اکثر ہی اسے واٹس ایپ کر دیتی تھی، مگر ہمیشہ کی طرح کبھی جواب نہیں آتا تھا، یہ رویے میرب کو ٹھیس پہنچاتے تھے۔

جو چیزیں وہ وہاں سے انس کے لئے لائی تھی وہ اسے بہت پسند آئی تھیں، امی اور بابا کے لئے بھی وہ گفٹس لائی تھی، نگین کو بھی اپنے نام والے کی چین بہت اچھا گا تھا اور ان دونوں نے اپنے اپنے ناموں کے کندہ کی چین اپنے بیگز میں لٹکا رکھے تھے، انہی بھاگتے دوڑتے دنوں میں تایا اور تائی کے عمرے پہ جانے کا ہنگامہ اٹھا تو سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے، فراز اپنی مرضی کا تھا، مگر اس بار جانے کس دل سے تائی جان سعد کی ذمہ داری طیبہ پہ ڈال گئیں تھیں کہ وہ اس کے کھانے پینے کا خیال رکھیں، شاید یہ تایا جان کا حکم تھا یا پھر سعد کی مرضی، بھلا طیبہ کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا، انہوں نے بخوشی وہ ذمہ داری اٹھائی تھی، پندرہ بیس دن کی تو بات تھی، پھر اس طرح انہیں سعد کو قریب سے پرکھنے کا موقع بھی مل رہا تھا، انہوں نے منصور صاحب سے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ دل سے چاہتے ہیں کہ یہ رشتہ ہو تو وہ میرب کے کان میں یہ بات ڈال دیں، تاکہ وہ بھی خود کو سمجھا لے، تیار کر لے، کیونکہ سعد میں وہ کافی بدلاؤ دیکھ رہیں تھیں، کافی ذمہ دار ہو گیا تھا، باقاعدگی سے آفس جاتا وہ کافی سلجھا ہوا اور سمجھدار لگا تھا، ان کا دل اب مطمئن ہونے لگا تھا، اب وہ موقع کی تلاش میں تھے تاکہ میرب سے بات کر سکیں مگر میرب تو ان دنوں اپنی پڑھائی اور اپنی ہی سوچوں میں مگن تھی، ویسے بھی یونی جب سے وہ حرب سے واپس آئی تھی قدرے قدرے خاموش سی تھی، وہ اسے تھکن اور پڑھائی کا بوجھ سمجھے تھے، اسی لئے اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

☆☆☆

امتحانات شروع ہوئے اور آخری پیپر کا دن بھی آن پہنچا تھا، وہ سب بڑے پرسکون سے ایگزامینیشن ہال سے نکلے تھے، امتحانات کی تلوار سر سے ہٹ چکی تھی اب بس فائنل پروجیکٹ کی تلوار سر پہ لٹک رہی تھی، وہ بھی انشاء اللہ جلد ہی ہٹ جاتی تو پھر وہ لوگ رزلٹ آنے تک فارغ ہی تھے۔

"اف یار آج کتنے دنوں بعد میں گھر جا کر سکون کی نیند سوؤں گی، شکر ہے ایگزام ختم ہوئے۔" میرب نے خوشگوار لہجے میں کہتے ہوئے وہیں ریلنگ سے ٹیک لگائی تھی، یہ اس کی پسندیدہ جگہ تھی، یہاں بالکونی سے نیچے تقریباً پوری یونی نظر آتی تھی۔

"ہاں یار واقعی، پر میں آج ابھی سے جا کر صرف سونہیں جاؤں گی بلکہ امی کی مدد کروں گی، وہ آج کی تاریخ کو خاصی مصروف ہوتیں ہیں، ابھی بھی صبح سے اکیلی لگی ہوں گی، تمہیں پتہ ہے میرب آج زونی بھائی کا برتھ ڈے ہے، یہ بھی سیلیبریٹ تو نہیں کرتے ہیں مگر امی ہمیشہ ہی کچھ نہ کچھ اہتمام کر لیتی ہیں، کیک وکیک کاٹنے کے خلاف ہیں، مگر امی ان کی پسند کا کھانا بناتی ہیں، یتیم خانے وغیرہ میں بھجواتی ہیں، اکر لرح اور بھی بہت کچھ امی کرتیں ہیں، سو خاصی مصروف ہوتیں ہیں تو میں بھی جا کر ان کے ساتھ ہی لگ جاؤں گی۔" نگین نے اس کے ساتھ ہی کھڑے ہوتے ہوئے بتایا تھا، وہ کبھی بھی کچھ بھی میرب سے نہیں چھپاتی تھی، اس لئے ابھی بھی اسے

سب بتا دیا تھا، آج تئیس دسمبر تھا، آج زارون کا برتھ ڈے تھا اور میرب کو خبر ہی نہیں تھی، خبر ہو بھی کیسے سکتی تھی، نگین بھی آج پہلی بار ہی ذکر کر رہی تھی، وگرنہ میرب کو کیسے پتہ چلتا، میرب نے اس لمحے وہ تاریخ دل پہ لکھی تھی۔

"اچھا آج سر زارون کا برتھ ڈے ہے، تم نے کبھی بتایا نہیں اور ہم نے بھی کبھی سر سے پوچھا نہیں۔" پتہ نہیں کب سے ان کے پیچھے آتا نومی ان کی بات سن کر ان کے پاس آن رکا تھا، انہیں اس کی موجودگی کی خبر ہی نہیں ہوئی تھی۔

"ہاں بس کبھی بتانے کا اتفاق نہیں ہوا۔" نگین نے کچھ جھجک کر اس سے کہا تھا، کمبائن اسٹڈی کے دوران ان کی اچھی دوستی ہوگئی تھی، مگر اتنی بھی نہیں کہ وہ اپنے پرسنلو اس سے شیئر کرتی، ویسے بھی زارون کو ایسی باتیں ڈسکس کرنا پسند نہیں تھا، سو نگین بھی احتیاط کرتی تھی۔

"تو کیا خیال ہے پھر لٹس سیلیبریٹ۔" نومی نے چٹکی بجا کر کہتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھا تھا، وہ دونوں گھبرا کر ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں تھیں۔

"نہیں نومی پلیز رہنے دو، کہیں انہیں برا نہ لگ جائے، وہ شاید ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتے ہیں، کبھی اتنے فرینک نہیں ہوئے نا۔" میرب نے نگین کے اشارہ کرنے پہ اس سے کہا تھا، اب کچھ تو بات بنانی تھی نا۔

"ارے برا کیوں لگے گا، کم آن یار وہ ہمارے ٹیچر ہیں، تھرو آؤٹ پورے مشن میں انہوں نے ہمیں اتنا ہیلپ آؤٹ کیا ہے اور ان سے ہماری اتنی اچھی دوستی ہے، تم لوگ گھبراؤ مت، میں سب سنبھال لوں گا، میں پہلے پتہ کر لوں کہ وہ یونی میں ہیں یا نہیں، پھر سارا انتظام کرتا ہوں۔"

وہ اپنی ہی ہانک کر وہاں سے چلتا بنا تو وہ دونوں پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں تھیں۔

☆☆☆

پھر سارا انتظام نومی نے ہی کیا تھا، اس نے پہلے پتہ کیا کہ سر زارون یونی میں ہی تھے، پھر وہ اپنے دو اور دوستوں کے ساتھ جا کر کیک لے آیا تھا اور اسی پہ چھوٹی چھوٹی کینڈلیز بھی لگا دیں تھیں، یہ ٹھیک تھا کہ وہ سب شروع میں زارون سے بہت لئے دیئے رہے تھے، مگر پھر آہستہ آہستہ وہ اس کی نیچر کو سمجھتے ہوئے فرینک ہوگئے، کیونکہ عمروں میں بھی اتنا زیادہ فرق نہیں تھا اور زارون بھی ایز اے ٹیچر بہت تعاون کرتا تھا، سو وہ سب بھی اب اسے دل سے پسند کرنے لگے تھے، اس لئے آج یہ سب انتظام انہوں نے کیا تھا۔

"یار باقی سب کی تو خیر ہے، مگر وہ گھر جا کر مجھے ضرور ڈانٹیں گے کہ میں نے ان کی ڈیٹ آف برتھ سب کو کیوں بتائی۔" نگین کیونکہ بھائی کی طبیعت سے واقف تھی اس لئے ابھی بھی بہت ڈری ہوئی تھی۔

"اٹس اوکے نگی اس میں بھلا تمہاری کیا غلطی ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ سب کو ایک ساتھ دیکھ کر کچھ نہ کہیں، پھر ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا نا، نومی کو بھی منع کیا تھا، سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ مانا ہی نہیں تو ہم کیا کریں۔" میرب نے اسے تسلی دی تھی، واقعی اس میں ان کی کیا غلطی تھی، مگر نگین ابھی بھی ڈری ہوئی تھی۔

"آ جاؤ بھئی سب، سر زارون کو سرپرائز دیتے ہیں۔" نومی نے سب کو بلایا، جس جس کو بھی زارون کی برتھ ڈے کا پتہ چلا وہ سب ہی ساتھ آ گئے تھے اور اب خاصے اسٹوڈنٹس اس کے آفس کے باہر جمع ہو چکے تھے۔

"نہیں بھئی، تم ہی لے جاؤ اسے اندر۔" نگین نے نومی کے ہاتھ سے کیک لینے سے منع کر دیا تھا۔

"میرب تم پکڑ لو، ویسے بھی لڑکیاں یہ کام کرتی ہوئی اچھی لگتی ہیں۔" نومی نے عجلت میں وہ کیک اسے ہاتھ میں تھما دیا تھا اور خود آگے بڑھ کر زارون کے آفس کا دروازہ کھول دیا تھا، میرب مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق ہاتھ میں تھامے کیک پہ جلتی موم بتیوں سمیت آگے بڑھی تھی، جہاں وہ حیرانگی سے ان سب کو اندر آتے دیکھ کر اپنی چیئر سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یوسر، ہیپی ہیپی ریٹرن آف دا ڈے۔" سب سے پہلے نومی ہی آگے بڑھا تھا اور زارون سے ہاتھ ملا کر اسے سالگرہ کی مبارک باد دی تھی، زارون نے خود پہ ضبط کرتے ہوئے مسکرا کر سر ہلا دیا تھا، مگر ہاتھ میں تھامے کیک پہ جلتی موم بتیوں کی روشنی کے عکس میں نظر آتے صبیح چہرے پہ نگاہ پڑتے ہی اس کے لب بھینچ گئے تھے۔

"یہ یقیناً اس کے ذہن کی ہی خرافات ہو گی۔" اس کی ریڑھ کی ہڈی میں غصے کی ایک لہر سنسناتی ہوئی اٹھی تھی، وہ بمشکل خود کو سنبھالے ہوئے تھے، نگین سے بھائی کے چہرے کے تاثرات چھپے نہیں رہے تھے، اس کی آنکھوں میں ابھرتا غصہ اس سے چھپا نہیں رہا تھا، اب وہ سب باری باری اسے وش کر رہے تھے، میرب نے وہ کیک ٹیبل کے درمیان میں رکھ دیا تھا اور خود اسے وش کر کے دور ہٹ گئی تھی، غیر محسوس انداز میں اس نے اپنے بیگ سے ایک چھوٹا سا پیک نکال کر ٹیبل پہ اس کے لیپ ٹاپ کی آڑ میں رکھ دیا تھا، ایسے کہ وہ کسی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا، بھلا اس سے بہتر کون سا موقع آتا کہ وہ پین زارون کو دینے کا، لیکن اس کی یہ حرکت زارون کی نگاہ سے چھپی نہیں رہی تھی، زارون چاہتے ہوئے بھی ان لوگوں سے کچھ نہیں کہہ پایا تھا، وہ یہاں سب کے سامنے کوئی تماشہ نہیں لگانا چاہتا تھا، لیکن جانے اس کے یقین تھا کہ یہ سارا پلان میرب کا ہی بنایا ہوا ہوگا کیونکہ اسے ہی یہ ساری خرافات سوجھتی تھیں، وہ اس سے جتنا دور جانے کی کوشش کرتا تھا، وہ لڑکی اتنا ہی اس کی ذاتیات میں گھسنے کی کوشش کرتی تھی، لیکن آج تو حد ہی ہو گئی تھی۔

"آپ سب لوگوں کا بہت شکریہ، پلیز آپ اب مجھے ایکسیوز کیجئے گا، مجھے کچھ کام ہے اور پلیز یہ بھی لے جایئے۔" اس نے خود پہ قابو پاتے ہوئے بہت طریقے سے ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان سے معذرت کی تھی، وہ سب سر ہلاتے ہوئے باہر جانے لگے تھے، نومی نے ٹیبل پہ رکھا وہ کیک بھی اٹھا لیا تھا۔

"نگین یہاں رکو ذرا۔" سب کے پیچھے جاتی نگین کے قدموں کو زارون کی آواز نے روک دیا تھا، وہ ست روی سے وہیں رکی تھی، میرب چونکہ اس کے پیچھے تھی، اس لئے اسے بھی ٹھہرنا پڑا تھا۔

"جی بھائی!" نگین نے پریشانی سے اس کی پیشانی کے بل گنے تھے، جانتی تھی وہ خفا ہے۔

"جب تمہیں پتہ ہے کہ میں ایسی خرافات اور فضولیات کو پسند نہیں کرتا تو کیا ضرورت تھی یہ سب تماشہ لگانے کی۔" اس کے لہجے میں غصہ تھا مگر آواز قدرے مدھم تھی، کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ آواز روم سے باہر جائے۔

"بھائی میری غلطی نہیں ہے، میں تو بس میرب سے بات کر رہی تھی، نومی نے پتہ نہیں کیسے ہماری باتیں سن لیں اور یہ سارا پلان بھی

اسی کا تھا، ہم نے تو اسے بہت منع کیا تھا، کہ آپ کو برا لگے گا، مگر اس نے سنا ہی نہیں۔" نگین نے فوراً ہی وضاحت دی تھی اور سچ بھی یہی تھا۔

"کیا ضرورت ہے اپنے پرسنلیز ہر کسی سے شیئر کرنے کی، تم سے تو میں گھر جا کر بات کروں گا اور ہاں ان محترمہ کو سمجھا دو کہ میرے معاملات میں انٹرفیئر کرنا چھوڑ دیں۔" زارون نے چیئر سے کھڑے ہوتے ہوئے اپنی چیزیں سمیٹنا شروع کر دیں تھیں، وہ اب یہاں سے جانا چاہتا تھا، وہ ویسے بھی آج کل کچھ پریشان تھا، طبیعت میں عجیب سی بے چینی تھی اور امی کا شادی کے لئے اصرار دن بدن بڑھتا جا رہا تھا۔

"ایکسوزمی سر، آخر آپ کا پرابلم کیا ہے، آپ ہر معاملے کا ذمہ دار مجھے کیوں سمجھتے ہیں، جب ہم کہہ رہے ہیں کہ ہماری کوئی غلطی نہیں ہے تو....." میرب اس لمحے خود پہ لگا الزام برداشت نہیں کر سکی تھی، زارون کا اس طرح سے اسے مورد الزام ٹھہرانا اسے اپنی انسلٹ لگی تھی، اس لئے وہ چپ نہیں رہ سکی تھی۔

"میرا پرابلم آپ ہیں مس میرب منصور، آپ کیوں نہیں اس بات کو سمجھ جاتیں ہیں کہ میں آپ کی موجودگی اپنے اردگرد نہیں چاہتا ہوں، مجھے ایسے لوگ سخت ناپسند ہیں جو دوسروں کی زندگیوں میں پرسنلیز میں بلا ضرورت گھسنے کی کوشش کرتے ہیں اور آپ بھی ایسا ہی کر رہی ہیں، آپ کیوں یہ بات بھول جاتی ہیں کہ آپ بھی سب کی طرح میری ایک اسٹوڈنٹ ہیں اور میری بہن کی دوست اینڈ تھنگ سو پلیز لیوی۔" زارون کے الفاظ اس کا سخت لہجہ اس لمحے میرب کے منہ پہ تھپڑ کی طرح لگا تھا، اتنا سخت لہجہ، اتنے سخت الفاظ اور وہ بھی بنا کسی قصور کے، دل تو یوں بھی ان دنوں رنجیدہ سا تھا، اب ایک پل لگا تھا اور اس کی آنکھوں میں پانی بھرنے لگا تھا، وہ تو بس انسانیت کے ناطے یا پھر شاید دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر بار بار اس طرف بڑھتی تھی، لیکن آج تو حد ہی ہو گئی تھی، بنا کچھ پوچھے بنا کچھ سنے زارون نے اسے اتنا کچھ سنا دیا تھا، وہ شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھتی منہ پہ ہاتھ رکھے اپنی سسکیوں کو دباتی وہاں سے تیزی سے باہر نکلی تھی، اس کے سب گروپ ممبر ابھی باہر ہی موجود تھے اور زارون کی آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ باہر بھی سنائی دی ہو گی، میرب تیزی سے وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

"بھائی آپ نے بہت غلط کیا ہے، آپ کو یہ سب میرب سے نہیں کہنا چاہیے تھا، آپ نے ہمیں بہت ہرٹ کیا ہے۔" نگین کو اس لمحے بڑے بھائی کا رویہ بہت برا لگا تھا، میرب اس کے سامنے کھلی کتاب کی مانند تھی، وہ لاکھ شرارتی، لاابالی سہی مگر آج اس معاملے میں اس کی کوئی غلطی نہیں تھی، وہ بھی تیزی سے اس کے پیچھے بھاگی تھی کہ عزیز دوست اسے بہنوں کی طرح عزیز تھی، جبکہ پیچھے کھڑے زارون کے دل میں وہ تاسف سے بھری پانی چھلکاتی نگاہیں گڑ کر رہ گئیں تھیں، اپنا سارا غصہ، ساری خفت اس معصوم پہ نکال کر اب وہ تاسف کا شکار ہونے لگا تھا، وہ ایسا کیوں کر رہا تھا، وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"اف کیا مصیبت ہے۔" اس نے بے ساختہ ہی پاس پڑی کرسی کو ٹھوکر ماری تھی۔

☆☆☆

بعض باتیں اگر آپ کی توقعات کے برعکس ہوں تو وہ آپ کو اداس اور دل کو رنجیدہ کر دیتیں ہیں، آپ چاہ کر بھی ان کو بھلا نہیں پاتے ہیں، زارون کی سالگرہ والے واقعے کو کافی دن گزر چکے تھے، ان کا فائنل پروجیکٹ بھی جمع ہو چکا تھا،

اب بس رزلٹ کا انتظار تھا، یونی سے تعلق تقریباً ختم ہو چکا تھا، سب دوست، سب استاد پیچھے رہ گئے تھے، مگر دل پہ نقش کچھ باتیں اور یادیں ایسی تھیں جو وہ چاہ کر بھی بھلا نہیں پا رہی تھی، اس دن کے بعد سے نگین سے بھی اس کا تعلق بس فون کی حد تک رہ گیا تھا، وہ بے چاری بھی بھائی کے رویے پہ بہت پشیمان تھی، مگر اس سارے قصے میں وہ بھی اتنی ہی بے قصور تھی جتنی کہ میرب، اس لئے میرب نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا اور اس کے ایکسوز کو قبول کر لیا تھا، زارون کا نمبر ابھی بھی اس کے فون میں سیو تھا ہاں یہ اور بات تھی کہ اس نمبر پہ اس نے کوئی میسج نہیں کیا تھا، وہ اس وقت بھی انہی ہی سوچوں میں بیٹھی تھی، سائیڈ ٹیبل پہ رکھا فون مسلسل وائبریٹ کر رہا تھا، اس نے اسکرین پہ چمکتے نگین کے نام کو دیکھا اور بیزاری سے فون واپس رکھ دیا تھا، اس وقت اس کا کسی سے بھی بات کرنے کا موڈ نہیں تھا، وہ یونہی کسلمندی سے بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، تبھی دروازے پہ ناک ہوئی تھی۔

"کون ہے..... آ جایئے۔" میرب نے سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا تھا، اس کا خیال تھا کہ امی ہوں گی یا انس، مگر خلاف توقع سامنے بابا کو دیکھ کر وہ فوراً ہی اٹھ بیٹھی تھی۔

"بابا آپ، آیئے نا، خیریت ہے کوئی کام تھا کیا، آیئے بیٹھیے نا۔" اس نے دوپٹہ سلیقے سے اوڑھتے ہوئے ان کے لئے اپنے قریب ہی بیٹھنے کی جگہ بنائی تھی۔

"بالکل خیریت ہے، بس ویسے ہی دل چاہا کہ اپنی بیٹی سے گپ شپ لگاؤں تو چلا آیا۔" بابا اس کے پاس بیٹھتے ہوئے خوشدلی سے بولے تھے۔

"کیا بات ہے بیٹا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پچھلے کئی دنوں سے خاموش خاموش سی ہو، طبیعت ٹھیک ہے میرے بچے کی، کوئی بات ہے کیا؟" انہوں نے فکر مندی سے اس کے چہرے کی جانب دیکھا تھا۔

"جی بابا بالکل ٹھیک ہوں، آپ پریشان نہ ہوں، بس امتحانوں کی ٹینشن ختم ہوئی ہے تو یونہی طبیعت پہ سستی سی سوار ہے، ٹھیک ہو جائے گی۔" میرب نے لہجے کو بشاش بناتے ہوئے انہیں تسلی دی تو ان کی تسلی ہوئی تھی۔

"میرب آپ سے ایک بات کرنا تھی بیٹا۔" بابا نے گود میں رکھے اس کے ہاتھ اٹھا کر اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

"جی بابا بولئے نا، پوچھ کیوں رہے ہیں۔" میرب نے محبت سے اپنا دوسرا ہاتھ بھی ان کے مضبوط ہاتھوں پہ رکھ دیا تھا، اسی لمحے میرب کا فون پھر سے وائبریٹ ہوا تھا، اس نے بے ساختہ ہی سر گھما کر دیکھا تھا، اسکرین پہ نگین کالنگ لکھا ہوا واضح نظر آ رہا تھا۔

"سن لو بیٹا، شاید کوئی ضروری کام ہو نگین بیٹی کو۔" بابا نے بھی فون کی طرف دیکھا تھا اور اسے اجازت دی تھی کہ وہ فون سن لے۔

"نہیں بابا کچھ خاص نہیں ہوگا، آپ بولیئے میں اس سے بعد میں بات کر لوں گی۔" وہ فون کو نظر انداز کر کے مکمل طور پہ بابا کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"بیٹا میں چاہتا تھا کہ یہ بات تمہاری امی تم سے کریں، مگر انہوں نے یہ ذمہ داری میرے کندھوں پہ ڈال دی، بیٹا تمہیں سعد بیٹا کیسا لگتا ہے۔"

"بابا میں سمجھی نہیں۔" میرب نے قدرے الجھ کر باپ کو دیکھا تھا۔

"بیٹا بات دراصل یہ ہے کہ میں تمہیں

تمہارے امتحانوں کے دوران ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا، اس لئے اتنے دن خاموش رہا مگر اب بھائی صاحب کا اصرار بڑھتا جا رہا ہے اور مجھے بھی اس میں کوئی حرج نظر نہیں آتا ہے، دراصل وہ سعد کے لئے تمہیں مانگنا چاہتے ہیں، تمہاری امی کو کچھ تحفظات ہیں، ہیں تو مجھے بھی مگر ان سب پہ میرے لئے بھائی کا احترام اور ان کا مان زیادہ اہم ہے، اس لئے سوچا ایک بار تم سے پوچھ لوں، تاکہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔" باپ کے ہاتھوں میں دبے اس کے ہاتھوں میں اس لمحے لرزش سی اتر آئی تھی، اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے، تو گویا یہ وقت بھی آنا تھا، کہ دل پہ پاؤں رکھ کر اسے کوئی فیصلہ کرنا تھا، اس لئے یہ لمحہ بہت مشکل تھا، وہ ذہنی طور پر ان سب کے لئے ابھی قطعی طور پہ تیار نہیں تھی۔

"بابا..... دراصل وہ میں....." کتنی ہی دیر بعد وہ کچھ بول پائی تھی، پھر جھجک کر رک گئی تھی۔

"ہاں بولو بیٹا، جو بھی بات ہے کہہ دو۔" بابا نے نرمی سے کہا تھا، وہ ایسے ہی نرم مزاج اور پیار کرنے والے شفیق باپ تھے، وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اگر وہ ایک بار بھی انکار کر دے گی تو وہ کبھی پلٹ کر اس سے استفسار نہیں کریں گے۔

"بابا ابھی تو میری پڑھائی ختم ہوئی ہے، اس طرف میں نے کبھی سوچا نہیں ہے، کچھ ٹائم گزر جانے دیں، پھر جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔" بالآخر میرب نے دل کی طرف سے کان لپیٹ کر کہہ ہی دیا تھا، وہ لاکھ تیز مزاج کا سہی مگر اسے رشتے نبھانا اور ان کا مان رکھنا آتا تھا۔

"ہاں ہاں بالکل تم ٹھیک کہہ رہی ہو، جب تم کہو، کوئی جلدی تھوڑی ہے، جیتا رہ میرا بچہ۔" بابا نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس کی روشن پیشانی کا بوسہ بڑے مان سے لیا تھا، وہ بہت جھجک کر اس سے بات کرنے آئے تھے، چاہتے تھے کہ ماں ہونے کی حیثیت سے طیبہ اس سے بات کریں، مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا تھا، کیونکہ وہ خود انکاری تھیں اس رشتے سے اور چاہتی تھیں کہ میرب بھی باپ کو انکار کر دے تاکہ ان کو خود ہی اندازہ ہو جائے، مگر میرب اس وقت کسی اور ہی کیفیت میں تھی، نارسائی، حزن، نا امیدی میں اور شکست خوردگی کی کیفیت میں، مان ٹوٹنے کی کیفیت میں، وہ جان گئی تھی کہ جو وہ چاہتی ہے، وہ نہیں ہو سکتا ہے، تو وہ، وہ کیوں نہ کرے جو اس کے والدین چاہتے ہیں، محبت بھی بڑی عجیب ہے دل اتنی چھان پھٹک کہ کسی کو منتخب کرتا ہے، اسے اپنا مکین بناتا ہے اور جب وہ نہ ملے تو ہم کہتے ہیں کہ جب وہ نہیں تو کوئی بھی ہو کیا فرق پڑتا ہے، مطلب پھر انسان کا کوئی معیار ہی نہیں رہتا ہے، وہ لاتعلق سا ہو جاتا ہے، پوری دنیا سے حتی کہ خود سے بھی اور اپنی محبت سے بھی۔

بابا جب اٹھ کر کمرے سے باہر گئے تو اس نے بمشکل خود پہ قابو پایا تھا، آنکھیں بس چھلکنے کو تیار تھیں، اس نے بمشکل آنسوؤں کو گرنے سے روکا تھا، اس کے، پورے وجود پہ ابھی بھی لرزش سی طاری تھی، اس نے سعد کے بارے میں کبھی اس طرح سے نہیں سوچا تھا، وہ سوچنا چاہتی بھی نہیں تھی، کیونکہ اس کی سوچوں پہ کسی اور کا پہرہ تھا، اس کا دل کسی اور کا اسیر تھا، اسے سعد یا فراز کبھی بھی پسند نہیں رہے تھے، نہ تائی جان، مگر جانے کیسا کمزور لمحہ تھا یہ کہ وہ باپ کے سامنے ہار گئی تھی۔

اس نے انکار کیوں نہیں کیا، وہ کیوں خاموش رہی، اسے اب خود پہ غصہ آ رہا تھا، وہ اتنی کمزور تو کبھی نہیں رہی تھی، پھر اب کیوں، اتنی بے بس ہو گئی تھی، کیوں خود کو تکلیف دینے چلی

تھی، کیا وہ سہہ پائے گی، سوچیں پورے وجود پہ حاوی ہونے لگیں تو وہ خود کو کمپوز کرتی واش روم میں چلی آئی تھی، نل کھول کر کتنی ہی دیر منہ پہ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارتی رہی تھی، جلتی آنکھوں کو کچھ سکون ملا تھا، مگر اگلے ہی لمحے وہ بے بسی سے دیوار سے ٹیک لگائے نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی، ہاں محبت انسان کو اتنا ہی بے بس کر دیتی ہے، اتنا ہی لاچار، وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پاتا ہے، دل کرلاتا ہے مگر انا اس پہ پاؤں رکھ دیتی ہے۔

☆☆☆

"طیبہ کہاں ہو بھئی؟" منصور صاحب بڑی خوشی خوشی بیٹی کے کمرے سے باہر آئے تھے، اس بات سے بے خبر کہ اندر ان کی لاڈلی پہ کیا بیت رہی ہے۔

"جی کیا بات ہے، میں یہاں ہوں۔" وہ ابھی نماز پڑھ کر اٹھیں تھیں، جائے نماز ہاتھ میں تھامے وہیں چلی آئیں تھیں، دوپٹہ بھی ابھی نماز کے انداز میں ہی لپیٹ رکھا تھا۔

"میں نے میرب سے سعد کے لئے بات کر لی اور اسے کوئی اعتراض نہیں ہے، اس نے کہا بابا جیسے آپ کو ٹھیک لگے، میں نے کہا تھا نا کہ میری بیٹی میرا مان ضرور رکھے گی۔" خوشی ان کے چہرے ان کے لہجے سے چھلکی پڑ رہی تھی، جبکہ طیبہ الجھن سے انہیں دیکھ رہیں تھیں۔

"میرب کو کوئی اعتراض نہیں، ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔" وہ ہونٹ سے بڑبڑائیں تھیں، انہیں پورا یقین تھا کہ میرب اس رشتے سے انکار کر دے گی اور تب منصور صاحب بھی کچھ نہیں کہیں گے، کیونکہ میرب کو کبھی بھی وہ لوگ پسند نہیں رہے تھے اور وہ باپ کے اتنا قریب ضرور تھی کہ اپنا مدعا کھل کر بیان کر سکتی، وہ ایسی نہیں تھی کہ اپنی مرضی کے بنا صرف باپ کے کہے پہ سر جھکا لیتی، مگر جیسا وہ سوچ رہیں تھیں، ویسا نہیں ہوا تھا، اس لئے ان کا پریشان ہونا بنتا تھا، کیونکہ وہ بے خبر تھیں کہ میرب نے یہ فیصلہ کس کیفیت میں آ کر کیا ہے۔

☆☆☆

زارون کو آج کل گھر میں سب قدرے کھنچے کھنچے سے اور خاموش سے لگ رہے تھے، امی کی طبیعت بھی آج کل کچھ ٹھیک نہیں رہتی تھی، نگین بھی ابھی تک اس سالگرہ والے واقعے کے بعد اس سے خفا خفا سی تھی، مسئلہ راحم کا تھا، وہ من موجی سا لڑکا آج کل قدرے الجھا ہوا اور پریشان سا لگتا تھا، زارون نے کئی بار اس سے پوچھا مگر وہ ٹال گیا تھا، آج وہ امی سے بات کرنے کا پورا ارادہ کیے ہوئے تھا، اس کا اپنا دل بھی پتہ نہیں کیوں آج کل عجیب بے چینی کا شکار تھا، بزنس تقریباً سیٹ ہو چکا تھا اور شکر تھا کہ کامیابی سے رواں دواں تھا، یونی میں اس کے کانٹریکٹ کو ختم ہونے میں آٹھ مہینے باقی تھے، مگر اب اس کا دل اس جاب میں نہیں لگ رہا تھا، زارون کی کلاس اب بھی وہی تھی، پرانا بیچ جا چکا تھا، نئے اسٹوڈنٹس آ چکے تھے اور وہ سب بھی اسی طرح زارون کو آئیڈیلز کرتے تھے، مگر زارون پہلے سے بھی زیادہ لئے دیئے انداز میں ان سے ملتا تھا، وہ دل ہی دل میں اس سالگرہ والے واقعے پہ شرمندہ تھا، بعد میں نومی نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ سب اس کا پلان تھا اور اس میں نگین اور میرب کا کوئی حصہ نہیں تھا، مگر اب خود سے معذرت کرتے ہوئے سے عجیب سا لگ رہا تھا، حالانکہ میرب کا نمبر اس کے پاس تھا، مگر وہ خود سے کیسے Contact کرے، بس یہی سوچ کر ہمیشہ رک جاتا تھا اور وہ بھی عجیب لڑکی تھی، اس

دن کے بعد سے کہیں خود تو غائب ہوئی اس کے اکثر آنے والے اس کے واٹس ایپ میسجز بھی ختم ہو گئے تھے، وہ اکثر ہی اس سے زندگی کے متعلق، رنگوں کے متعلق اور اچھے اچھے موضات پہ آرٹیکلز وغیرہ شیئر کرتی رہتی تھی اور کبھی کبھار گڈ مارننگ کے میسج جو کہ اب کافی عرصے سے وہ سلسلہ بند ہو چکا تھا، پہلے پہل تو زارون کو اس کے میسجز سے الجھن ہوتی تھی، مگر جب اسے عادت ہو گئی اور انتظار رہنے لگا تو وہ سلسلہ بند ہو گیا تھا، گو کہ یہ کبھی جواب نہیں دیتا تھا مگر ایک بے نام سا تعلق تھا، جواب ختم ہو گیا تھا اور گھر میں بھی کوئی مسئلہ تھا جو ابھی تک اس سے چھپا ہوا تھا اور امی کی طبیعت کی وجہ سے بھی وہ کچھ پریشان سا تھا، انہی ہی ساری پریشانیوں کو دل میں چھپائے، وہ اپنی بے چینی کو ختم کرنے آج کافی دن بعد اس شہر خموشاں میں آیا تھا، جہاں کچھ عرصہ پہلے وہ روز آتا تھا، مگر اب زندگی کے جھمیلوں میں الجھ کر آج وہ کئی دن بعد آیا تھا، اس نے پہلے بابا اور پھپھو کی قبر پہ فاتحہ خوانی کی پھر زاریہ کی قبر کے کنارے ہمیشہ کی طرح ذرا ترچھا سا ہو کر بیٹھا تھا۔

"کیسے ہو بیٹا، آج بڑے دنوں بعد آئے، سب خیریت تھی نا۔" بوڑھا گورکن اسے پہچان کر پاس چلا آیا تھا۔

"جی بس کچھ مصروفیات رہی، اس لئے نہیں آ سکا۔" زارون کے لہجے میں شرمندگی سی تھی، جیسے وہ اتنے دن یہاں نہ آنے پہ شرمساری محسوس کر رہا ہو۔

"اچھا کیا بیٹا، بہت اچھا کیا، یہ دنیا دل لگانے کی جگہ تو نہیں مگر قبروں کے پاس رہ کر دل کو ویران کرنے سے بہتر ہے کہ خود کو دنیا کے جھمیلوں میں الجھا لیا جائے۔" بوڑھے گورکن نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے تھپتھپایا اور آگے بڑھ گیا تھا۔

"کیا واقعی میرا دل ویران ہو گیا ہے، جو کچھ محسوس نہیں کر پاتا ہے، کوئی خوشی، کوئی احساس، مگر میں ایسا تو نہیں تھا نا، کیا میرا اللہ پر سے قسمت پر سے ایمان اٹھ گیا تھا، جو میں اتنے سال اندھیروں میں رہا، سب کچھ جانتے بوجھتے عقل سمجھ رکھتے ہوئے بھی غافل رہا، زندگی اور موت تو ازل سے لکھی جا چکی ہے، پھر میں اس سے منکر ہو کر خود کو سزا کیوں دے رہا تھا، کیوں خود کو قصوار ٹھہرانے لگا تھا، میں تو غلط کر رہا تھا، بہت غلط۔"

زارون نے منوں مٹی تلے لیٹے اس وجود سے کیسے سوال کیا تھا، مگر وہاں خاموشی تھی، گہری خاموشی، اور یہ خاموشی تو ہمیشہ ہی ہوتی تھی، بس وہ محسوس آج کر رہا تھا، وہ کتنی ہی دیر خاموشی سے وہاں بیٹھا ان سرخ گلابوں کو دیکھتا رہا تھا جو اس نے خود ابھی اپنے ہاتھوں سے اس قبر پہ ڈالے تھے، پتہ نہیں کیوں آج اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ یہاں سے اٹھ جائے، اسے ہمیشہ ایسا لگتا تھا کہ جیسے اندر لیٹا وجود اسے جکڑ لیتا ہے، مگر آج اسے یہاں وحشت ہو رہی تھی، چاروں طرف کا سناٹا اور ویرانی اسے دہشت زدہ کر رہی تھی، یکبارگی اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی، اس کا دل چاہا کہ وہ یہاں سے چلا جائے ابھی، فوراً اور ایسا آج سے پہلے اسے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا، آج دھوپ معمول سے زیادہ تیز تھی یا اسے محسوس ہو رہی تھی، اسے اپنی پشت پہ ٹکے سورج کی کرنیں اپنے وجود کے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں، اسے لگا کہ اگر وہ مزید چند لمحے یہاں اور کھڑا رہا تو اس کا وجود پتھر کا ہو جائے گا اور ابھی وہ پتھر کا ہونا نہیں چاہتا تھا، وہ گھنٹوں وہاں رہنے والا آج ذرا سی دیر میں ہی وہاں سے نکل آیا تھا،

(باقی آئندہ ماہ)

ماہنامہ

# حنا

جولائی 2020

Pakistanipoint

# اے عشق وفا کرنا

شفق افتخار

چوتھی اور آخری قسط

آج اس کے قدم نہیں رکے تھے، اس کا دل وہاں نہیں ٹھہرا تھا، اس نے گاڑی میں بیٹھ کر سکون کی سانس لی تھی، کتنے ہی لمحے وہ اسٹریئنگ ہاتھ میں تھامے خود کو کمپوز کرتا رہا تھا اور پھر اس نے گاڑی گھر کے راستے پہ ڈال دی تھی، دیر سے ہی سہی مگر زارون حیدر نے سمجھ لیا تھا کہ یہاں زندگی کا اختتام نہیں بلکہ آغاز ہو رہا ہے۔

☆☆☆

زارون جب گھر آیا تو اسے لاؤنج سے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں، وہ اب خود کو قدرے بہتر محسوس کر رہا تھا، اس شہر خموشاں سے آنے کے بعد ہمیشہ جو کیفیت زارون پہ طاری ہوتی تھی، آج وہ مفقود تھی اور زارون خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کر رہا تھا، شاید اس نے آج خود کو اس پچھتاوے سے آزاد کر لیا تھا، شاید وہ آج فیصلہ کر کے آیا تھا زندگی میں آگے بڑھنے کا، یقیناً اس نے زاریہ کی موت کو ایک حادثہ اور اللہ کی رضا سمجھ لیا تھا اس لئے وہ خود کو آزاد اور ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

ڈائجسٹ ناولز اورز گروپ

## ناولٹ



"السلام علیکم!" زارون نے سلام کرتے ہوئے لاؤنج میں قدم رکھا تو سب اس کی آواز سن کر خاموش ہو گئے تھے۔

"وعلیکم السلام!" جواب صرف امی کی طرف سے آیا تھا۔

"کیا بات ہے بھئی سب خیریت ہے نا۔" زارون نے امی کے قریب بیٹھتے ہوئے ایک نگاہ خفا خفا سے راحم اور دوسری نگاہ خاموش بیٹھی نگین پہ ڈالی تھی۔

"ہاں ہاں بیٹا سب خیریت ہے، نگین جاؤ بیٹا چائے بنا کر لاؤ۔" امی نے نارمل لہجے میں اسے تسلی دے کر نگین سے کہا تھا، وہ اٹھ کر کچن میں چلی گئی تھی۔

"راحم کیا بات ہے، سب ٹھیک ہے نا، میں پچھلے کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم خاموش خاموش سے ہو، پریشان سے ہو، کیا بات ہے مجھے بتاؤ۔" زارون نے الجھے الجھے سے بیٹھے ارحم سے کہا تھا اور واقعی وہ پچھلے کئی دنوں سے راحم کو ایسے ہی موڈ میں دیکھ رہا تھا۔

"امی سے پوچھیں بھائی۔" راحم نے شکایتی نگاہوں سے ماں کو دیکھ کر بھائی سے کہا تھا۔

"امی ہوا کیا ہے کوئی مجھے بھی کچھ بتائے گا۔" اس نے حیرانگی سے ان سے پوچھا تھا، اسے اب فکر ہو رہی تھی کہ پتہ نہیں کیا بات ہے۔

"بھائی، میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں امی سے کہ وہ ایک بار میرے ساتھ مہوش کے گھر چل کر اس کے پیرنٹس سے مل لیں تاکہ ان لوگوں کو بھی تسلی ہو جائے کہ میں مہوش کے معاملے میں سنجیدہ ہوں، پھر چاہے اگلے کئی سال تک یہ میری شادی نہ کریں، بس ایک بار یہ ان لوگوں سے مل کر بات کر لیں تاکہ وہ لوگ مہوش کو پرایشریز کرنا بند کر دیں اور لازمی بات ہے کہ آخر کب تک وہ اپنی بیٹی کو صرف کسی کی آس پہ بٹھا کر رکھیں گے، مگر امی کوئی بات سننے سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہیں، ٹھیک ہے میں ان کی کیفیت کو سمجھ رہا ہوں، مان رہا ہوں، مگر یہ میری فیلنگ کو بھی سمجھیں نا۔" ارحم تو جیسے آج پھٹ ہی پڑا تھا، کیونکہ وہ مہوش کے معاملے میں سنجیدہ تھا اور واقعی میں دل سے اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا تھا اور وہ اب سے صرف ماں سے یہ کہہ رہا تھا کہ وہ بس ایک بار اس کے ساتھ جا کر رشتہ فائنل کر لیں، مگر امی کی تو بس ایک ہی رٹ تھی کہ میں زارون سے پہلے تمہارے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی ہوں، وہ بڑا ہے اس کا حق پہلے ہے، وہ پہلے ہی ایک اجاڑ زندگی گزار رہا ہے، اس طرح سے اپنے ارادے میں اور پکا ہو جائے گا، اس طرح سے کم از کم اس پہ یہ دباؤ تو ہے نا کہ میری وجہ سے میری ماں پریشان ہے اور میرے بہن بھائی میرے انتظار میں بیٹھے ہیں، پھر تو وہ اور آزاد ہو جائے گا، وہ ماں تھیں اور اپنی جگہ صحیح سوچ رہی تھیں، مگر غلط ارحم بھی نہیں تھا۔

"امی یہ میں کیا سن رہا ہوں، آخر اس میں حرج ہی کیا ہے، ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے وہ پھر آپ کیوں نہیں مان رہیں ہیں، کوئی پرابلم ہے کیا، آپ کیوں دیر کر رہی ہیں۔" راحم کی بات سن کر اس نے ماں سے پوچھا تھا، اسے راحم حق بجانب لگا تھا اور امی کی منطق اسے سمجھ نہیں آئی تھی، جہاں تک اسے یاد تھا، وہ سب جانتے تھے کہ راحم، مہوش کو پسند کرتا ہے اور اسی سے شادی بھی کرنا چاہتا ہے اور امی کو بھی اس پہ کوئی اعتراض نہیں تھا۔

"تم نہیں جانتے زونی کہ میں اس کی بات کیوں نہیں جان رہی ہوں۔" امی کے لہجے میں پنہاں شکوے دیکھ کر وہ شرمندگی سے نگاہ چرا گیا تھا، وہ نہیں جانتا تھا کہ اب وہ اپنے بہن بھائی کی زندگی میں ان کی راہ میں رکاوٹ بننے لگا ہے، مگر وہ بھی ماں تھیں اپنے دل کا کیا کرتیں، ان سے زارون کا یہ سونا پن دیکھا نہیں جاتا تھا۔

"یہ کیوں مانیں گے اور جائیں گے امی، انہیں کیا غرض ہماری زندگیوں سے، ہماری خوشیوں سے اور خواہشوں سے، ان کے لئے تو بس زاریہ اہم تھی اور ہمیشہ رہے گی، انہیں کیا کہ ماں پریشان ہے تو کیوں اور بھائی کی زندگی اس کے دل کا خون ہو رہا ہے تو کیوں۔" چائے لاتی نگین چیخ کر بولی تھی۔

"نگین، تمیز سے بات کرو۔ بڑا بھائی ہے تمہارا، یہ تربیت کی ہے میں نے تمہاری کہ تم

چھوٹے بڑے سے بات کرنے کی تمیز ہی کھو بیٹھی ہو۔" صالحہ نے میز پہ چائے کی ٹرے رکھتی نگین کو فوراً ہی آڑے ہاتھوں لیا تھا، نگین کبھی بھی ایسے بات نہیں کرتی تھی، زارون نے بھی اسے حیرانگی سے دیکھا تھا، وہ ایک سلجھی ہوئی سمجھدار لڑکی تھی، جس نے باپ کے بعد ہمیشہ بھائیوں کی باپ کی طرح عزت کی تھی اور وہی مان و مرتبہ دیا تھا اور انہیں بھی بہن پہ ناز تھا، مگر آج وہ چپ نہیں رہ پائی تھی، اسے لگا کہ اگر آج وہ چپ رہی تو شاید دوبارہ اسے یہ موقع کبھی نہیں ملے گا، وہ بھی ماں کی طرح زارون کو دیکھ دیکھ کر کڑھ رہی تھی، اس کا شاندار سا بھائی اس طرح سے خود کو ضائع کر رہا تھا، روگ لگائے ہوئے تھا اور اب راحم وہ اپنے دوسرے بھائی کو بھی پچھتاوے بھری زندگی گزارتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"آئی ایم رئیلی سوری بھائی، آئی ایم سوری امی، مگر میں اور چپ نہیں رہ سکتی ہوں، مجھے تکلیف ہوتی ہے آپ کو اس طرح سے دیکھ کر، بھائی پتہ ہے جب بابا اس دنیا سے گئے تھے تو بہت تکلیف ہوئی تھی، بہت دکھ تھا، پھر آہستہ آہستہ ہم نے قبول کر لیا، سمجھ لیا کہ یہ سب اسی طرح سے ہونا تھا، موت پہ حادثوں پہ انسان کا بس نہیں چلتا ہے بھائی یہ سب اسی طرح سے ہونا ہوتا ہے، یونہی لکھا ہوتا ہے، آپ تو مجھ سے زیادہ سمجھدار ہیں، زندگی اتنی تو ارزاں نہیں ہے کہ اسے یوں ضائع کر دیا جائے بھائی، آپ امی کو سمجھائیے نا پلیز، میں نے اپنے بچپن سے آپ کو اس طرح سے پچھتاؤں میں گھرا دیکھا، اب راحم بھائی کو اس طرح سے نہیں دیکھ سکتی ہوں۔" وہ سسکتی ہوئی زارون کے بازو سے آن لگی تھی، زارون سن اپنی جگہ بیٹھا رہا تھا، اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کے

لئے اتنی تکلیف کا باعث بن رہا ہے، اسے تو ہمیشہ سے ہی بس اپنا دکھ اور اپنی تکلیف ہی نظر آتی تھی، وہ تو ہمیشہ ہی خود کو حق بجانب سمجھتا رہا تھا، وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ نادانستگی میں خود سے جڑے لوگوں کے لئے اذیت اور تکلیف کا باعث بن رہا ہے، وہ تو خود کو زندگی کی رعنائیوں سے دور رکھ کر خود کو سزا دیتا رہا تھا، مگر درحقیقت وہ سب کو سزا دے رہا تھا۔

"بیٹا تم اس کی باتوں کو دل پہ مت لینا، یہ تو پاگل ہے، بہن ہے نا، ہمیشہ تم بھائیوں کو ہی سب کچھ سمجھا ہے، بہت پیار کرتی ہے تم دونوں سے، اس لئے دن رات کڑھتی رہتی ہے، مجھے تسلیاں دیتی ہے اور خود پریشان ہوتی ہے۔" امی نے بیٹی کا دفاع کیا تھا، کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ زارون کبھی بھی اس موضوع پہ کچھ بھی سننا نہیں چاہتا تھا، مگر وہ بے خبر تھیں کہ اب زارون وہ نہیں رہا تھا، اس کے دل کی دنیا بدل رہی تھی، وہ پچھتاوؤں سے باہر نکل رہا تھا۔

"نہیں امی، مجھے کچھ برا نہیں لگا ہے، اس نے جو ہمیشہ سے محسوس کیا ہے وہ کہہ دیا ہے، پھر ہم سے نہیں کہے گی تو کس سے کہے گی، آپ پریشان نہ ہوں پھر شکایتیں اور گلے شکوے تو اپنوں سے ہی کیے جاتے ہیں نا۔" زارون نے ماں کو تسلی دے کر بازو سے لگی بہن کا سر تھپکا تھا، وہ اس وقت ایک یکسر بدلے ہوئے زارون کو دیکھ رہی تھیں، جسے وقت کی دھول میں انہوں نے کہیں کھو دیا تھا اور واپس مل جانے کو دعا انہوں نے اپنے ہر سجدے میں کی تھیں۔

"امی میری ذات سے آپ لوگوں کو آئندہ کوئی شکایت نہیں ہوگی لیکن اس وقت مجھ سے زیادہ راحم کا مسئلہ ہے دیکھیں تو کسی شکل بنائے بیٹھا ہے۔" زارون نے اسی لمحے خود کو سنبھال کر ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے سب کی توجہ خود پر سے ہٹا کر راحم کی طرف دلائی تھی، جو سر جھکائے خاموشی سے بیٹھا تھا۔

"آئی ایم سوری بھائی، میرا وہ مطلب نہیں تھا، میں تو بس۔" وہ بڑے بھائی کی بات سن کر جھینپ کر مسکرا دیا تھا، حقیقت بھی یہی تھی کہ ان کے گئے بھی بھائی سے بڑھ کر اور ان کی خوشیوں سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا، مگر یہ بھی سچ تھا کہ اس کے دل میں مہوش کو کھونے کا حوصلہ بھی نہیں تھا۔

"میں سب جانتا ہوں میرے بھائی، اس لئے میں نے سوچا ہے کہ کل ہم سب مہوش کے گھر جا رہے ہیں، پھر ہم نگین کو اس گھر سے نکالیں گے اور سب سے آخر میں، میں اطمینان سے اپنے لئے کچھ سوچوں گا، کیا خیال ہے امی، ٹھیک ہے نا۔" زارون نے دوسرے بازو میں ماں کو لے لیا تھا، ایسے شوخ رنگ انہوں نے برسوں بعد زارون کے لہجے میں سنے تھے، انہوں نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

"بھائی!" نگین نے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

"تھینک یو بھائی۔" راحم بھی پیچھے سے آکر ان سب میں شامل ہو گیا تھا، تو وہ سب دل سے مسکرا دیئے تھے۔

"ٹھیک ہے میرے بچوں، جیسے تم سب کی خوشی۔" صالحہ ایک لمبے عرصے بعد دل سے مسکرائی تھی، وہ ماں تھیں ان کے لئے سب بچے برابر تھے، ان سب کی خوشیوں کی وہ یکساں خواہاں تھیں، ان کا زونی زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا، ان کے لئے یہی کافی تھا۔

☆☆☆

اگلے دن وہ سب بڑے اہتمام سے مہوش کے گھر گئے تھے، بلکہ نہ صرف گھر گئے تھے بلکہ ان

www.pakistanipoint.com

سے ہاں کروا کر ہی اٹھے تھے، مہوش کا تعلق ایک پڑھی لکھی سلجھی ہوئی فیملی سے تھا اور وہ لوگ بھی راحم اور مہوش کے بارے میں جانتے تھے، اس لئے سب نے ہی بنا وقت ضائع کیے ہاں کر دی تھی اور اگلی بار جب وہ لوگ ان کے گھر آئے تو زارون کے اصرار پہ شادی کی ڈیٹ فکس کر کے ہی اٹھے تھے اور یہ سب اتنا آناً فاناً ہوا تھا کہ صالحہ بوکھلا کر رہ گئیں تھیں۔

"ارے تم بچے پاگل تو نہیں ہو گئے ہو، شادی بیاہ کے معاملات میں اتنی جلدی مچاتے ہیں کیا، بیچ میں صرف ایک مہینہ ہے، کیسے ہو گا سب۔" وہ ان لوگوں کے جانے کے بعد سر پکڑ کر بیٹھ گئیں تھیں، نگین بھی تھوڑی کنفیوژ تھی مگر خوش بھی بہت تھی، اتنے عرصے بعد تو گھر میں کوئی خوشی آئی تھی اور راحم وہ تو ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھا، کہاں تو کوئی سلسلہ بنتا نظر نہیں آ رہا تھا اور کہاں شادی کی ڈیٹ بھی فکس ہو گئی تھی۔

"امی کیوں پریشان ہو رہیں ہیں، آپ کے پاس پورا ایک مہینہ ہے، آرام سے سب ہو جائے گا، میں ہوں نا سب سنبھال لوں گا، آپ بالکل فکر نہ کریں۔" زارون نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا تھا، وہ راحم کے معاملے میں مزید تاخیر نہیں کرنا چاہ رہا تھا، راحم شادی کے قابل تھا اپنے پیروں پہ کھڑا ہو چکا تھا، ذمہ داری اٹھا سکتا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا بھائی اس کی طرف سے ذرا سی بھی بدگمانی اپنے دل میں لائے۔

"مگر بیٹا اتنی جلدی بھی کیا تھی، ابھی منگنی کر دیتے، پھر تھوڑے عرصے بعد شادی، میرا تو ارمان تھا کہ میں تم دونوں بھائیوں کو ایک ساتھ دولہا بنے دیکھوں۔" راحم اور نگین اٹھ کر اپنے کمروں میں گئے تو تب امی نے اس سے اپنے دل کی بات کہی تھی۔

"امی میں آپ کی ہر بات آپ کے احساسات کو سمجھتا ہوں، مگر ابھی مجھے راحم کے فرض سے فارغ ہونے دیجئے، پھر وعدہ کرتا ہوں جیسا آپ کہیں گی ویسا ہی ہو گا۔"

"سچ کہہ رہے ہو نا زونی، یا راحم کی شادی کے بعد پھر سے مکر جاؤ گے۔" انہوں نے بے یقینی سے اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھا تھا، جہاں اس لمحے ان کی بات سن کر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"بالکل سچ امی، مجھ پہ یقین رکھیں، میں بہت اچھا بیٹا نہ سہی مگر اتنا بھی برا نہیں ہوں کہ اپنی ماں کا مان نہ رکھ سکوں، ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے گا امی کہ مسلسل اتنے سالوں سے میں آپ کی بے سکونی اور تکلیف کا باعث بنا رہا۔"

"میرا بچہ، میرا زونی۔" زارون نے ان کے ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگائے تو وہ اس کی روشن پیشانی چوم کر کھل کر مسکرا دیں تھیں، اس کے لئے یہی بہت تھا کہ دیر سے سہی مگر زارون نے خود کو اس گلٹ سے نکال کر اپنے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔

☆☆☆

"دیکھے تھے کل اپنی تائی امی کے تیور، بس اس لئے میں اس رشتے کے خلاف تھی لیکن میری بات تو تمہارے باپ نے سنی نہیں، جیسے میں تو کوئی غیر ہوں برا چاہتی ہوں تمہارا، ایسے بیٹھی تھیں جیسے ہم پہ کوئی احسان کر رہی ہوں، ذرا جو چہرے پہ خوشی ہو، ایک لفظ نہیں بولیں اور نہ کچھ کھایا نہ پیا، مارے باندھے بیٹھی رہیں اور پیسے کیسے منہ پہ مار دیئے کہ منگنی کی شاپنگ اپنی مرضی سے کر لو، مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے، کوئی پوچھے سارا سارا دن دنیا جہاں کے بازاروں کی خاک چھانتی

ہیں اور کہہ ایسے رہی تھیں، کہ کبھی جیسے گھر سے باہر نہ نکلی ہوں، میرا تو دل چاہ رہا کہ ان کے منہ پہ انکار مار دوں کہ جاؤ بھئی اپنے گھر میری بیٹی مجھ پہ اتنی بھاری نہیں ہے کہ تم جیسے ناقدروں میں بیاہ دوں، مگر کیا کروں کہ بھائی صاحب کا ادب مار گیا، جانے دونوں بھائیوں نے آپس میں کیا گٹھ جوڑ کیا ہے کہ کسی کی کوئی بات سننے سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔"

طیبہ کل رات سے بھری بیٹھیں تھیں اور آج صبح سے وقفے وقفے سے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہیں تھیں، رشتے طے ہو جانے کے بعد کل پہلی بار تائی اماں آئیں تھیں اور بیزاری کے تاثرات چہرے پہ سجائے بیٹھیں رہیں کہ توبہ، نہ کچھ کھایا نہ پیا، نہ میرب سے دو لفظ پیار کے بولے، بس مارے باندھے بیٹھی رہیں اور جاتے جاتے میرب کو پیسے پکڑا دیئے کہ وہ خود ہی اپنی منگنی کی شاپنگ کر لے اور اسی بات پہ طیبہ کو کل سے غصہ آیا ہوا تھا۔

"چھوڑیں نہ اماں، تائی اماں کا رویہ تو ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا ہے، کل اس میں نئی بات کیا تھی، وہ تو ہمیشہ ایسی ہیں، جیسے احسان کر رہی ہوں، آپ کیوں آج اتنا دل پہ لے رہی ہیں۔" میرب نے کافی دیر تک ان کی باتیں سننے کے بعد کہا تھا، نوٹس تو اس نے بھی کیا تھا مگر کیا کیا جا سکتا تھا کہ ایک انسان کی فطرت ہی ایسی تھی اور یوں بھی عادتیں بدلی جا سکتیں ہیں مگر فطرت نہیں۔

"ہاں تو یہی تو میں اتنے دنوں سے سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں، مگر یہاں میری بات کوئی سنتا ہی نہیں ہے، دل پہ نہ لوں تو اور کیا کروں، ان کو احساس ہونا چاہیے تھا نا کہ پہلے کی بات اور تھی اور اب بات کچھ اور ہے، میری بیٹی کی پوری زندگی کا سوال ہے، کوئی مذاق ہے کیا، میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم کچھ عقل مندی دیکھاؤ گی اور انکار کر دو گی مگر تم بھی چپ چاپ مان گئیں، اب بھلا تمہارے بابا میرے انکار کو کس خاطر میں لائیں گے۔"

وہ پہلے بھی یہ بات کر چکیں تھیں اور اب پھر سے کہہ رہیں تھیں، میرب نے حیرانگی سے انہیں دیکھا تھا۔

"اماں، بھلا میں کیسے انکار کرتی اور وہ بھی بابا کے سامنے، وہ کیا خیال کرتے میرے بارے میں، کہ میں کیوں ایسا کہہ رہی ہوں، اگر آپ کو اتنا اعتراض تھا تو آپ کوئی اسٹینڈ لیتی، لیکن اب کیا کر سکتے ہیں اب تو سب طے ہو گیا نا، اب آپ اب اتنا پریشان نہ ہوں، بابا نے کچھ سوچ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہوگا۔" میرب نے اس لمحے ان کے ساتھ ساتھ گویا خود کو بھی تسلی دی تھی، وہ اماں کو نہیں سمجھا سکتی تھی کہ اس نے کس لمحے کی گرفت میں آ کر یہ فیصلہ کیا تھا، لیکن اب اماں کی باتیں سن کر وہ بھی فکر مند ہو گئی تھی کہ کہیں سچ میں ان سے کوئی غلط فیصلہ تو نہیں ہو گیا، وہ ڈر گئی تھی کہ اب پتہ نہیں کیا ہوگا، کیونکہ اتنا تو میرب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ تائی اماں اس رشتے سے خوش نہیں ہیں اور وہ میرب کو پسند نہیں کرتیں ہیں، کہیں اس نے واقعی جلد بازی تو نہیں کر دی تھی، کیا وہ اس فیصلے کو نبھا پائے گی۔

"ہاں اب تو بس یہی دعا ہے کہ اللہ آگے بھی سب بہتر کرے آمین۔" انہوں نے سوچوں میں گھری میرب پہ ایک نگاہ ڈال کر کہا تھا، یکدم ہی انہیں احساس ہوا کہ ان کی باتوں سے میرب بھی پریشان ہو گئی تھی، وہ دل سے اس رشتے کے لئے راضی نہ سہی، مگر کم از کم انہیں میرب کے سامنے ایسی باتیں کر کے اس کا دل برا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

QURRATZEEMI
www.pakistanipoint.com

"کس کا میسج ہے؟" انہوں نے خود کو سنبھال کر میرب سے پوچھا تھا جو سیل فون پہ آئے کسی کے میسج کا جواب دے رہی تھی۔

"امی نگین کا ہے، وہ کچھ دیر میں آرہی ہے، اسے شاپنگ پہ جانا ہے، وہ چاہ رہی ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ جاؤں۔" میرب نے میسج ٹائپ کر کے سینڈ کیا اور سیل واپس ٹیبل پہ رکھتے ہوئے انہیں بتایا تھا۔

"اچھا ضرور جاؤ، پھر تم بھی ایسا کرو کہ اس کے ساتھ جا کر اپنی شاپنگ بھی کر لو، اچھا ہے دوست کے ساتھ ہو گی تو اطمینان سے کر سکوں گی۔" انہوں نے اس کا دھیان کو بٹانے کو کہا تھا۔

"ٹھیک ہے اماں، لیکن پلیز آپ نگین کے سامنے ایسی کوئی بات مت کیجئے گا۔" میرب جانتی تھی کہ اماں ایسا کچھ نہیں کریں گی مگر پھر بھی انہیں یقین دہانی کروانا ضروری سمجھا تھا، کم از کم وہ نگین کے سامنے اب ایسی کوئی بات کر کے اپنا بھرم توڑنا نہیں چاہتی تھی، اسے نگین کے سامنے یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ اس رشتے سے خوش ہے۔

"اب میں اتنی بھی پاگل نہیں ہوں میرے بچے، وہ تو میں دل پریشان تھا تو تم سے کہہ دیا، ورنہ تو میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں، انشاء اللہ اگر اللہ نے جوڑ بنا رکھا ہے تو یقیناً بہترین ہی ہوگا۔" انہوں نے میرب کی پیشانی چوم کر اسے مکمل اطمینان دلایا تھا، وہ بھی مطمئن سی مسکرا دی تھی، کاش اماں دل کے وہاں ٹھہرنے کی دعا بھی دے دیتیں، مگر وہ چاہ کر بھی ماں سے اس لمحے کچھ نہیں کہہ پائی تھی، اسی لمحے ملازمہ نگین کو ساتھ لئے وہیں چلی آئی تھی، میرب مسکرا کر اسے استقبال کو بڑھی تھی، وہ اماں اور میرب سے مل کر وہیں میرب کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں، میں اس لئے تو تمہیں ٹیکسٹ کیا تھا کہ تاکہ تم ریڈی رہو۔" نگین نے اسے اسی رف حلیے میں دیکھ کر کہا تھا۔

"میں بھی بس دس منٹ میں تیار ہو جاتی ہوں، تب تک تم امی کے ساتھ گپ شپ کرو۔" میرب مسکرا کر اسے کہتی اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔

"بیٹا تم بیٹھو، میں چائے بناتی ہوں۔"

"آنٹی اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، آپ بس بیٹھیں میرے ساتھ باتیں کریں، جب تک میرب نہیں آجاتی ہے۔" نگین نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے پاس ہی بیٹھ لیا تھا اور انہیں راحم کی شادی کی تاریخ فکس ہو جانے کے متعلق بتانے لگی تھی، وہ بھی خوشدلی سے اسے مبارک باد دینے لگی تھی، باتوں باتوں میں باتوں ہی نہیں چلا تھا اور میرب تیار ہو کر بھی آ گئی تھی، وائٹ ٹراؤزر اور اسکائی بلیو کاٹن نیٹ کی شرٹ اور ہم رنگ دوپٹے میں وہ اس روشن دن کا ہی ایک حصہ معلوم ہو رہی تھی، روشن اور شفاف اجلے دن کا حصہ، بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے، میک اپ کے نام میں آنکھوں میں ہلکی سی لائنر کی لکیر اور ہونٹوں پہ پنک مدھم سا نا معلوم گلوس اور کانوں میں سلور بالیاں پہنے وہ جانے کے لئے تیار تھی۔

"رکو بیٹا، میں وہ پیسے لے آؤں جو تمہاری تائی نے دیئے تھے، تم اپنی بھی شاپنگ کر لو، اچھا ہے نگین ساتھ ہے تو اس کے مشورے سے کر لو۔" نگین اجازت لے کر اٹھی تو اماں بھی میرب سے کہتی اندر چلی گئی تھیں۔

"نگین بیٹے تم نے اس کی مدد کرنی ہے اور اچھی سی شاپنگ کرانی ہے۔" انہوں نے میرب کو پیسے پکڑاتے ہوئے نگین سے کہا تھا۔

"کیسی بات کر رہی ہیں آنٹی، کیا کوئی ضروری شاپنگ کرنی ہے۔" نگین نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا

تھا۔

''ارے اس نے تمہیں بتایا نہیں اگلے ہفتے اس کی منگنی ہے اس کے تایا زاد سعد کے ساتھ اس کی شاپنگ کرنی ہے۔'' ان کی بات سن کر نگین کے چہرے پہ ایک سایہ سا لہرا گیا تھا، اس نے شکایتی نگاہوں سے میرب کی طرف دیکھا تھا تو وہ نگاہ چرا گئی تھی، ایک امید تھی جو پھر سے بندھنے لگی تھی، وہ ایک جھٹکے سے ٹوٹی تھی۔

☆☆☆

''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں، اتنی بڑی بات ہو گئی اور تم نے مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا میرب، تم نے مجھے اتنا غیر بنا دیا۔'' اپنے لئے منگنی کا جوڑا منتخب کرتی میرب کا بازو تھام کر نگین خود کو شکوہ کرنے سے روک نہیں پائی تھی۔

''آ جاؤ بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔'' میرب نے وہاں کچھ بھی کہنا مناسب نہیں سمجھا اور نگین کو ساتھ لئے فوڈ کورٹ میں چلی آئی تھی۔

''کیا کھاؤ گی؟'' میرب نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کچھ بھی نہیں۔'' نگین ابھی بھی خفا خفا سی تھی۔

''نگین اب تم اس طرح سے ناراض نہ ہو، تم اچھی طرح جانتی ہو کہ یہ بات میرے لئے قطعی اتنی اہم نہیں ہے کہ میں اسے خوشی خوشی سب سے شیئر کرتی پھروں، میں نے بس بابا کی خوشی کے آگے سر جھکایا ہے، کیونکہ میں جانتی ہوں کہ وہ کبھی بھی میرے لئے کچھ بھی غلط نہیں سوچیں گے۔'' میرب نے کھل کر اسے سب کہہ دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔

''اور تم نے اتنی آسانی سے صرف ان کی خوشی کی خاطر ہاں کر دی۔''

''تو اور کیا کرتی اور کیوں کرتی کس کے لئے کرتی۔'' میرب نے تیزی سے اس کی بات کاٹی تھی، نگین نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔

''نگین تم صرف میری دوست ہی نہیں ہو بلکہ میری بہنوں کی طرح ہو اور تم سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے، میں کس آس کس امید پہ انہیں انکار کر کے ان کی نظروں میں بری بنتی، کیوں ان کا مان توڑتی، مجھے یہی صحیح لگا جو میں نے کیا، نگین محبت کوئی لنگر میں بٹنے والا کھانا نہیں ہے کہ میں لائن میں لگ کر اپنی باری کا انتظار کروں اور پوری امید رکھوں کہ اللہ کے نام پہ مجھے بھی خیرات مل ہی جائے گی، عشق یکطرفہ ہو سکتا ہے مگر محبت آج بھی کچھ لو اور دو کے اصولوں پہ ہی چلتی ہے، میں کب تک ایک ایسے شخص کے سامنے کاسہ دل تھامے کھڑی رہوں، جسے میں نظر ہی نہیں آتی ہوں، میں اب مزید اپنی انا اور خود داری کا قتل نہیں کر سکتی ہوں، میں اس فیصلے سے خوش نہ سہی مگر مطمئن ضرور ہوں کہ میں نے اپنے والدین کا مان رکھا ہے، میں نہ سہی وہ تو خوش ہیں نا۔'' اتنے دنوں کی ٹینشن کے بعد اپنی بھڑاس نکال لینے کے بعد اس لمحے میرب کا لہجہ بہت مطمئن سا تھا۔

''مگر میرب اب وہ بہت بدل گئے ہیں، وہ پہلے جیسے نہیں رہے ہیں اور انہیں بھی اپنی غلطی کا احساس ہے، راحم بھائی کی شادی طے ہو گئی ہے اور انہوں نے امی سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کے بعد وہی کریں گے جیسا امی چاہیں گی اور تم جانتی ہو کہ امی ہمیشہ سے کیا چاہتیں ہیں، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ سب ہو جائے گا اور وہ بھی اتنی جلدی ورنہ میں امی سے پہلے ہی بات کر لیتی کہ تمہارے پیرنٹس سے بات کریں۔'' نگین کے لہجے میں اس لمحے تاسف سا تھا کیونکہ اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ زارون کے بدلنے میں کس کا ہاتھ ہے اور زارون خود کو کس کے لئے بدل رہا

ہے۔

''اچھی بات ہے کہ وہ اب بدل گئے ہیں، انسان کو وقت کے ساتھ بدل جانا چاہیے ورنہ اس پہ جمود طاری ہو جاتا ہے اور پلیز تمہیں کسی سے کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں اب ایسا نہیں چاہتی ہوں، امید ہے کہ تم بھی میرا مان رکھو گی۔'' میرب نے بہت مان مگر دوٹوک انداز میں اس سے کہا تھا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ وہ اس خیال کو اپنے دل سے نکال چکی تھی، اس میں وہ پوری طرح کامیاب ہوئی یا نہیں یہ اس کا دل جانتا تھا مگر جس دن سے اس کی بات سعد سے طے ہوئی تھی اس نے پوری ایمان داری سے خود کو اس رشتے کے لئے تیار کرنے کی کوشش کی تھی۔

''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی، میری تو بس یہی دعا ہے کہ تم ہمیشہ خوش رہو اور ایک مطمئن زندگی گزارو۔'' نگین نے سارے ملال ایک طرف رکھ کر اس لمحے اسے دوست بن کر پورے دل سے دعا دی تھی۔

''تھینک یو، چلو آؤ اب کچھ کھاتے ہیں، پھر باقی کی شاپنگ کریں گے۔'' وہ خوشدلی سے کہتی ہوئی کھڑی ہوئی تو نگین بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی، اسے دونوں ہی یکساں پیارے تھے، ایک طرف جان سے پیارا بھائی تھا تو دوسری طرف بہنوں سی عزیز دوست، اسے دونوں کا ہی مان رکھنا تھا اور ان کی خوشی میں خوش ہونا تھا، سو اس نے پورے دل سے اس وقت میرب کا ساتھ دیا تھا، شاپنگ کرنے میں وہ ایسی مگن ہوئیں کہ انہیں وقت کا احساس ہی نہیں ہوا تھا، ہوش تب آیا جب اماں کی کال آئی میرب کو، تب وہ سارا کام سمیٹ کر بھاگم بھاگ گاڑی میں آ بیٹھیں، رہ جانے والی چیزوں کو کل پہ اٹھا رکھا، وہ دونوں میرب کی گاڑی میں ہی آئیں تھیں، کیونکہ راحم نگین کو میرب کے پاس ڈراپ کر کے امی کے ساتھ جیولر کے پاس چلا گیا تھا، اس لئے وہ دونوں میرب کے ڈرائیور کے ساتھ آئیں تھیں اور اب میرب نگین کو ڈراپ کرنے جا رہی تھی، گاڑی نگین کے گھر کے سامنے رکی تو نگین اسے اندر آنے کو اصرار کرنے لگی۔

''نہیں یار آج نہیں پھر کبھی سہی، اب بہت دیر ہو گئی ہے، آنٹی کو سلام کہنا، میں آؤں گی ان سے ملنے۔'' میرب نے سلیقے سے معذرت کی تھی، نگین اثبات میں سر ہل کر اپنا سامان سمیٹ کر گاڑی سے اتر گئی تھی۔

''نگین کا فون گاڑی میں ہی رہ گیا ہے۔'' تبھی میرب کی نگاہ سیٹ پہ پڑے نگین کے سیل فون پہ پڑی تھی، جسے اس نے اپنی امی سے بات کرتے کرتے بے دھیانی میں ادھر ہی رکھ دیا تھا، اچھا ہوا میرب کی نگاہ پڑ گئی تھی، وہ فون نگین کو دینے کے لئے گاڑی سے اتر آئی تھی۔

''او تھینکس یار۔'' نگین نے فون لے کر بیگ میں ڈال لیا تھا۔

تبھی ان کی گاڑی کے پیچھے ایک گاڑی آ کر رکی تھی، ان دونوں کی بے ساختہ ہی نگاہ پیچھے آ کر رکنے والی گاڑی پہ پڑی تھی، اس سے پہلے کہ میرب نظر انداز کر کے گاڑی میں بیٹھتی، ان دونوں کو وہاں کھڑے دیکھ کر زارون گاڑی روک کر گاڑی سے اتر آیا تھا، وہ شاید آفس سے آ رہا تھا، قدرے تھکا تھکا سا، گلے میں ٹائی کی ناٹ ڈھیلی ہو کر لٹک رہی تھی اور کوٹ بازو پہ لٹکا رکھا تھا، وہ چند ہی قدموں میں ان کے پاس آن پہنچا تھا۔

''السلام علیکم بھائی!'' نگین نے اسے دیکھ کر فوراً ہی سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام، کہاں سے آ رہی ہو؟" زارون نے جواب دے کر پوچھا تھا، میرب اس لمحے چاہ کر بھی اسے نظر انداز کر کے جا کر واپس گاڑی میں نہیں بیٹھ پائی تھی اور کچھ نہ سہی پھر بھی وہ اس کی دوست کا بھائی تھا اور اس کا استاد بھی رہ چکا تھا، اس ناطے احترام واجب تھا اس کا۔

"آپ کیسی ہیں میرب۔" میرب کے سلام کا جواب دے کر زارون نے اس کی طرف دیکھا تھا، زارون اس لمحے اپنی کیفیت کو سمجھ نہیں پایا تھا، کئی دنوں سے پورے وجود پہ جو ایک بے چینی سی چھائی ہوئی تھی، وہ اس لمحے یکدم ہی ختم ہو گئی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں سر، آپ کیسے ہیں؟" میرب نے اس لمحے سفید براق شرٹ اور اسکائی بلیو پینٹ کوٹ میں ملبوس تھکے تھکے سے زارون کو غور سے دیکھا تھا، بے شک وہ اس لمحے بہت تھکا تھکا سا تھا مگر کچھ تھا ایسا اس میں جو بہت بدلا بدلا سا تھا، وہ اس وقت سیاہ لباس میں نہیں تھا اور اس کی کتھئی آنکھوں میں ہمہ وقت چھلکتا وہ اضطراب اس لمحے مکمل غائب تھا، اس کی آنکھیں شفاف تھیں کسی بھی سرخی کے بغیر، اس کے چہرے پہ اطمینان صاف چھلک رہا تھا۔

"میں تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں، آپ سنائیے کہاں غائب ہیں۔" زارون نے ایک نگاہ اس کے لباس اور پھر خود پہ نظر کی تھی، میرب نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ ہولے سے ہنس دیا تھا، نگین نے اس وقت کو ایسی نگاہوں سے دیکھا کہ جیسے جتلا رہی ہو کہ دیکھا میں نے کہا تھا کہاں وہ بدل گئے ہیں، خوش رہنے لگے ہیں۔

"جی بس کچھ مصروفیات رہی تو اس لئے بس۔" میرب نے نگین سے نگاہ چرا کر خود کو سنبھالا تھا، وہ اس لمحے چاہ کر بھی خود کو کمپوز نہیں کر پا رہی تھی، وہ جس کی ذرا سی توجہ کی منتظر رہتی تھی وہ اس لمحے مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھا اور اس کی کتھئی نگاہوں سے نگاہ چرانا اس پل میرب کو بے حد مشکل لگا تھا، آج سے پہلے کبھی بھی میرب کو اس کا سامنے کرنے میں اتنی دقت نہیں ہوئی تھی، تو کیا وہ واقعی بدل گیا تھا، اس کی آنکھوں میں یہ چمک پہلے تو کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔

"اچھا ایسی بھی کیا مصروفیت رہی، پڑھائی تو آپ کی مکمل ہو گئی اور رزلٹ بھی سنا ہے کہ ٹھیک ٹھاک ہی آیا ہے آپ کا، جاب آپ کوئی کر نہیں رہیں ہیں، پھر ایسی کون سی مصروفیت ڈھونڈ لی آپ نے یا یہ پیچھا چھڑانے کا محض کوئی بہانہ ہے۔" وہ اس وقت بڑی فرصت سے سینے پہ بازو باندھے اس کے سامنے کھڑا تھا، کہاں وہ آدم بیزار سا زارون، جو مارے باندھے کبھی اس کی بات سنا کرتا تھا اور کہاں یہ کہ وہ ایسے سامنے کھڑا تھا کہ جیسے اس سے زیادہ اہم اور کوئی کام ہی نہ ہو، میرب نے کنفیوژ سا ہو کر اسے دیکھا تھا، اب وہ اسے کیا جواب دیتی، بہت مشکل سے اس نے اپنے دل کو سمجھایا تھا، اسے کہاں توقع تھی کوئی امید تھی کہ کبھی یہ لمحہ بھی آئے گا کہ یوں وہ کبھی اتنی فرصت سے دوبدو ہو گا اور جواب طلب کر لے گا اور اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑے گا، مگر آج تو زارون حیدر کی جون ہی نرالی تھی، میرب کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ اسے کیا کہے، جواب منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں چلتی ہوں نگین اماں کا میسج ہے وہ انتظار کر رہی ہیں، اللہ حافظ۔" اس لمحے میرب کے سیل پہ اماں کا میسج آیا تو وہ جان خلاصی ہونے پہ اس نے شکر ادا کیا تھا، وہ بنا زارون کی طرف دیکھے گاڑی میں آ بیٹھیں تھیں دل ابھی بھی معمول

WWW.PAKSTANIPOINT.COM

سے تیز دھڑک رہا تھا، دراصل وہ ایسی کسی بھی سچویشن کی توقع نہیں کر رہی تھی، اتنے دنوں بعد زارون کو سامنے دیکھ کر اور وہ بھی اس انداز میں، اس کی گھبراہٹ لازمی تھی، جبکہ دوسری جانب زارون کے اس انداز پہ حیران سا تھا۔

''یہ ان محترمہ کو کیا ہوا ہے، کہاں تو پنجے جھاڑ کر ہر وقت پیچھے پڑی رہا کرتیں تھیں اور کہاں یہ عالم ہے کہ جواب نہیں بن پڑ رہا ہے۔'' گھر کے اندر جاتے ہوئے زارون نے ساتھ چلتی نگین سے پوچھا تھا۔

''وقت کے ساتھ ساتھ طبیعت میں ٹھہراؤ آ ہی جاتا ہے بھائی اور خاص کر لڑکیاں جب اپنی نئی زندگی میں قدم رکھنے جا رہی ہوں تو پرانی عادتیں، پرانی کتابوں کی طرح ماں باپ کی دہلیز پہ ہی چھوڑ جاتیں ہیں۔''

''نئی زندگی؟'' اس 'پور' نے جملے میں زارون نے شاید اس ایک لفظ کو ہی سنا تھا، اس کے چلتے قدم رکے تھے، اس کے چہرے کے تاثرات اس وقت نگین سے چھپے نہیں رہے تھے۔

''اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے بھائی، اگلے ہفتے اس کی منگنی ہے اس کے تایا زاد سعد کے ساتھ۔''

نگین اندر جا چکی تھی، مگر زارون کے چلتے قدم وہیں تھم سے گئے تھے، ابھی تو اس نے پھر سے جینا شروع کیا تھا، ایک آس ایک امید سی اس دل کو بندھنے لگی تھی، رنگوں سے لفظوں سے کھیلنا شروع کیا تھا، زندگی پھر سے اسے اچھی لگنے لگی تھی، اسے تو اب زندگی کو پھر سے اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت جینا تھا اور یہ سب کس کے لئے تھا اور کسی کی وجہ سے تھا، یہ دیر سے سہی مگر زارون نے جان لیا تھا، مان لیا تھا، اس کے دل کی سرزمین پہ قدم رکھ چکی تھی اور نہ صرف قدم رکھ چکی تھی بلکہ پوری طرح پورے قد سے جم کر کھڑی بھی تھی، آج جس طرح سے اتنے عرصے بعد اسے سامنے دیکھ کر زارون کے دل نے سکون محسوس کیا تھا، کئی دنوں سے وجود پہ طاری بے چینی و بے کلی پل بھر میں ختم ہوئی تھی، زارون نے اسی لمحے آسودگی سے مسکرا کر اس سنہری شام سی لڑکی کو دیکھ کر خود سے اعتراف کیا تھا۔

''تو کیا اس نے دیر کر دی تھی۔''

زارون کو واپس اسی بے چینی نے گھیر لیا تھا، اس کا مطلب کہ میرب اسی لئے اس سے کترا رہی تھی، اس سے نگاہ نہیں ملا رہی تھی، آج اس کی آنکھوں سے وہ ہمیشہ والی مخصوص چمک غائب تھی، جو زارون کو اپنے خاص ہونے کا پتہ دیتی تھی، کیا واقعی اس نے دیر کر دی تھی، کیا محبت پھر سے اس سے روٹھنے لگی تھی، اس کی کتھئی آنکھوں میں پھر سے شام اتر آئی تھی۔


اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں
ابن انشاء
اردو کی آخری کتاب .....
خمار گندم .....
دنیا گول ہے .....
آوارہ گرد کی ڈائری .....
ابن بطوطہ کے تعاقب میں .....
لاہور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 371

زارون کو آفس کے ایک انتہائی ضروری کام سے دوبئی جانا پڑا تھا، اس کا جانے کا بالکل بھی دل نہیں تھا، مگر مجبوری تھی کہ کام بہت ضروری تھا اور گھر میں راحم کی شادی کی تیاریاں عروج پہ تھیں، ایسے میں وہ راحم کو آفس کے کاموں میں نہیں الجھا سکتا تھا، جبکہ اس کی شادی میں محض پندرہ دن رہ گئے تھے اور یہاں امی اور نگین کو بھی اس کی ضرورت تھی، کیونکہ اس کی شادی تھی تو لازمی ہے کہ ہر کام بھی اس کے مشورے سے ہی ہوتا تھا، اس لئے وہ خود ہی چلا آیا تھا، کام زیادہ نہیں تھا صرف دو تین دن لگنے تھے اور یہی وہ دو دن تھے جن سے در حقیقت زارون فرار حاصل کرنا چاہ رہا تھا، یہ یہاں آ کر اس نے مانا تھا، کام اتنا بھی اہم نہیں تھا کہ اس کو پندرہ دن ٹالا نہ جا سکتا ہو لیکن زارون نے اسے انہی دنوں میں نمٹا دینا ضروری خیال کیا تھا، کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ وہاں ہو ان دنوں میں جب میرب کی منگنی تھی اور وہ لوگ پوری فیملی سمیت انوائیٹڈ تھے، اس کے پیرنٹس خود آ کر دعوت نامہ دے گئے تھے اور وہ اگر وہاں ہوتا تو لازمی ہے کہ سب اصرار کرتے کہ وہ بھی ساتھ چلے اور وہ خود میں اتنی ہمت نہیں پاتا تھا کہ وہ وہاں جائے اور اس کو کسی اور کے نام ہوتا دیکھے، اسے خود کو کمپوز کرنا ہمیشہ ہی بہت آسان لگتا تھا، مگر اس بار وہ اپنے اندر عجیب سی بے کلی و بے چینی سی محسوس کر رہا تھا، جسے پہلے تو وہ سمجھ نہیں پایا تھا، لیکن اب اسے اچھی طرح سمجھ آ رہا تھا کہ وہ کیا فیل کر رہا ہے، یہ بے چینی اس لئے تھی کہ وہ اسے دیکھ نہیں پا رہا تھا، اس کے واٹس ایپ پہ آنے والے پیغامات آنا بند ہو گئے تھے، وہ اس کی زندگی سے ایک دم ہی غائب ہو گئی تھی، تو اس کا بے چین ہونا تو بنتا تھا نا، روز صبح اٹھ کر اس نے واٹس ایپ چیک کرنا اپنا معمول بنا لیا تھا، مگر ہر روز اور بہت سے میسج ہوتے تھے مگر اس ایک نمبر سے کوئی میسج نہیں ہوتا تھا، جواب اس نے سیو بھی کر لیا تھا، ایک انسان آپ کو زندگی سے محبت کرنا سکھا دے، آپ کو پچھتاؤں سے نکلنے میں مدد کرے، اپنے دل میں آپ کے لئے پسندیدگی کے جذبات رکھتے ہوئے اور یہ بھی جانتا ہو کہ آپ کی فیملی بھی اسے اس نگاہ سے پسند کرتی ہے، پھر بھی اپنی حدود کا خیال رکھے اور بنا کچھ ظاہر کیے اس بات کا خاموشی سے منتظر ہو کہ کیا وہ آپ کی زندگی میں جگہ بنا پاتا ہے کہ نہیں اور اپنی جگہ نہ پا کر چپ چاپ واپس اپنی دنیا میں لوٹ جائے تو ایسا انسان آپ کی زندگی میں خود بخود ہی جگہ بنا لیتا ہے، آپ کے دل میں، آپ کی زندگی میں، کہیں بہت قریب، اس کا ہونا معنی رکھنے لگتا ہے اور نہ ہونا دل کو چیرنے لگتا ہے، زارون بھی آج کل انہی کیفیات سے گزر رہا تھا، اس لئے وہاں سے بھاگ آیا تھا، جانتا تھا کہ وہ ان گزرے تین چار دنوں میں خود کو سنبھال لے گا اور یہ تو طے تھا کہ وہ اس بار اپنی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں دے گا، میرب ہمیشہ کے لئے اس کی زندگی میں اس کے دل میں ایک اچھی یاد بن کر رہے گی، اس نے موبائل اسکرین کو زوم کیا تھا، یہ وہی سیلفی تھی جو نگین نے جھیل کے کنارے کھینچی تھی اور بعد میں اسے واٹس ایپ کر دی تھی، میرب نے گلے میں سرخ اسٹول بل دے کر سیٹ رکھا تھا، اس کی ناک بھی سردی کی شدت سے اس شال کی ہمرنگ ہو رہی تھی، زارون کے لبوں کو ہلکی سی مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

"پاگل....."

آج اسے خود سے اعتراف کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ اس کے لبوں پہ کھلتی یہ

مسکراہٹ اس پاگل لڑکی کی ہی عطا کی ہوئی ہے،
ورنہ وہ تو کب کا مسکرانا بھول چکا تھا۔

محبت.....قیس کا دامن
محبت.....اشک لیلیٰ کے
محبت.....ہیر کی آہیں
محبت.....جوگ رانجھے کا
محبت.....بحر وحشت کا
محبت.....گرمی صحرا
محبت.....موج دریا ہے
محبت.....ہی طلاطم ہے
محبت.....خون رلاتی ہے
محبت.....''میں'' مٹاتی ہے
کسی کو.....نوجوانی میں
یہی.....جنوں بناتی ہے
محبت.....شاعری کی ہے
جگر کے.....ہار جاتی ہے
محبت.....ہجر یوسف میں
بینائی.....چھین لیتی ہے

☆☆☆

میرب نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ زندگی اسے اس مقام پہ لے آئے گی کہ اس کا دل یوں بے سروسامان رہ جائے گا اور روح خالی ہو جائے گی اور اسے ان دونوں کے برخلاف جا کر اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کرنا پڑے گا، میرب کی نگاہ اس لمحے ہاتھ میں انگوٹھی پہ جمی تھی، جو اس کی منگنی کے لئے خریدی گئی تھی، لیکن اس کے دل میں اسے دیکھ کر ہاتھ میں تھام کر کوئی ہلچل نہیں بھی تھی، دو دن بعد اس کی منگنی تھی، سب لوگ خوشی خوشی تیاریوں میں مصروف تھے، تائی کا رویہ ہنوز سرد سا تھا، ماتھے پہ تیوریاں اور منہ سے نشتر، طیبہ بھی ابھی تک کچھ خاص مطمئن نہیں تھیں، انہیں جٹھانی کا رویہ ہرٹ کر رہا تھا، مطلب وہ ابھی تک اپنے


شگفتہ شگفتہ رواں دواں

ابر انشا کے سفرنامے

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل علی امین مینشن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون 042-37310797, 042-37312169

دل کو صاف نہیں کر سکیں تھیں تو آگے ندگی میں
ان کی لاڈلی کے ساتھ کیا یہ کرتیں یہی سوچ
ان کو ہمہ وقت گھیرے ہو... تھی، مگر ں پہ بیٹی
کے لئے دعائیں تھیں، بابا ... خوش ے، میرب
دنیا داری کو مسکرا رہی تھی ... وہ خوش ں تھی، وہ
اپنے اندر اطمینان محسوس نہیں ... رہی تھی، اس نے
ہمیشہ ایک صاف ستھری او... ندرے بالی سے
بے فکری زندگی گزاری تھی ... فیملی ا... پڑھائی،
دوستی کے نام پہ سب سے زیا... قریبی دوستی نگین
سے رہی تھی، اس نے کبھی نہیں سوچا تھا... لہ وہ کسی
سے محبت کرے گی، یا کر بھی سکتی ہے ... ہو جانے
زارون کی شخصیت میں ایسی ... یا کشش تھی کہ وہ
اول روز سے ہی اس کی جانب کھینچی ... گئی تھی،
تب وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ ... ن کا بھ ہے اور
اس کا کوئی ماضی بھی ہے لیکن ... جب پ ... پلا تو اپنی
احساس طبیعت کی بنا پہ وہ ... نیز بالا ... ں رکھ کر
صرف یہ سوچنے لگی کہ وہ زند... جیسا پھر سے
زندگی کی طرف لوٹ آئے، پ... سے مر... نے لگے
اور ایک نارمل زندگی گزار ... ے، کیونکہ ... س کے
ساتھ جو ہوا تھا اس میں اس ... وئی قصو ... ہیں تھا،
وہ صرف ایک حادثہ تھا، جو ... کسی کے بھی ... تھ کہیں
بھی کبھی بھی ہو سکتا ہے اور وہ ... نہی ہو... ہا تھا اور
جب وہ یہ بات اسے سمجھا ... ۔ میں ... باب ہو
پائی تب بہت دیر ہو چکی تھی ... زار... کے سرد
رویے نے اس نازک سی ... ن کو تو ... الا تھا،
زارون نے کبھی اسے قابل ... رہنہیں ... ا تھا، وہ
ہمیشہ اسے ایک لاابالی، لاپ ... ہ سی لڑ ... سمجھتا رہا
تھا، وہ اس کے میسجز کو بھی ا... نا قابل ... سمجھتا تھا
کہ ان کا جواب دے، وہ ا... کیلئے ... اس کی
بہن کی دوست تھی اور ایک ... شوڈ... اور اس
سے زیادہ کچھ بھی نہیں، میرب ... نے دا... ہا ہمیشہ
سے ہی ایک امید سی تھی مگر وہ ... ... تی جب

سالگرہ والے دن زارون نے میرب کی بات کو اس کے کہے کو اسے قابل اعتبار ہی نہیں سمجھا اور اسے مورد الزام ٹھہراتے ہوئے اسے سب کے سامنے ڈانٹ دیا، اس دن وہ بہت ڈس ہارٹ ہوئی، اس کی خود داری کو سخت ٹھیس لگی، اس نے تبھی سوچ لیا تھا کہ اب وہ کبھی بھی کسی طور اس کے سامنے نہیں جھکے گی، محبت کا یا کسی کو پسند کرنے کا مطلب قطعی یہ نہیں ہے کہ آپ اپنی انا اور خود داری اور عزت نفس اس کے پاس گروی رکھ دیں، لیکن پھر اس دن جب وہ اپنے گھر کے باہر ملا تو وہ ایک یکسر بدلا ہوا زارون تھا، جس کی آنکھوں میں میرب کو دیکھ کر ہمیشہ والی بیزاری کے بجائے ایک چمک سے اتر آئی تھی، جیسے وہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر خوش ہوا تھا، مگر تب میرب فیصلہ کر چکی تھی اور وہ اپنے فیصلے پہ قائم رہنا چاہتی تھی، اس لئے اسے مکمل نظر انداز کیے وہ وہاں سے چلی آئی تھی، وہ اس سے ہر رابطہ توڑے ہوئے تھی، نگین سے رابطہ کم کر دیا تھا، اس کے گھر جانا چھوڑ دیا تھا، اس کا نمبر موبائل میں سیو ہونے کے باوجود اس نے اسے میسج کرنا چھوڑ دیا تھا، کتنی کتنی دیر وہ اس کے نمبر پہ نگاہ جمائے بیٹھی رہتی تھی، کبھی وہ آن لائن نظر آتا تھا، پھر بھی وہ اسے نظر انداز کر دیتی تھی، وہ چاہتا تو خود بھی میسج کر سکتا تھا، چلو کچھ اور نہ سہی خیریت ہی پوچھ لیا، مگر نہیں وہ بھلا اسے اس قابل کہاں سمجھتا تھا، میرب کے سیل فون کی اسکرین پہ وہی تصویر کھلی تھی، جو نگین کے اس جھیل کے کنارے کھینچی تھی اور بعد میں اسے واٹس ایپ کر دی تھی، جس میں وہ دونوں سیاہ لباس میں ملبوس برابر کھڑے تھے اور نگین ان سے دو قدم آگے، جھیل کے پانی کا عکس زارون کی کتھئی آنکھوں میں پڑ کر انہیں اور بھی دل نشین بنا رہا تھا، تصویر وہی تھی میں دونوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی نگاہ اسے الگ الگ زاویے سے دیکھ رہی تھی، دوبئی کے ہوٹل کے کمرے میں اکیلا بیٹھا زارون سرخ ناک والی میرب کو دیکھ رہا تھا تو دوسری طرف میرب کی شکایتی نگاہیں زارون پہ ٹکیں تھیں، وہ دونوں ہی اس لمحے خود فریبی کا شکار تھے، زارون اگر بیل کرنا چاہتا بھی تو چاہ کر بھی نہیں کر سکتا تھا، کہ اب وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا اور وہ کسی اور کے نام ہو چکی تھی، جبکہ دوسری طرف میرب ڈھیروں شکوے دل میں لئے اس سے جیسے ہر امید توڑے بیٹھی تھی۔

تم سے رنجش بھی ہے اختلاف بھی ہے
اور کچھ عین ، شین قاف بھی ہے

☆☆☆

زارون جب دوبئی سے واپس آیا تو وہ خود کو مکمل طور پہ سنبھالے ہوئے تھا، گھر میں شادی کی مکمل گہما گہمی شروع ہو چکی تھی اور سب لوگ بہت خوش تھے، زارون نے ہر انتظام بہت شاندار طریقے سے کرنے کی کوشش کی تھی، وہ کسی طور بھی کسی بھی موقع پہ راحم اور نگین کو بابا کی کمی محسوس نہیں ہونے دینا چاہتا تھا، صالحہ بھی ایک لمبے عرصے بعد بچوں کو اس طرح خوش دیکھ کر خوش اور مطمئن تھیں اور اب تو زارون کی طرف سے بھی دل قدرے مطمئن سا تھا، بس اب راحم کی شادی کے بعد وہ زارون کے لئے بھی اچھی سی لڑکی دیکھیں گی، یہ انہوں نے دل ہی دل میں ارادہ کر لیا تھا۔

آج مہندی کی تقریب تھی، چونکہ فنکشن کمبائن تھا، اس لئے زیادہ مہمانوں کے پیش نظر دونوں فیملیز نے اسے ہال میں کرنے کو ترجیح دی تھی، لڑکے والے بس آیا ہی چاہتے تھے، لڑکی والے آ چکے تھے اور اب بارات کا انتظار تھا، تقریب اپنے عروج پہ تھی، ڈھول کی آوازوں میں لڑکے والے آ رہے تھے، جہاں گرین کرتے پہ سرخ چنری والا بنارسی پٹکہ گلے میں ڈالے راحم بہت پیارا لگ رہا تھا، وہیں فان کلر کے کرتے پہ ڈل گولڈن امیرون بنارسی واسکٹ پہنے دولہا کا بڑا بھائی بھی بے حد شاندار لگ رہا تھا، اس لمحے کتنی ہی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں تھیں، پنک لہنگے میں نگین بھی بہت پیاری لگ رہی تھی، وہ تینوں بہن بھائی ایک ساتھ ہی اندر داخل ہوئے تھے، جہاں سامنے پھولوں سے سجے اسٹیج پہ دیدہ زیب لباس اور بصورت جیولری پہنے راحم کی دلہن بیٹھی تھی، راحم کو بھی اس کے برابر میں لا کر بٹھا دیا گیا تھا، جب ذرا سی فراغت ہوئی تو نگین نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی تھی۔

"یہ نہیں یہ میرب کہاں رہ گئی ہے، کہا بھی تھا اسے جلدی آنا یا ہمارے ساتھ ہی چلو، مگر نہیں مجال ہے جو یہ کسی کی کبھی کسی کی سن لے۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی اپنا لہنگا سنبھالتی اسٹیج سے نیچے اتر رہی تھی، پاؤچ کھول کر اپنا سیل نکال کر ابھی وہ میرب کو کال کرنا ہی چاہ رہی تھی کہ سامنے سے وہ اپنی ماں کے ساتھ آتی دکھائی دی تھی، نگین نے سیل واپس رکھا اور اس کے استقبال کو آگے بڑھی تھی۔

"تھینکس یار آنے کے لئے۔" نگین نے میرب سے گلے لگتے ہوئے کہا تھا۔

"میرے بھائی کی شادی ہے کیسے نہیں آتی میں۔" میرب نے مڑ کر کہتے ہوئے سامنے اسٹیج پہ موجود دلہا دلہن کو دیکھا تھا، جو ایک ساتھ بیٹھے ہوئے بہت اچھے لگ رہے تھے۔

"بہت پیارے لگ رہی ہو میرب۔" نگین نے کاہی رنگ کے گرین اسٹائلش ڈریس میں ملبوس میرب کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"تم بھی کچھ کم نہیں لگ رہی ہو۔" اس نے

بھی جواباً نگین کو کہا تھا۔

وہ ہنستی ہوئی اسے ساتھ لیے اسٹیج کی طرف چلی آئی تھی، طیبہ پہلے ہی نگین کی امی کے پاس جا بیٹھی تھیں، میرب کا آج یہاں آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، مگر پھر نگین کے محبت بھرے اصرار اور اماں کے سمجھانے پہ چلی آئی تھی اور اچھا ہی ہوا کہ وہ یہاں آ گئی تھی، یہاں آ کر وہ خود کو بہت بہتر اور فریش سا محسوس کر رہی تھی، کتنی ہی دیر تک وہ نگین کے ساتھ ہی اسٹیج پہ رہتی رہی تھی، رات دیر مہوش کو مبارک باد دے کر اور ان کے ساتھ تصویریں لے کر وہ اماں کی بوریت کا سوچ کر اسٹیج سے اتر آئی تھی کہ اماں اکیلی بیٹھی بور ہو رہی ہوں گی کیونکہ صالحہ آنٹی بھی مہمانوں میں مصروف تھیں، پوری تقریب بہت اچھی رہی تھی، وہی روایتی سا مہندی کا فنکشن، میوزک مستی ہلا گلا، تصویریں، نگین نے ہر جگہ اسے اپنے ساتھ رکھا تھا، کیونکہ اس کی کوئی بہن نہیں تھی اور آنٹی ہر جگہ اس کا ساتھ نہیں دے سکتی تھیں، اس لیے میرب کو اس نے ہر جگہ اپنے ساتھ رکھا تھا، میرب کو بھی کسی بھی جگہ انسیت یا بوریت کا احساس نہیں ہوا تھا، رات کے ساڑھے بارہ ہو رہے تھے جب اس نے اماں کے احساس دلانے پہ نگین سے واپسی کی اجازت چاہی تھی، تب اسے ابھی مزید روکنا چاہ رہی تھی، مگر پھر اماں کے کہنے پہ بخوشی اجازت دے دی تھی اس وعدے پہ کہ کل وہ بارات کے ساتھ ہی آئے گی، اسٹیج پہ اب رش بڑھ رہا تھا، سب لوگ کے جانے سے پہلے دولہا دو بہن کے ساتھ ملنا تصویر لینا چاہ رہے تھے، ہائی ہیل کی وجہ سے وہ بہت سنبھل سنبھل کر چل رہی تھی، مگر اسٹیج پہ بنی سیڑھیوں کے چار اسٹیپ اترتے ہوئے جانے کیسے اس کا پیر رپٹا تھا، کہ چاہ کر بھی وہ خود کو سنبھال نہیں پائی تھی، لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنا توازن کھوتی، کسی نے اسے بازو سے تھام کر روک لیا تھا۔

"سنبھل کر ابھی آپ گر جاتیں۔" زارون نے نرمی سے اسے تھامتے ہوئے کہا تھا، میرب کی دھڑکنیں بے ترتیب سی ہوئیں تھیں۔

"سو..... سوری پتہ نہیں کیسے میں....." میرب نے خود کو سنبھال کر کہا تھا۔

مگر اس لمحے کا ہی رنگ کے خوبصورت لباس میں سجی سنوری میرب کا یہ روپ زارون حیدر کے دل میں اتر گیا تھا، وہ کتنی ہی دیر اس کے اس روپ کو دل میں بھرتا رہا تھا، یہ سوچے بنا کہ اب وہ کسی اور کی امانت ہے۔

"شکریہ..... میں اب ٹھیک ہوں۔" میرب نے شکریہ ادا کر کے اس کی توجہ اپنے بازو کی طرف دلائی تھی، جسے وہ بے خیالی میں ابھی بھی تھامے ہوئے تھا۔

"او سوری..... کیسی ہیں آپ میرب۔" زارون نے لہجے کے ہزاروں حصے میں خود کو سنبھال لیا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ جو اب تک چھپا ہوا ہے وہ اب اس مقام پہ آ کر عیاں ہو، جب وہ ایک نئی زندگی شروع کرنے جا رہی ہے، مگر اس لمحے اس پل کی محویت میرب سے چھپی نہیں رہی تھی۔

"جی ٹھیک ہوں میں، ایکسیوزمی مجھے جانا ہے، اماں میرا ویٹ کر رہی ہیں۔" میرب اسے سرسری سا جواب دے کر سائیڈ سے ہو کر نکلتی چلی گئی تھی، ایسے جیسے اس سے کوئی شناسائی ہی نہ ہو، جیسے اسے پتہ ہی نہ ہو کہ سامنے کھڑا ہے، زارون کو بے چینی نے گھیر لیا تھا، ہوتا ہے نا کہ ایسا اکثر کہ جب ہم کسی کو مسلسل نظر انداز کرتے رہتے ہیں، تو ہمیں اس کی تکلیف کا احساس تک نہیں ہوتا ہے، مگر جب وہ ہمیں اگنور کرنا شروع کرتا

ہے، تب احساس ہوتا ہے کہ وہ کتنی تکلیف محسوس کرتا ہو گا، بالکل اتنی ہی جتنی ہمیں اس وقت محسوس ہو رہی ہوتی ہے، وہ جا چکی تھی اور وہ وہیں کھڑا اسے ہی سوچے جا رہا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہیں بھائی۔" اسی لمحے نگین نے اس کے پاس آ کر اس کے بازو میں اپنا بازو ڈال کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

"کچھ خاص نہیں، نگی یہ میرب اتنی روڈ تو کبھی بھی نہیں رہی نا، کیا منگنی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ انسان بات کرنے کی تمیز ہی بھول جائے۔"

جانے کیوں میرب کا اس طرح اگنور کرنا اسے غصہ دلا گیا تھا، اس لئے وہ غصے اور بے خودی میں نگین کے سامنے خود کو عیاں کر گیا تھا۔

"اس کی تو کوئی منگنی نہیں ہوئی..... وہ سلسلہ ختم ہو گیا۔" اس وقت نگین نے جیسے اس کی سماعتوں پہ بم پھوڑا تھا، زارون نے بے ساختہ ہی پلٹ کر نگین کو دیکھا تھا۔

"اب وہ آپ کو اگنور کیوں کر رہی تھی، یہ تو مجھے پتہ نہیں ہے، لیکن اگر آپ کہیں تو میں امی سے بات کروں۔" وہ اس کی گتھی آنکھوں میں الجھن تیرتی دیکھ کر شرارت سے مسکرائی تھی۔

"نگین پہلے، مجھے پوری بات بتاؤ، ایسا کیا ہوا کہ یوں ایک دم سے، اچانک سب ختم ہو گیا، کیوں نگین۔" وہ ابھی بھی حیران سا تھا، بلکہ قدرے پریشانی سے اس سے پوچھ رہا تھا، اس نے قطعی کبھی بھی یہ نہیں چاہا تھا کہ نگین کے ساتھ کچھ بھی برا ہو۔

"اچھا ابھی تو آپ، مہندی انجوائے کریں، تفصیل میں آپ کو گھر جا کر بتاؤں گی۔" وہ شرارت سے کہتی اسے وہیں حیران پریشان کھڑا چھوڑ کر واپس اسٹیج کی سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔

"نگین....." زارون بے بسی سے اسے پکار کر رہ گیا تھا، اب یہاں اتنے رش میں وہ اسے کیا کہتا، وہ الجھا الجھا سے وہاں سے باہر نکل آیا تھا، اس وقت اسے خوشی کی بجائے ایک فکرمندی نے گھیر لیا تھا، وہ پریشانی، وہ فکرمندی جو کوئی بھی خیال کرنے والا، محبت کرنے والے ایک دوسرے کے لئے محسوس کرتے ہیں، اسے اب گھر جانے کا بے چینی سے انتظار تھا۔

☆☆☆

میرب اور سعد کی منگنی کے لئے اتوار کا دن رکھا گیا تھا، چھوٹی سی گھریلو سی تقریب تھی، اس لئے گھر کے لان میں ہی اس کا انتظام کرنے کا پلان تھا، سب کام ہو چکے تھے۔

دعوت نامے بھی بٹ چکے تھے، زیادہ تر نہیں بس فیملی کے ہی لوگ انوائیٹڈ تھے اور میرب کی واحد قریبی نگین، زیادہ بڑے پیمانے پہ یہ فنکشن کرنے کا ارادہ نہیں تھا، منگنی سے تین دن پہلے جب سعد کی منگنی کی انگوٹھی جیولر سے بن کر آئی تو اس کے سائز میں کچھ مسئلہ تھا، اس لئے وہ واپس کر دی گئی تھی اور جب وہ ٹھیک ہو گئی تو اگلے دن منصور صاحب خود جا کر لے آئے، تب انہوں نے سوچا کہ وہ ابھی اوپر جا کر سعد کو چیک کروا دیتے ہیں، کہ میرب اور طیبہ گھر پہ نہیں تھیں، وہ ٹیلر سے میرب کی منگنی کا جوڑا لینے گئیں تھیں، انس اپنے کمرے میں تھا، وہ باقی سامان وہیں لاؤنج میں رکھ کر انگوٹھی کی ڈبیہ اور جہانگیر بھائی کے لئے لایا ہوا ان کا فیورٹ کیک ہاتھ میں تھامے بڑے خوش اور مطمئن سے اوپر چلے آئے تھے، وہ خوش تھے کہ میرب نے ان کا مان رکھا اور طیبہ کو بھی انہوں نے منا ہی لیا تھا، اب بٹی کے ساتھ خوشی سے شاپنگ کرتی پھر رہی تھیں اور اس کی خوشیوں کے لئے دعا گو بھی تھیں، وہ بڑے بھائی

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے ساتھ جنہیں انہوں نے ہمیشہ اپنے باپ کی جگہ سمجھا، چاہے بھابھی نے کیسا بھی ناروا سلوک رکھا ہو، مگر انہوں نے دونوں کی دل سے عزت کی تھی، اب وہ اپنے اسی بھائی کے ساتھ دوہرے رشتے میں جڑنے جا رہے تھے، وہ خوش کیوں نہ ہوئے، اوپر آئے تو لاؤنج خالی پڑا تھا، سعد اور فراز کے کمروں کے دروازے بند پڑے تھے، پتہ نہیں وہ گھر پہ تھے یا نہیں، اوپن ایئر کچن بھی خالی پڑا تھا، وہ چند لمحے وہیں کھڑے کچھ سوچتے رہے تھے، پھر بھائی کے کمرے کی طرف چلے آئے تھے، کہ وہ یقیناً اس وقت اندر اپنے کمرے میں ہی ہوں گے، وہ تھوڑا ٹائم اس کے ساتھ گزاریں گے اور انہیں یہ انگوٹھی اور کیک بھی دے دیں گے، مگر اندر سے آتی سعیدہ بھابھی کی بلند آواز نے ان کے بڑھتے قدموں کو وہیں روک دیا تھا۔

"تو اور کیا کرتا میں، کون سی دیوار میں جا کر اپنا سر مارتا، تم موٹی عقل کی عورت تمہیں کبھی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے، تم نے اپنے بیٹے کے کرتوت دیکھے تھے، یاد ہے تمہیں میرے دوست ڈی ایس پی افضل نے اسے کہاں سے پکڑا تھا، اس محلے سے جہاں شرفاء نگاہ اٹھا کر دیکھتا بھی پسند نہیں کرتے ہیں، گناہ سمجھتے ہیں کجا کہ وہاں قدم رکھنا اور تمہارے صاحب زادے وہاں رنگ رلیاں مناتے ہوئے پکڑے گئے تھے اور وہ ایک عورت تو اس کے پیچھے گھر تک چلی آئی تھی، کس مشکل سے میں نے پیچھا چھڑایا تھا یہ صرف میں ہی جانتا ہوں، تم نے ہی مشورہ دیا تھا کہ اس کی شادی کر دیں ٹھیک ہو جائے گا۔" یہ جہانگیر احمد کی آواز تھی، جو ٹھہرے ہوئے مگر سخت لہجے میں بول رہے تھے اور مخاطب یقیناً سعیدہ تھیں۔

"اور آپ نے اس کا یہ حل نکالا کہ سیدھا بھائی کے پاس جا کر میرب کا رشتہ مانگ لیا مجھ سے پوچھے بغیر، مشورہ کیے بنا، جن ماں بیٹی کو میں نے ساری عمر کبھی اہمیت نہیں دی، منہ نہیں لگایا، اب اسے ہی بہو بنا کر لے آؤں، میرا دل نہیں مانتا ہے، میری بھانجی میں کیا برائی تھی، جہانگیر میں بتا رہی ہوں میرے گھر میں اس لڑکی کا بسنا مشکل ہے، پھر مجھ سے بعد میں شکایت مت کیجئے گا۔" سعیدہ بھابھی کا لہجہ ہمیشہ کی طرح رہانت آمیز اور سرد سا تھا، باہر کھڑے منصور احمد وہیں کھڑے کھڑے گویا پتھر کا بت بن گئے تھے، تو گویا طیبہ صحیح کہتی تھی، سعیدہ بھابھی کبھی ان کی بیٹی کو بسنے نہیں دیں گی، ایک ماں کا دل کبھی جھوٹ نہیں بولتا، خاص کر اولاد کے معاملے میں۔

"یہاں بات میری یا تمہاری پسند کی ہو بھی نہیں رہی ہے سعیدہ بیگم، بات کو سمجھو، بھلا تم سے کیا چھپا ہوا ہے، تم ماں ہو، جانتی نہیں ہو کیا کہ جب تمہارے کہنے پہ سعد سے شادی کی بات کی تو اس نے سیدھا سیدھا میرب کا نام لیا، تو کیا کرتا میں، میں نے بھی سوچا کہ چلو اچھا ہے گھر کی بیٹی ہے، گھر کی بات گھر میں ہی رہ جائے گی، تب میں نے سعد کے سامنے یہ شرط رکھی کہ وہ پہلے خود کو اس قابل کرے، اپنی تمام برائی عادتیں ختم کرے، کام پہ توجہ دے، تب میں منصور سے میرب کے لئے بات کروں گا اور اس نے میری تمام باتیں مان لیں، ورنہ تو دن بدن برائی کی دلدل میں گرتا جا رہا تھا اب تم ہی بتاؤ میں بیٹے کی بھلائی دیکھوں یا تمہاری پسند، میں تو پس کر رہ گیا ہوں۔" جہانگیر احمد بے بسی سے بولے تھے، وہ بیٹے کی ضد کے آگے مجبور تو ہو گئے تھے، مگر ابھی بھی سر پہ یہ تلوار لٹک رہی تھی کہ اگر شادی کے بعد سعد دوبارہ سے برائی کی روش پہ چل نکلا تو، با منصور اور طیبہ کو وہ سب باتیں پتہ چل گئیں تو، جو ابھی تک ان سے چھپی ہوئی تھیں، تب وہ چھوٹے

بھائی اور بھاوج کو کیا منہ دیکھائیں گے، وہ عجیب دوراہے پہ آ کھڑے ہوئے تھے، ایک بھنور میں پھنس کر رہ گئے تھے۔

"دیکھ لیجیے جہانگیر صاحب، یہ فیصلہ آپ دونوں باپ بیٹے کا ہے، مجھ سے کوئی امید مت رکھیئے گا، میری قطعی کوئی مرضی شامل نہیں ہے اس رشتے میں، نہ پہلے کبھی تھی اور نہ کبھی ہو گی۔"

سعیدہ بھابھی ان لوگوں میں سے تھیں، جو ٹوٹ تو جاتے ہیں مگر جھکنے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں، اس سے زیادہ مزید کچھ بھی سننے کی منصور احمد میں نہ طاقت تھی اور نہ سکت، وہ کیک کا ڈبہ وہیں ٹیبل پہ چھوڑ کر انگوٹھی کا کیس ہاتھ میں تھامے، لرزتے دل اور کانپتی ٹانگوں سے سیڑھیاں اتر آئے تھے۔

☆☆☆

"بابا، بابا، آپ ٹھیک تو ہیں نا۔" انس اپنے کمرے سے نکل کر باہر جانے کے لئے نکلا تھا، جب باپ کو اس طرح سے لاؤنج کے صوفے پہ کونے میں نڈھال سا بیٹھے دیکھا تھا۔

"بابا آپ ٹھیک ہیں، طبیعت ٹھیک ہے آپ کی، کیا ہوا ہے، سب خیریت ہے نا، آپ اس طرح سے کیوں بیٹھے ہیں۔" وہ پریشانی سے گھٹنوں کے بل ان کے پاس زمین پہ بیٹھا تھا، منصور احمد نے خالی خالی نگاہوں سے قدموں میں بیٹھے جوان بیٹے کو دیکھا تھا، جس کے چہرے پہ اس وقت انہیں اس طرح بیٹھا دیکھ کر ازحد پریشانی چھلک رہی تھی۔

"بابا۔" انس نے ان کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر انہیں پھر سے پکارا تھا۔

"میں پانی لاتا ہوں۔" وہ اٹھ کر ان کے لئے پانی لے آیا تھا۔

"یا اللہ یہ میں کیا کر بیٹھا تھا، میں اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی لاڈلی بیٹی کو جہنم میں دھکیلنے چلا تھا، طیبہ نے مجھے کتنا سمجھانے کی، احساس دلانے کی کوشش کی تھی، پر مجھ پہ تو بڑے بھائی کا احترام اور ان کی محبت سوار تھی، سعیدہ بھابھی کا رویہ بھی میں نے ہر قدم پہ نظر انداز کیا، جو ہر قدم پہ میری صابر بیوی اور نازوں پلی بیٹی کی انسلٹ کرتی رہی، اپنے آوارہ بیٹے کی خاطر، جو اس قابل ہی نہیں کہ کسی کی بھی بیٹی کے سر کا تاج بن سکے۔"

انس نے پانی کا گلاس لے کر پینے کے بعد وہ اب قدرے بہتر محسوس کر رہے تھے، سوچوں کا اژدھام تھا جو اس وقت ان کے سامنے کھلا پڑا تھا، انس ان کے پاس بیٹھا ابھی بھی خاموش منتظر نگاہوں سے باپ کو دیکھ رہا تھا، کہ وہ چاہیں گے تو کچھ شیئر کریں گے اور چاہیں گے تو نہیں۔

"بابا، اب آپ ٹھیک ہیں۔" چند لمحوں بعد انس نے ان سے پوچھا تھا، منصور احمد نے اثبات میں سر ہلا کر اس کا سر تھپکا تھا، لاابالی سا ان کا یہ بیٹا اس لمحے ان کے لئے ازحد فکرمند تھا، وہ سمجھ سکتے تھے اولاد اور ماں باپ کا رشتہ، فکرمندی، پریشانی، مگر اپنی اولاد کی خاطر کسی اور کی اولاد کو خاص کر بیٹی کو داؤ پہ لگانا سراسر غلط ہے، جرم ہے، دھوکا ہے، اڑلی اڑتی اکثر ان کے کانوں میں سعد اور فراز کی سرگرمیاں پڑتیں رہتیں تھیں، انہوں نے ہمیشہ ہی اس معاملے میں چپ سادھے رکھی، کہ بھابھی بیگم کبھی بھی کسی کا بھی اپنے معاملات میں بولنا پسند نہیں کرتیں تھیں، وہ ہمیشہ یہی سوچتے رہے کہ ان کے ماں باپ سلامت ہیں، وہ خود ہی اس معاملے کو دیکھ لیں گے، ہاں وہ اکثر ہی انس اور مہذب کو ان سے ذرا فاصلہ رکھنے کی تاکید کرتے تھے، خاص کر انس کو، مگر شکر تھا کہ انس ایسا نہیں تھا، وہ لاابالی تھا، اس

میں ابھی بچپنا تھا، مگر وہ ہمیشہ سے اپنی پڑھائی کے معاملے میں بہت سنجیدہ رہا تھا اور یہی بات منصور اور طیبہ کو مطمئن رکھتی تھی، تو اب کیوں سعد کی طرف سے ان کی آنکھوں پہ پٹی باندھ گئی تھی، شاید اس لئے کہ جب بھابھی اور بھائی کے عمرے پہ جانے کے بعد وہ یہاں مستقل آنے جانے لگا تھا تو انہیں خاصا بدلا ہوا لگا تھا، مگر پھر بھی وہ کیسے جانتے بوجھتے ہوئے اپنی بیٹی کو کنواں میں دھکیلنے چلے تھے، شاید وہ لمحہ ایسا تھا، جب بھائی صاحب نے ان سے سعد کے لئے بات کی تھی، تب خون کی کشش ہر رشتے پہ حاوی ہو گئی تھی، بڑے بھائی کے احترام اور محبت میں وہ ایسا کرنے چلے تھے، کہ اپنی بیٹی کی آنکھوں کی مانند پڑتی جوت اور بیوی کی آنکھوں کے شکوے بھی انہیں نظر نہیں آئے تھے، مگر اب نہیں، اب اپنے کانوں سے سب سن لینے کے بعد، وہ ایسا نہیں کریں گے، صرف اس امید پہ کہ شاید سعد اب ٹھیک ہو گیا ہے یا شادی کے بعد سدھر جائے گا، قطعی نہیں، رشتے توڑتے وقت سوچنے سے بہتر ہے کہ آپ رشتے جوڑتے وقت سوچ لیں، وہ ایک فیصلہ کر کے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

☆☆☆

طیبہ اور میرب جب شاپنگ کر کے واپس گھر آئیں تو منصور احمد اور انس اسی طرح لاؤنج میں بیٹھے ان دونوں کا ہی انتظار کر رہے تھے۔

"سب خیریت ہے نا، آپ دونوں اس طرح سے کیوں بیٹھے ہیں۔" طیبہ ہاتھ میں تھاما سامان وہیں ٹیبل پہ رکھ کر بے ساختہ ہی ان کے قریب چلی آئیں تھیں۔

"ہاں سب خیریت ہے، پریشان نہ ہوں۔" منصور احمد اب کہ قدرے نارمل لہجے میں بولے تھے۔

"بابا آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" میرب بھی پریشانی سے ان کے پاس ہی آ بیٹھی تھی، اس نے سوالیہ نگاہوں سے انس کی طرف دیکھا تو اس نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

"طیبہ یہ سب سامان اور جو کچھ بھی بھائی صاحب کی طرف سے آیا ہے، وہ سب اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلو۔" وہ خود کو سنبھال کر مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"مگر کہاں، ہوا کیا ہے، منصور کچھ تو بتائیے۔" طیبہ نے قدرے حیرانی اور پریشانی نے ملے جلے تاثرات سے پوچھا تھا، وہ ان کا چہرہ دیکھ کر ہی سمجھ گئیں تھیں کہ کچھ ہوا ہے، مگر اصل بات کیا ہے، یہ تو وہ خود ہی بتا سکتے تھے۔

"تم سامان لے کر آؤ بتاتا ہوں۔" ان کا قطعی انداز دیکھ کر وہ سارا سامان لے آئیں تھیں اور میرب کے ہاتھ میں تھامے بیگز بھی لے لئے تھے، جن میں اس کا منگنی کا جوڑا اور جیولری تھی، یہ وہ سارا سامان تھا جو ان پیسوں سے آیا تھا جو تائی اماں میرب کو دے کر بلکہ منہ پر مار کر گئیں تھیں، کہ وہ خود شاپنگ کر لے، میرب نے خاموشی سے وہ بیگز انہیں تھما دیئے تھے، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اچانک سے بابا کو ہوا کیا ہے، صبح تک تو وہ بہت خوش تھے، اب ان چند گھنٹوں میں ایسا کیا ہو گیا تھا کہ وہ اس طرح سے بی ہیو کر رہے تھے۔

"انس یہ سب سامان اٹھاؤ اور میرے ساتھ آؤ، طیبہ آپ بھی آیئے اور میرب بیٹا، آپ اپنے کمرے میں جاؤ، پریشان مت ہو، آپ کے بابا کبھی بھی کچھ بھی غلط نہیں ہونے دیں گے آپ کے ساتھ۔" انہوں نے بیک وقت سب کو مخاطب کیا تھا، اور ساتھ ہی میرب کے سر پہ ہاتھ

WWW.PAKSTANIPOINT.COM

رکھ کر اسے تسلی دی تھی، کہ اس سے پریشانی اس کی آنکھوں سے چھلکی پڑ رہی تھی، مگر سب خاموش تھے، وہ تینوں اوپر چلے گئے تو وہ پریشان دل کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی آئی تھی، ایسا کیا ہوا تھا ان کی غیر موجودگی میں کہ بابا اس طرح سے ری ایکٹ کر رہے تھے، وہ تو بہت خوشی خوشی سعد کی انگیج منٹ رنگ چینج کروانے گئے تھے، تو اب ایسا کیا ہوا تھا۔

"کہیں تائی اماں نے تو کچھ نہیں کہہ دیا تھا۔" وہ بے چینی اور گھبراہٹ میں ان کے واپس آنے کا انتظار کر رہی تھی، اوپر پہنچ کر انس نے ان کے کہنے پہ وہ سب سامان لاؤنج کی سینٹرل ٹیبل پہ رکھ دیا تھا، جہاں وہ کیک کا ڈبہ ابھی تک پڑا تھا، جو وہ کچھ دیر پہلے وہاں چھوڑ گئے تھے اور جہانگیر احمد وہیں پیچھے صوفے پہ بیٹھے خاموشی سے اس ڈبے کو دیکھے جا رہے تھے، جب وہ کمرے سے نکل کر آئے تو سامنے ٹیبل پہ وہ ڈبا رکھا دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ منصور یہاں آیا تھا اور عین ممکن تھا کہ انہوں نے سب سن لیا ہو، کیونکہ ان دونوں کی آوازیں اتنی بلند ضرور تھیں کہ خاموشی گھر میں با آسانی سنی جا سکتیں تھیں اور اب ان کی آمد اور ٹیبل پہ پڑا سامان اس بات کی گواہی تھا کہ وہ صحیح سمجھ رہے تھے۔

"ارے چاچو، آپ لوگ کب آئے، پلیز بیٹھے نا اس طرح سے کھڑے کیوں ہیں آپ لوگ۔" سعد اسی لمحے اپنے کمرے سے نکلا تھا اور ان سب کو وہاں دیکھ کر وہیں ان کے پاس چلا آیا تھا، اسی پل سعیدہ بھی آواز سن کر اپنے کمرے سے نکل آئیں تھیں۔

"نہیں بس بیٹا ہم یہاں بیٹھنے نہیں آئے ہیں، بس یہ سامان واپس کرنا تھا، میری طرف سے معذرت قبول کیجئے بھائی صاحب۔" منصور احمد نے ابھی بھی فیصلہ کا دامن ہاتھ سے چھوڑا تھا اور ایک نگاہ خاموش بیٹھے بڑے یہ ڈال کر کہا تھا، جن کے چہرے پہ شرم صاف دیکھی جا سکتی تھی، وہ بیٹے کی وجہ سے کے دل میں اپنا مقام گنوا چکے تھے، اس کا اد انہیں شدت سے ہو رہا تھا۔

"کیا مطلب معذرت قبول کیجئے، یہ کچھ کیا ہے، طیبہ، منصور اور یہ سامان تم واپس کیوں لائے ہو، پیسے کم تھے تو اور لے یہ کیا طریقہ ہے۔" شوہر کو خاموش بیٹھا د سعیدہ تیزی سے بولتی ہوئی سامنے آ ہوئیں تھیں، طیبہ تو خاموش کھڑیں تھیں کی خود بھی ابھی تک اصل معاملے سے لاعلم تھیں کا تو اپنا دل یہ سب دیکھ کر بیٹھا جا رہا تھا منصور احمد کا چہرہ ان کی بات سن کر شدت سے سرخ پڑ گیا تھا، سعد حیرانگی سے چاچا کو تھا، وہ تو سمجھا تھا کہ وہ رنگ لے کر آئے گئے، جو وہ صبح چینج کروانے لے گئے تھے بہت خوشی خوشی ان کے پاس آیا تھا، مگر یہ معاملہ ہی کچھ اور لگ رہا تھا۔

"مطلب صاف اور واضح ہے بھابی منگنی نہیں ہو رہی ہے، اس لئے یہ سامان آیا ہے۔"

"کیا مطلب ہے چاچو، آپ لوگ کیسے کر سکتے ہو، منگنی سے محض چند دن پہلے یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ منگنی نہیں ہو رہی نہیں ہو رہی ہے۔" سعد نے ان کی بات میں سے کاٹتے ہوئے بے قراری سے پوچھا

"یہ بات تم مجھ سے نہیں اپنے آپ اپنے ماں باپ سے پوچھو سعد، میں شرمت بھائی صاحب، میں بولنا نہیں چاہتا تھا بولے بنا کوئی چارہ بھی نہیں ہے، میں

فیصلہ کبھی نہ کرتا کیونکہ میں دل سے خواہاں تھا اس
رشتے کو جوڑنے کا یاد ہے آپ کو ہمارے ماں
باپ بھی ہمیشہ سے یہی خواہش رکھتے تھے کہ ہم
دونوں بھائی ہمیشہ جڑے رہیں، میں نے بھی بس
وہی سب کچھ سوچ کر اس رشتے کے لئے حامی
بھری تھی، میں دل سے چاہتا تھا کہ ہمیشہ آپ
کے ساتھ جڑا رہوں، لیکن اگر آپ مجھ سے غلط
بیانی نہ کرتے تو، میں نے ہر چیز ہر بات کو نظر
انداز کیا، بھابھی کا رویہ، سعدیہ کی ڈھکی چھپی
سرگرمیاں جو اڑتے اڑتے مجھ تک پہنچ جایا کرتیں
تھیں، مگر مجھے آپ پہ بھروسہ تھا، اپنی بیوی کے ہر
اعتراض کو میں نے رد کیا صرف اس لئے کیونکہ
مجھے آپ پہ مان تھا بھروسہ تھا، آپ کی محبت پہ
اعتبار تھا، لیکن آپ نے جھوٹ کا سہارا لے کر اپنی
اولاد کی خاطر میری بیٹی کو داؤ پہ لگانے کا سوچا
اس کا میں کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا مجھے دکھ
صرف آپ کی غلط بیانی کا ہے، غلطیاں اتنی بے
مول نہیں ہوتیں ہیں بھائی صاحب کہ انہیں سولی
پہ چڑھا دیا جائے اور نہ ہی ہر رشتہ پیسوں کے
عوض خریدا جا سکتا ہے بھائی۔" وہ دکھی لہجے میں
بولتے چلے گئے تھے، ان کا مان ٹوٹا تھا، بھروسہ
چکنا چور ہوا تھا، وہ دکھی بھی نہ ہوتے تو وہ کس
مشکل سے اپنے خود کو سنبھالے ہوئے تھے، یہ صرف
ان کا دل جانتا تھا یا ان کا اللہ۔

"اب از ہے اب ایسا بھی کیا ہو گیا کہ تم یوں
دکھی لیکچر سنا رہے ہو، کچھ پتہ بھی تو چلے، اگر رشتے
سے انکار ہی کرنا تھا تو پہلے ہی کر دیتے نا، پہلے تو
میرے جوان کماؤ بیٹے کو دیکھ کر رال ٹپک پڑی اور
اب اس سے بہتر کوئی اور مل گیا تو عین منگنی سے
چند دن پہلے انکار کر رہے ہو۔" وہ تلخ ہوئے۔

سچ تھا کہ سعیدہ کی زبان سے آگے خندق
تھی جہنم کا الاؤ تھی ان کی زبان، سب کچھ جلا کر

خاکستر کرنے والی، اچھی طرح سمجھ رہیں تھیں کہ
وہ کیا بات کر رہے ہیں، اس لئے محض اشتعال
دلانے کو جو منہ میں آیا بولتی چلی گئیں، کیونکہ وہ تو
دل سے چاہتی تھیں کہ یہ رشتہ ختم ہو جائے۔

"بھابھی میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا ہوں
کیونکہ جس کا جتنا ظرف ہو گا نا وہ ویسا ہی بولے گا
اور آپ کا ظرف میں نے ہماری زندگی دیکھا ہے
اور ابھی بھی دیکھ رہا ہوں، مگر سوچئے گا کہ آپ کی
سب سے بڑی ناکامی ہی یہی ہے کہ آپ اپنے
بچوں کو صحیح سے تربیت نہیں کر سکیں اور ایک ماں
کے لئے اس سے بڑی ناکامی بھلا اور کیا ہو گی
اس لئے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے مجھے، گلہ تو مجھے
بھائی صاحب سے ہے، شاید ان کی کوئی بیٹی نہیں
ہے نا اس لئے انہیں احساس بھی نہیں ہے کہ
بیٹیوں کے دکھ بعض اوقات ماں باپ کے سینے پہ
رکھی بھاری سلیں بن جاتیں ہیں، جو کبھی سرکتی ہی
نہیں ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ بھاری ہوتیں
چلی جاتیں ہیں اور میں ایسی کوئی سل اپنے سینے
پہ رکھنا نہیں چاہتا ہوں، وہ میری بیٹی ہے کوئی بھیڑ
بکری نہیں کہ اسے میں کسی کو سدھارنے کا وسیلہ
بنا دوں، جس رشتے کی بنیاد ہی جھوٹ اور
ناپسندیدگی پہ ہو وہ بھلا کیسے پائیدار ہو گا۔" آخر
منصور احمد نے الفاظ ان کے منہ
پہ تھپڑ بن کر لگے تھے، سعیدہ ہمیشہ بیٹوں کی ماں
ہونے کے زعم میں رہیں تھیں، مگر وہ یہ بھول گئیں
تھیں کہ بیٹے پیدا کرنا کمال نہیں ہے، ان کی
تربیت کرنا اصل کمال ہے اور بعض اوقات بیٹے
کی تربیت بیٹی سے بڑھ کر مشکل ثابت ہوتی
ہے اور وقت نے ثابت کیا تھا کہ وہ انہی بیٹوں کی
وجہ سے ہمیشہ ہی کہیں نہ کہیں شرمندگی کا شکار
رہیں تھیں، جسے ہمیشہ خود سے کم تر سمجھتے رہیں
اور پھر اس کے ہی ہاتھوں کبھی شکست کھا جائیں،

بازی پلٹ کر ہمارے ہی منہ پہ آ گرے، تب جو حالت ہوتی ہے نا، بس وہی حالت اس وقت سعیدہ بیگم کی تھی، ان کی ساری زندگی کا زعم اور طنطنہ اس وقت ان کے منہ پہ آن گرا تھا۔

"سعیدہ بس، آگے ایک لفظ نہ کہنا، ورنہ آج کا دن اس گھر میں تمہارا آخری دن بن جائے گا۔" جہانگیر احمد کی دھاڑ نے سعیدہ کو کسی چابی والی گڑیا کی طرح خاموش کر دیا تھا، جیسے کسی نے بٹن دبا کر روک دیا ہو، سعد بھی اپنی جگہ سن سا کھڑا تھا، وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب اس طرح سے ہو جائے گا، اس نے تو باپ کے کہنے پہ ہر ممکن طریقے سے عمل کیا تھا، پھر یہ سب کیا ہو گیا تھا، اس بار وہ سب بازیاں جیتے جیتے زندگی کی اہم بازی ہار گیا تھا اور سب کی نظروں میں اپنا مقام بھی، منصور، طیبہ اور انعم کے ساتھ سیڑھیاں اتر گئے تو جہانگیر احمد وہیں نڈھال سے بیٹھ گئے تھے، ٹیبل پہ دھرا وہ منگنی کا سارا سامان جیسے ان کا منہ چڑا رہا تھا، کیونکہ غلط طریقے سے جھوٹ بنے شرلوک کیے جانے والے کام کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے، کیونکہ اس کی بنیاد ہیں ہی پائیدار نہیں ہوتی ہے، تو وہ پایہ تکمیل تک کیسے پہنچے گا، وہ لوگ جب سیڑھیاں اتر کر نیچے آئے تو میرب ہونٹ لاؤنج میں کھڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہی تھی، اس نے سوالیہ نگاہوں سے ماں کو دیکھا تو انہوں نے کندھے اچکا لیا تھا۔

"جو ہوا اچھا ہی ہوا بیٹا، تم کچھ بھی سوچ کر اپنا دل خراب مت کرنا، یہ رشتہ میں نے جو تھا، میں نے ہی ختم کر دیا، صرف اس لئے کہ میری بیٹی یہ سب ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔" اس کے بالوں پہ بوسہ دیتے کر وہ اپنے کمرے میں چلے گئے تھے، طیبہ تیزی سے ان کے پیچھے گئیں تھیں شاید بعض اوقات ہمیں صحیح اور غلط اور جھوٹ اور سچ کی پہچان کرانے کے لئے وقع پذیر ہوتے ہیں، طیبہ نے پوری بات سننے کے بعد سوچا تھا جو بات وہ انہیں سمجھانا چاہ رہی تھیں، اسے وہ سمجھ کر بھی یقین نہیں کر پا رہے تھے، اب اپنے کانوں سے سن کر سمجھ بھی لیا تھا اور یقین بھی کر لیا تھا، اگلے دن انس اور میرب کو ماں کی زبانی پوری بات کا علم ہوا تو حقیقتاً میرب نے اطمینان کی سانس لی تھی، شاید وہ بھی دل سے ایسا ہی کچھ چاہتی تھی، مگر کیوں، اس کیوں کا اس کے پاس جواب نہیں تھا۔

☆☆☆

ولیمے کے دو روز بعد راحم اور مہوش جب گھومنے پھرنے کے لئے دوبئی روانہ ہوئے تو زارون نے نگین کو گھیر لیا تھا، یہ دو تین دن اس نے سخت ٹینشن اور بے چینی میں گزارے تھے اور اب نگین کے منہ سے ساری بات سن کر وہ خاموش بیٹھا تھا، اس سارے واقعے سے اس معصوم سی

نازک سی تری تو ہی نفیس بچی ہوتی، وہ سب
ہرٹ ہوئی ہوگی یہ سوچ کر ہی اس کے دل کو کچھ
ہو رہا تھا۔

"میں اور امی جب راحم بھائی کی شادی کا
کارڈ لے کر وہاں گئے، تب مجھے وہ سب لوگ
بہت خاموش سے لگے تھے، انکل کی طبیعت بھی
ٹھیک نہیں تھی، پھر میرے بہت اصرار پہ میرب
نے مجھے یہ سب بتایا، امی کو آنٹی نے یہ کہا تھا کہ
منگنی کچھ دنوں کے لئے ملتوی کی ہے، اس لئے
وہ ابھی تک کچھ نہیں جانتی ہیں، میرب تو شادی پہ
بھی آنا نہیں چاہ رہی تھی، پھر میرے بہت اصرار
کرنے پہ اور آنٹی کے سمجھانے پہ وہ آئی تھی۔"

نگین نے خاموش بیٹھے زارون کے
چہرے کو بغور دیکھا تھا اور حقیقت بھی یہی تھی،
انکل اور آنٹی بہت خوشی خوشی انہیں منگنی کا دعوت
نامہ دے کر گئے تھے اور بصد اصرار آنے کو بھی کہا
تھا، لیکن جب وہ لوگ راحم کی شادی کا کارڈ لے
کر گئے تو وہاں منگنی کے ملتوی ہونے کا پتہ چلا۔

"کیا وہ بہت ہرٹ ہوئی تھی، اس سب
سے نگی، میرا مطلب ہے کہ اس طرح سے تعلق
جڑتے جڑتے ٹوٹ جائے تو انسان کو دکھ تو ہوتا
ہے نا۔" زارون کے لہجے میں چھپے اندیشے وہ
جان گئی تھی، وہ کھل کر نہ بھی بولتا تب بھی وہ سمجھ گئی
تھی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔

"پتہ ہے بھائی، وہ میرے سامنے رو پڑی
تھی، ان سارے دنوں میں، اتنے عرصے کی دوستی
میں وہ پہلی بار میرے سامنے روئی تھی۔" زارون
کو اس کے رونے کا سن کر تکلیف ہوئی تھی، وہ
خاموشی سے نگین کی بات مکمل ہونے کا انتظار کر
رہا تھا۔

"تب میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیوں
رو رہی ہے، کیا اسے اس بات کا دکھ ہے کہ اس کا
بھائی اس نے کیا کہا۔" نگین نے رک کر سوالیہ
نگاہوں سے بھائی کو دیکھا تھا۔

"کیا، اس نے کیا کہا نگی۔" زارون نے
بے قراری سے پوچھا تھا۔

"اس نے کہا تھا کہ وہ اس لئے نہیں رو رہی
ہے کیونکہ اس کا رشتہ سعد سے نہیں جڑا، اسے اس
بات کا کوئی دکھ نہیں ہے، اسے دکھ اس بات کا ہے
کہ اس کے ماں باپ کو اس سارے واقعے سے
کتنا دکھ کتنی تکلیف پہنچی ہے، اس کے بابا کا مان
ٹوٹا ہے، رشتوں پر سے ان کا اعتبار ٹوٹا ہے، تب
مجھے اس پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا بھائی کہ اس بے
وقوف کو اس سب میں اپنی تکلیف اپنے خسارے
سے زیادہ اپنے والدین کی تکلیف کا احساس ہے،
ان کے دکھ کی فکر ہے، وہ ایسی ہی ہے بھائی،
دوسروں کے دکھوں اور تکلیفوں پہ رونے والی اور
چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ہنسنے والی۔" نگین کے لہجے
میں اس کے لئے محسوس کی جانے والی محبت تھی۔

"ہاں میں جانتا ہوں وہ ایسی ہی ہے۔"
زارون اس لمحے کھل کر مسکرا دیا تھا۔

"بھائی اگر آپ کہیں تو میں امی سے بات
کروں، ہمیشہ سے میری اور امی کی یہ خواہش رہی
ہے کہ ہم میرب کو آپ کے حوالے سے اس گھر
میں لائیں، پلیز بھائی، اب انکار مت کیجئے گا
کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اب یہ آپ کی بھی
خواہش بن چکی ہے اور وہ پاگل بھی آپ کی محبت
میں پاگل ہے، پلیز بھائی۔" نگین نے بہت مان
سے کہتے ہوئے بھائی کو دیکھا تھا، زارون چند
لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا، پھر مسکرا کر
اثبات میں سر ہلا دیا تھا، جب اللہ اس کے لئے
خوشیوں کے در کھول رہا تھا، تو وہ کیوں ناشکری
کرتا، اور اب جبکہ دل کو بھی اس سے دوری گوارا

نہ تھی۔
"سچ بھائی۔" نگین بے ساختہ چیخی تھی، زارون جھینپ کر ہنس پڑا تھا۔
"کیا بات ہے لڑکی کیوں شور مچا رکھا ہے، میں نماز پڑھ رہی تھی۔" اسی لمحے صائمہ بھی نگین کی آواز سن کر وہیں چلی آئیں تھیں اور آتے ہی اسے سرزنش کی تھی۔
"بات ہی کچھ ایسی ہے امی، آپ سنیں گی تو آپ کی بھی ایسی ہی حالت ہوگی۔" نگین اٹھ کر ماں سے لپٹ گئی تھی، صالحہ نے حیرانگی سے نگین کی خوشی اور زارون کے نہتے چہرے کو دیکھا تھا، اس کے وجیہہ چہرے پہ اس لمحے جیسے کرنیں سی پھوٹ رہیں تھیں، انہوں نے اتنا خوش اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، انہوں نے نظر لگ جانے کے ڈر سے اپنی نگاہ ہٹالی تھی۔
"آپ پہلے یہاں بیٹھیں میں بتاتی ہوں۔" نگین نے انہیں وہیں صوفے پہ زارون کے برابر بٹھادیا تھا اور پھر دھیرے دھیرے پوری بات بتادی تھی، جسے سن کر انہیں افسوس ہوا تھا، وہ تو ابھی تک یہی خیال کیے ہوئیں تھیں کہ میرب کی منگنی کچھ عرصے کے لئے ملتوی ہوئی ہے، مگر یہاں تو قصہ ہی کچھ اور نکلا تھا۔
"تم نے مجھے بتایا بھی نہیں نگی، کتنی بری بات ہے، میں جاتی ان کے گھر، میں بھی کیسی مصروف رہی یہ بھی خیال نہ آیا کہ فون کر کے خیریت ہی پوچھ لوں۔" وہ میرب کا سوچ کر افسردہ سے لہجے میں بولیں تھیں، کیسی ہیرا بچی تھی اور کیا برا ہو رہا تھا۔
"امی....." نگین زچ سی ہوئی تھی۔
"آپ بھی کمال کرتیں ہیں، پہلے کیوں جاتیں آپ، ہم تو اب جائیں گے، وہ بھی بھائی کا رشتہ لے کر۔" نگین نے معنی خیز نگاہوں سے بھائی کو دیکھا تھا، جو سلگتی نگاہوں سے لو میں کشن رکھے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
"کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔" وہ واقعی نہیں سمجھی تھیں۔
"پوچھ لیں، سامنے بیٹھے ہیں۔" نگین ہاتھ جھاڑ کر خاموشی سے بیٹھ گئی تھی، صالحہ نے حیرانگی سے گردن موڑ کر پاس بیٹھے زارون کو دیکھا تھا، کیا واقعی ان کے دل کے ارمان، ان کی خواہش پوری ہونے جا رہی تھی، کیا واقعی ان دونوں کا نصیب ایک ساتھ جڑا تھا، تبھی تو اللہ نے ان کے دل میں یہ خیال ڈالا تھا، زارون کا مسکراتا چہرہ تو یہی بتا رہا تھا۔
"یہ سچ کہہ رہی ہے زونی۔"
"میری ماں کی خواہش ہے، جو میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے، بھلا میں کیسے ٹال سکتا ہوں، جو آپ کو ٹھیک لگے، وہ کریں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" زارون نے بال مکمل طور پہ ماں کے کورٹ میں ڈال دی تھی، اب وہ ان کے سامنے یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا نا کہ وہ چھوٹی سی لڑکی، دل میں آن بسی ہے۔
"اللہ تیرا شکر ہے میرے مالک، تو نے مجھے یہ دن دکھایا۔" صالحہ نے آنکھوں میں آئے تشکر کے آنسو صاف کرتے ہوئے زارون کی شفاف پیشانی چوم کر اسے سدا خوش رہنے کی دعا دی تھی، زارون نے شرارت سے نگین کو دیکھ کر آنکھ ماردی تھی، وہ بھائی کی شرارت پہ دل کھول کر ہنس دی تھی۔

☆☆☆

راحم کو جب صالحہ نے فون پہ زارون کی شادی کی بابت رضامندی کا بتایا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا تھا، باقی میرب لوگوں کے ساتھ ہونے والے اس سارے قصے کا انہوں نے راحم کو نہیں

ALQAMAR ALEEM www.paksociety.com

بتایا تھا، جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا اور اللہ پر وہ رکھنے کو اور نہ رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے، ان کی اپنی بھی ایک بیٹی تھی اور اب میرب بھی بہت جلد ان گھر کا حصہ بننے والی تھی، نگین چاہتی تھی کہ وہ لوگ بس ابھی ان کے گھر چلے جائیں مگر صالحہ نے منع کر دیا کہ ابھی چند دن ٹھہر جاؤ، ان لوگوں کو ذرا اس بات کے اثر سے نکلنے دو، تب تک راحم اور مہوش بھی آ جائیں گے پھر سب مل کر چلیں گے اور ان لوگوں کے آنے میں ابھی ہفتہ دس دن تھے اور یہ دس دن زارون نے کیسے گزارے تھے یہ صرف وہی جانتا تھا، پہلے تو یہ حال تھا کہ وہ اس سے دور جانے کے بہانے ڈھونڈتے تھا اور اب یہ عالم تھا کہ وہ اسے جلد از جلد اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا تھا، اپنے نام سے جڑا دیکھنا چاہتا تھا، وہ ان لوگوں کے گھر جانے سے پہلے ایک بار میرب سے بات کرنا چاہ رہا تھا، یا ملاقات، مگر نگین نے اس سے ریکوئسٹ کی تھی کہ وہ ایسا نہ کرے وہ میرب کو سرپرائز دینا چاہ رہی تھی، زارون نے بھی اس کی بات مان لی تھی۔

اب آج بالآخر وہ دن آن پہنچا تھا، جس کا وہ سب شدت سے انتظار کر رہے تھے، راحم اور مہوش بھی واپس آ گئے تھے، صالحہ نے طیبہ کو فون کر کے اپنے آنے کا بتا دیا تھا اور دو ٹوک لفظوں میں انہیں اپنے آنے کا مقصد بھی بتا دیا تھا، طیبہ نے کھلے دل سے انہیں خوش آمدید کہا تھا، وہ لوگ بہت پر تکلف اور روایتی انداز میں ان کے گھر آئے تھے، ڈھیر سارے تحفے تحائف، سب کے لئے الگ الگ گفٹس، پھل اور مٹھائی کے ٹوکرے اور ڈھیروں ڈھیر گفٹس تو صرف میرب کے لئے تھے، وہ سب بہت خوش تھے، زارون البتہ ان کے ساتھ نہیں آیا تھا، صالحہ کے تو پاؤں زمین پہ نہیں ٹک رہے تھے، اس دن کا انتظار وہ پچھلے کئی برسوں سے کر رہی تھیں، اس لئے آج ان کی خوشی دیدنی تھی، طیبہ کو کچھ کچھ اندازہ تھا کہ وہ لوگ کس سلسلے میں آ رہے ہیں، مگر اس قدر اہتمام کی امید نہیں کی۔

بھائی صاحب، طیبہ بہن، میری تو کب سے دلی خواہش تھی کہ میں میرب کو اپنی بیٹی بناؤں، مگر یہ بات کبھی زبان پہ نہ لا سکی، مگر آج آپ کے سامنے بہت مان سے جھولی پھیلا رہی ہوں کہ اس چاند کو میرے آنگن میں اتار دیں، میرے زارون کے لئے اپنی میرب مجھے دے دیں، میں بہت آس اور امید کے ساتھ آپ کے پاس آئی ہوں، پلیز مایوس مت لوٹائیے گا۔" وہ سب اس وقت ڈرائنگ روم میں موجود تھے، جب صالحہ نے بہت مان، محبت اور عاجزی کے ساتھ ان کے سامنے جھولی پھیلائی تھی، میرب کی حیرانگی حد سے سوا تھی، وہ موقع دیکھ کر نگین کو بازو سے پکڑ کر اپنے کمرے میں لے آئی تھی۔

کیا تماشا ہے، کیا ہو رہا ہے یہ سب، جب میں نے تمہیں منع کر دیا تھا کہ میرے دل میں اب ایسی کوئی خواہش کوئی خیال نہیں ہے، تو ان سب کی کیا ضرورت تھی، یا مجھ پہ ترس کھا کر تمہارے بھائی نے تم لوگوں کو یہاں بھیجا ہے۔ اس نے غصے سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ نگین کو دیکھا تھا، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ جا کر زارون کو کھری کھری سنا دے اور منہ سے انکار مار کے اس کے سمجھتا کیا ہے خود کو پاگل ہو گئی ہو کیا، میرب کیسی باتیں کر رہی ہو، اس میں ترس کھانے کی کیا ضرورت ہے، یہ تو کب سے ہماری خواہش تھی اور اب تو بھائی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔" نگین کے چہرے سے پل بھر میں مسکراہٹ غائب ہوئی تھی، وہ تو میرب کو سرپرائز دینے کے چکر میں تھی جبکہ

وہ تو یہاں کچھ اور ہی سمجھ رہی تھی۔

"کیوں اعتراض نہیں ہے، انہیں، ہاں، میں تو میں پوچھ رہی ہوں تاکہ انہیں کوئی اعتراض کیوں نہیں ہے، اب کون سے سرخاب کے پر لگ گئے ہیں میرے، اب کیا خوبیاں انہیں مجھ میں نظر آ گئیں ہیں، سیدھی بات ہے کہ تم لوگوں نے انہیں اپنی خواہش کے آگے مجبور کیا ہے، ورنہ ان کا اپنا دل تو کبھی میرب منصور کے لئے بدل ہی نہیں سکتا ہے، اتنا تو میں جانتی ہوں زارون حیدر کو۔"

وہ تو کوئی بھی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھی، اس کی آنکھوں میں اس سے پانی سا ٹھہرا ہوا تھا، مگر لہجے سے شعلے سے نکل رہے تھے۔

"میرب میری بات تو سنو۔" نگین کو اس سے اس رویے کی توقع نہیں تھی، وہ بوکھلا سی گئی تھی، ہمیشہ ٹھنڈی میٹھی رہنے والی میرب کا یہ روپ اس نے پہلی بار دیکھا تھا، سچ ہے محبت میں کی گئی توہین انسان کبھی نہیں بھولتا ہے، محبت کا ٹھکرانا انسان کو بہت اذیت دیتا ہے۔

"نگین پلیز مجھے وضاحتیں مت دو، مجھے کچھ نہیں سننا ہے، نہ کچھ سمجھنا ہے، میری زندگی میں اب ان کی کوئی جگہ نہیں ہے، جا کر بتا دو انہیں اور میرا انکار بھی میرے والدین کے ذریعے پہنچ جائے گا، چاہو تو تم بھی میری طرف سے انہیں انکار پہنچا سکتی ہو۔" وہ دو ٹوک انداز میں کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی کہ اماں آواز دے رہیں تھیں، جبکہ نگین ہکا بکا سی وہیں کھڑی رہی تھی۔

جبکہ دوسری طرف ڈرائینگ روم میں منصور احمد نہایت عاجزی سے صالحہ سے کہہ رہے تھے۔

"بہن آپ کا آنا سر آنکھوں پہ، آپ کی خواہش ہمارے لئے معتبر ہے، آپ کی محبت نے دل میں گھر کر لیا ہے، زارون دیکھا بھالا لڑکا ہے، مگر بیٹی والے ایسی طرح سے یکدم سے فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں، کچھ وقت درکار ہے، پھر انشاء اللہ جو ہوگا اچھا ہوگا۔"

ہاں ہاں ضرور کیوں نہیں یہ آپ کا حق ہے بھائی صاحب۔" صالحہ نے نہایت شائستگی سے کہا تھا، وہ جس طرح محبت سے آئیں تھیں اور بات کی تھی، ان سب نے منصور احمد کو بہت متاثر کیا تھا، وہ دل سے ان کے معترف ہوئے تھے۔

"چلیں تو پھر سب آئیے کھانا بالکل تیار ہے، چل کر کھاتے ہیں ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا، باتیں تو ہوتی رہیں گیں۔" انہی لمحے طیبہ کے خوشگوار انداز میں کہنے پر وہ سب کھانے کے لئے اٹھ گئے تھے، کھانا بہت پر تکلف اور شاندار تھا، اپنی باتوں کے دوران وہ لوگ محسوس ہی نہیں کر سکے تھے، کہ میرب اور نگین کتنی دیر سے خاموش سے تھیں، میرب کی پلیٹ خالی تھی اور نگین کا منہ بھی اترا ہوا تھا۔

☆☆☆

میرب نے رشتے سے انکار کر دیا تھا، طیبہ نے جب اس سے زارون کے رشتے کے متعلق بات کی تو اس نے فوراً ہی انکار کر دیا تھا، پھر ماں باپ کے لاکھ سمجھانے پر بھی اس کی ناں ہاں میں نہیں بدلی تھی، صالحہ کا فون آیا تو طیبہ نے بجائے کسی غلط بیانی کرنے کے انہیں پوری بات بتا دی تھی، اور ان سے کچھ وقت کی مہلت اور مانگی تھی، صالحہ نے اطمینان سے ان کی پوری بات سنی تھی۔

"طیبہ آپ پریشان نہ ہوں، میرب کو ابھی تھوڑا وقت دینا لازمی ہے ابھی اتنی بڑی بات ہوئی ہے، نہ چاہتے ہوئے بھی ذہن پہ اثر تو پڑتا ہے نا، آپ جلدی نہ کریں، اگر اللہ نے چاہا تو

سب ٹھیک ہو جائے گا، ویسے بھی ان معاملات میں جلد بازی اچھی نہیں ہوتی ہے۔" صالحہ اصل معاملے سے لاعلم تھیں، لاعلم تو طیبہ بھی تھیں کہ میرب کیوں زارون کے لئے منع کر رہی ہے، وہ سب اسے سعد والے معاملے کا ردعمل سمجھ رہے تھے، اس لئے انہوں نے اپنے طور پہ طیبہ کو تسلی دی تھی۔

"آپ کا بہت شکریہ صالحہ بہن، آپ نے تو میری پریشانی ہی ختم کر دی، آپ ٹھیک کہہ رہیں ہیں کہ ہمیں میرب کو ٹائم دینا چاہیے، آپ پلیز برا مت مانیئے گا، بچی ہے، میں پھر بات کروں گی اور انشاء اللہ بہت جلد آپ کو خوشخبری دوں گی۔" صالحہ کے الفاظ سے طیبہ کو خاصی ڈھارس ملی تھی، وہ تو توقع کر رہی تھیں کہ کہیں انہیں برا نہ لگ جائے آخر بیٹے کی ماں تھیں، پھر اتنی چاہ سے میرب کو مانگ رہیں تھیں، مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا اور ان کی انہی عادات و اطوار کو دیکھتے ہوئے منصور اور طیبہ اس رشتے پہ مطمئن تھے، انہوں نے مطمئن ہو کر فون رکھ دیا تھا، جبکہ نگین نے پوری بات جا کر زارون کو بتا دی تھی۔

"میں نے تمہیں کہا تھا نا نگین کہ مجھے پہلے اس سے بات کرنے دو، اسے اعتماد میں لینے دو، پھر تم لوگ وہاں جاؤ، مگر تم نے منع کر دیا۔" زارون اس پہ خفا ہوا تھا اور وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا، وہ دونوں ہی میرب سے اچھی طرح واقف تھے۔

"ہوں، آپ صحیح کہہ رہے ہیں بھائی، غلطی میری ہی ہے، مگر مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ اس طرح سے ری ایکٹ کرے گی۔" نگین نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے شرمندگی سے کہا تھا، جبکہ زارون میرب کے پچھلے کچھ عرصے کے رویے کو دیکھتے ہوئے دل میں یہ خیال رکھے ہوئے تھا کہ ایسا ہی کچھ ہوگا، اور وہی ہوا تھا، لیکن اب وہ کسی طور بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا، اسے ہر صورت میرب سے بات کرنا تھی، اسے سمجھانا تھا، وضاحت دینی تھی کہ جیسا وہ سمجھ رہی ہے ویسا کچھ نہیں ہے، پھر چاہے وہ جو بھی فیصلہ کرتی اسے قبول ہوتا، کم از کم اس کے دل میں یہ پچھتاوا تو نہ رہتا کہ اس نے میرب سے بات نہیں کی۔

☆☆☆

زارون اس وقت اپنے بیڈ پہ نیم دراز سیل فون ہاتھ میں پکڑے یہی سب سوچ رہا تھا، ایک ہاتھ میں سیل فون جبکہ دوسرے ہاتھ میں وہ ایک جگمگاتی بالی تھی، جو میرب کی گھوڑے سے گرتے وقت گری تھی اور اس گھوڑے والے نے وہاں سے آتے وقت زارون کو پکڑائی تھی، پھر اس ڈاکٹر کی بات کی وجہ سے غصے میں زارون اسے وہ دینا بھول گیا تھا اور تب سے اب تک اس نے سنبھال رکھی تھی، وہ اس وقت اسی پہ ہی نگاہیں جمائے ہوئے تھا، موبائل اسکرین پہ وہی سلفی تھی، جو نگین نے جھیل کنارے لی تھی۔

"لڑکی انکار کی وجہ جان سکتا ہوں۔" اس نے پہلی بار خود سے میرب کو واٹس ایپ کیا تھا، وہ آن لائن نہیں تھی، زارون انتظار کرنے لگا تھا اس کے آن لائن آنے کا، وہ نہیں جانتا تھا کہ انتظار کتنا لمبا ہوگا اور وہ جواب دے گی بھی یا نہیں کیونکہ زارون نے اسے کبھی اس کے کسی میسج کا جواب نہیں دیا تھا۔

"میں آپ کو وجہ بتانا ضروری نہیں سمجھتی ہوں۔"

مگر حقیقت انگیز طور پہ اگلے پانچ منٹ بعد ہی اس کی اسکرین پہ میرب کا پیغام چمکا تھا وہ اب آن لائن تھی۔

"مگر میں وجہ جاننے کا حق رکھتا ہوں۔" زارون نے فوراً ہی ٹائپ کیا تھا، مبادا وہ آف

"میں نے ایسا کوئی حق کبھی آپ کو دیا ہی نہیں ہے۔"

سیکنڈ میں ہی اسے جواب موصول ہوا تھا، دوسری طرف میرب حیران تھی کہ آج جب اپنی باری آئی تو کیسے میسج پہ میسج کر رہے ہیں، وگرنہ تو کبھی جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھا، اسے توقع نہیں تھی کہ دوسری طرف موجود زارون کے دل کی دنیا یکسر بدل چکی تھی، وہ اب پہلے والا زارون نہیں رہا تھا، وہ دل سے اب اس کے ساتھ کا متمنی تھا۔

"ٹھیک ہے کوئی حق نہ دو، مگر اتنا تو کرو کہ ایک بار میری بات سن لو، پلیز۔" زارون نے پیغام کو بے قراری سے ہوا کے سپرد کیا تھا۔

"مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی ہے، نہ کچھ پوچھنا ہے نہ کچھ کہنا ہے، میں اپنا جواب دے چکی ہوں۔" میرب اس پیغام کے آف لائن ہو گئی تھی، مگر زارون جانتا تھا کہ وہ اب بھی دوسری جانب موجود ہے، بے شک آن لائن شو نہیں ہو رہی تھی، تو کیا ہوا۔

"ٹھیک ہے کچھ کہو مت، بس سن لو، مجھے تم سے بہت کچھ کہنا ہے میرب، پلیز ایک موقع تو دو نا، کیا اتنا بھی نہیں کر سکتی ہو۔" زارون کو اس کے جوابات سے اس کے موڈ کا اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا مگر وہ آج ہر حال میں اس سے بات کرنا چاہ رہا تھا، اسے احساس تھا کہ اس نے کتنی ہی بار میرب کو ہرٹ کیا ہے، سو وہ اپنے رویے میں حق بجانب تھی۔

"میرب.....!" دوسری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر زارون نے اسے پکارا تھا، اس پکار پہ دوسری طرف موجود میرب کے دل کی دھڑکن یکدم ہی تیز ہوئی تھی، کتنے ہی لمحے خاموشی کی نذر تھی، وہ آج ہر صورت میں اس سے بات کرنا چاہتا تھا، وڈیو کال آتی دیکھ کر میرب بوکھلا کر اٹھ بیٹھی تھی اور سیل ہاتھ سے رکھ دیا تھا، جیسے سامنے زارون نہ کال نہ ہو وہ خود ہو، چند لمحے بعد کال کٹ گئی تھی، مگر ایک سیکنڈ کے وقفے سے دوبارہ آنے لگی تھی، میرب کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کال اٹینڈ کرے یا نہ کرے، وہ زارون سے اس بے قراری کی توقع نہیں کر رہی تھی، کیا واقعی نگین صحیح کہہ رہی تھی کہ وہ اب زارون کی بھی خواہش بن چکی ہے اور کیا واقعی کہ کب سے میرب کے دل میں دبی خواہش کہ وہ خود سے پہل کرے آج پوری ہونے جا رہی تھی، کال دوبارہ کٹ گئی تھی، اب میرب کا دل بے قرار ہوا تھا، کال اٹینڈ کر لینی چاہیے تھی۔

"میرب پلیز کال اٹھاؤ، جتنا لڑنا ہے لڑ لو، مگر بات تو کرو، کال تو پک کرو، دیکھو بات کرنے سے بات بنتی ہے، مسئلے حل ہوتے ہیں، خاموشی ہر مسئلے کا حل نہیں ہوتی ہے، پلیز پک اپ دی کال۔" اب کہ زارون کا پیغام اسکرین پہ چمکا تھا اور سیکنڈ کے وقفے سے اس کی کال آنے لگی تھی، جیسے یقین ہو کہ اب میرب ضرور کال پک کر لے گی۔

"کیوں میں کیا پاگل ہوں، بے وقوف ہوں جو ہر وقت لڑتی رہوں گی، اپنے بارے میں کیا خیال ہے، ہر وقت ڈانٹتے رہتے ہیں، ہر وقت لڑتے ہیں، اتنا روڈلی بی ہیو کرتے ہیں اور الزام مجھ پہ کہ میں لڑتی ہوں۔" اس نے لمحے کے ہزاروں حصے میں کال پک کی تھی اور زارون کا چہرہ سامنے نظر آتے ہی شروع ہو گئی تھی، جبکہ دوسری طرف زارون نے شکر ادا کیا تھا کہ وہ بات کرنے پہ آمادہ تو ہوئی۔

اب میں کچھ کہوں گا تو تمہیں برا لگے گا،
اس لئے چھوڑو، کیسی ہو؟" وہ مسکرا رہا تھا، وہ ایک
آسودہ سی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے میرب کو
دیکھ رہا تھا، میرب کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ کیا وہی
زارون ہے، جس کے ماتھے پہ ہر وقت بل پڑے
رہتے تھے، یہ تو کوئی اور ہی زارون تھا۔
"کیا مطلب ہے آپ کا؟" میرب نے
الجھ کر جھگی سے پوچھا تھا۔
"تم روئی ہو میرب؟" زارون نے پل بھر
میں اس کی متورم آنکھوں اور بھیگی پلکوں کو دیکھ کر
اندازہ لگایا تھا، وہ اب ان آنکھوں کے تمام رنگ
پہچاننے لگا تھا۔
"نہیں تو۔" میرب نے نگاہ چرائی تھی۔
"اتنے کیسے پتہ چلا کہ میں روئی ہوں، میرب
نے حیرانگی سے خود سے ہی پوچھا تھا۔
"تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں، ورنہ مجھے پتہ
ہے کہ تم روئی ہو، میری ذات سے تمہیں کوئی بھی
دکھ یا تکلیف پہنچی ہے نا تو میں اس کے لئے تم
سے شرمندہ ہوں میرب، مگر پلیز بس اتنا بتا دو کہ تم
نے انکار کیوں کیا، کیا میں اس قابل نہیں کہ تم
ایک بار مجھ پہ بھروسہ کر سکو، میں پورے دل
سے پورے خلوص سے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا
ہوں۔" زارون نے نگاہ اس کے ملیح چہرے پہ ٹکا
دیں تھیں، کتنے دنوں بعد تو اسے دیکھا تھا، ایک
سکون سا روح میں اترتا تھا اسے دیکھ کر۔
"میں نے نگین کو سب بتا دیا تھا، اب آپ
کو یقیناً سب بتا دیا ہوگا۔" وہ نگاہ چرائے ہوئے
بولی تھی، کترا رہی تھی اور اس لمحے اس کی گھنی پلکوں کا
سایا اس کے چہرے پہ پڑ رہا تھا، اس لمحے زارون
کا دل شدت سے چاہا ان گھنی پلکوں کو چھونے کا،
جن پہ ایک پانی کا قطرہ بن کر ابھی بھی اٹکا تھا۔
"تم جو سوچ رہی ہو وہ غلط ہے، ایسا کچھ
بھی نہیں ہے، نہ میرے دل میں نہ دماغ میں اور
چلو مجھ پہ نہ سہی تمہیں خود پہ بھروسہ نہیں ہے کیا،
اگر تم چاہو تو ہم کہیں بیٹھ کر یہ ساری باتیں ڈسکس
کر لیتے ہیں، تاکہ کوئی بھی فیصلہ کرنے میں
آسانی ہو، بلکہ میں ایسا ہی چاہ رہا تھا، مگر نگین نے
منع کر دیا کیونکہ وہ تمہیں سرپرائز فیس کرانا چاہ رہی تھی
اور اب وہ بھی خاصی اپ سیٹ ہے۔
"نہیں..... نہیں تو... بس ٹھیک ہے، ملنا
کیوں ہے، آپ پلیز مجھے وقت دیں، میں سوچ
کر جواب دوں گی۔" میرب نے بوکھلا کر
اسکرین پہ نظر آتے زارون کے چہرے کو دیکھا
تھا، جو اب سنجیدگی لئے ہوئے تھا، وہ بھلا سامنے
بیٹھ کر اس کی بولتی آنکھوں کا سامنا کیسے کرتے گی،
پہلے کی بات اور تھی، وہ کبھی اس کی طرف دیکھتا ہی
نہیں تھا، اس لئے وہ بلا جھجک اس کے سامنے کچھ
بھی بول دیتی تھی، اب تو یہ لگا ہیں اسے اندر پڑھ
نہیں لیں، وہ فون پہ اس سے بات نہیں کر پا رہی
تھی تو سامنے بیٹھ کر کیا خاک بولتی۔
"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی، لیک یور
ٹائم۔" وہ مصنوعی سا کال کاٹ گیا تھا، میرب کا
بات کرنے کا انداز اور نگاہ چرانا اسے صاف بتا
رہا تھا کہ وہ اب اس کا ساتھ نہیں چاہتی ہے،
شاید اسے غلط فہمی ہوئی ہو وہ بھی اسے پسند ہی نہ
کرتی ہو اور محض انسانیت کے ناطے اسے زندگی
کی طرف واپس لانا چاہتی ہو، تو کیا اس کی
آنکھوں نے وہ تمام رنگ جھوٹے تھے، نہیں، مگر
زارون زبردستی کا قائل نہیں تھا، اس لئے اس نے
خاموشی اختیار کر لی تھی اور یہی خاموشی میرب کو
بے قرار کر گئی تھی، زارون نے اپنی انا کو پیچھے
دھکیل کر ان سے رابطہ کرنے میں پہل کی تھی اور
ایسا ہی تو شاید میرب چاہتی تھی اور اب جبکہ وہ
پورے خلوص اور نیک نیتی سے اسے اپنی زندگی

میں شامل کرنا چاہتا تھا، تو بھلا میرب کیونکر ناشکری کرتی، سب کچھ ویسا ہی تو ہو رہا تھا، جیسا وہ چاہتی تھی، تو وہ کیوں انکار کرتی، کیوں دل کی نافرمانی کرتی، ایک مہینے کے طویل اور جان گسل انتظار کے بعد بالآخر میرب نے ہاں کر دی تھی۔

☆☆☆

منگنی کی تقریب کو نکاح میں تبدیل کر دیا گیا تھا اور ایسا سراسر زارون کی خواہش پہ ہوا تھا، پتہ نہیں کیوں اسے منگنی سے خوف آ رہا تھا، وہ جب میرب کے لئے منگنی کی انگوٹھی پسند کرنے لگا تو اسے عجیب سے خوف نے گھیر لیا تھا، اس ایک انگوٹھی کے پیچھے وہ سب ہوا تھا، جس نے اسے زارون کو چھین لیا تھا اور اس کی زندگی کے کتنے ہی ماہ و سال تباہ کر دیئے تھے، لیکن اب وہ کسی طور پہ بھی میرب کو کھونا نہیں چاہتا تھا، بس اس لئے اس نے اپنے اس خدشے کا اظہار امی سے کیا تو انہوں نے بنا کسی خیل و حجت کے اس کی بات مان لی تھی، انہیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا، یہی بات جب طیبہ اور مصور تک پہنچی تو انہوں نے بھی رضامندی دے دی تھی، کیونکہ وہ بھی اس منگنی کے قصے سے خوف زدہ تھے، بس جب سب نارمل ہو گئے تو اس بات پہ میرب اڑ گئی، آپ کو تو پھر پتہ ہے نا میرب کا، کہ اسے نکاح نہیں ابھی منگنی کرنی ہے۔

"اتنی جلدی کیا ہے امی، اچھی بھلی منگنی ہو رہی تھی، آپ نے لے کر نکاح کا شوشا چھوڑ دیا" وہ روہانسی ہی ہو رہی تھی، درحقیقت وہ دل ہی دل میں گھبرا رہی تھی، اتنا جلدی سب کچھ ہو جانے پہ۔

"میری جان یہ میری نہیں ان لوگوں کی خواہش ہے، اب تم ہی بتاؤ کہ میں کیسے انکار کرتی۔" طیبہ نے اسے بازوؤں میں بھر کے سمجھانے کی کوشش کی تھی، یوں بھی اچھے رشتے روز روز تھوڑی ہی ملا کرتے ہیں۔

"ہاں ابھی نکاح کے لئے کہا ہے پھر وہاں سے رخصتی کا شوشہ چھوڑ دیا تو آپ تب بھی کچھ نہ کہنا، امان اتنی جلدی کیا ہے یار" اس کا دل ابھی سے دھڑک رہا تھا، سب سوچ کر، منگنی کی بات اور تھی مگر نکاح اور وہ جانتی تھی کہ یہ سب زارون کی خواہش پہ ہو رہا ہے اگر اس نے وہاں رخصتی کا بھی کہہ دیا تو اس کے سامنوں نے پسینہ چھوٹ نکلا تھا۔

"زارون نے ایسے اتنی جلدی رخصتی نہیں بھی میں تو بالکل نہیں مانوں گی، اتنی جلدی رخصتی کے لئے کم از کم بھی ایک سال، میں نے تو ابھی تک کوئی تیاری بھی نہیں کی ہے بس ابھی صرف نکاح ہی ٹھیک ہے" طیبہ نے اسے بچوں کی طرح پچکارا تھا، وہ اس کی کیفیت سمجھ رہی تھیں، مگر کیا کرتی یہ دن تو آنا ہی تھا نا ایک دن، وہ دھڑکتے دل کے ساتھ ابھی بھی ان کے سینے لگی تھی۔

☆☆☆

رنگوں اور روشنیوں سے سجی وہ سنہری شام اتنی شاندار اتری تھی کہ کیا ہی کبھی کوئی شام ایسی ہوئی ہوگی، محبتوں کی کرنیں وجیہہ چہرے پہ سجائے شاندار سا دولہا اور شرم و حیا کی لالیاں معصوم چہرے پہ بکھرائے گلرنگا سی دلہن، جو آج بھی بروکھی روکھی سی تھی فنکشن کا اہتمام ہال میں کیا گیا تھا، کیونکہ دونوں طرف سے کافی مہمان تھے، مگر زیادہ تر فیملی کے ہی لوگ تھے، اس ہال کی مکمل فلورل ارینجمنٹ کی گئی تھی، ہال کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا، ایک حصہ دلہن کے لئے مختص تھا تو دوسرا حصہ دولہا کے لئے اور بیچ میں آنے جانے والی سفید نرد تھا، جس کے ارد گرد کی سجاوٹ گلابی اور سفید پھولوں سے کی گئی تھی، حسین آج مکمل دولہا

والی بنی ہوئی تھی، میرب اپنی کزنز کے جھرمٹ میں تھی، زارون کو اپنی جگہ لا کر بٹھایا گیا تو چند لمحوں بعد پردے پار دلہن بھی آ گئی تھی، زارون اس وقت سفید شیروانی میں ملبوس تھی، جس پہ ٹول گولڈن اور میرون کڑھائی تھی گلے میں میرون شال تھی، جس کے چاروں کونوں پہ دیدہ زیب گولڈن اور میرون امتزاج کے کرشمے لٹک رہے تھے، دوسری طرف ژل گولڈن، قان اور میرون امتزاج کے لہنگے میں جس کا دوپٹہ زارون کی شال کے ہم رنگ میرون تھا میں ملبوس میرب بہت حسین لگ رہی تھی، یہ ڈریسز میرب اور نگین نے آرڈر کیے تھے اور اسٹیج کی سجاوٹ زارون کے ذمے تھی، جسے اس نے بہت خوبصورت کروایا تھا، ایجاب وقبول کا سلسلہ مکمل ہوا تو اسٹیج پہ لگا سفید جالی دار پردہ اٹھا دیا گیا اب میرب کو لا کر اس کے برابر میں بٹھا دیا گیا تھا، زارون کو اس سے اپنا پہلو دل روشن سا محسوس ہوا تھا، وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتا کم تھا، کہ اللہ نے اسے صحیح وقت پہ درست فیصلہ کرنے کی طاقت دی تھی۔

"مبارک ہو۔"

اس نے جھکی سے سجا نازک ہاتھ تھام کر انگوٹھی پہناتے ہوئے سرگوشی کی تھی، وہ سر جھکا کر مسکرا دی تھی اور اس مسکراہٹ کو کتنے ہی کیمروں نے سیو کیا تھا، وہ خوش تھی بے انتہا خوش، دل میں اس سے جیسے سارے شکوے دم توڑ گئے تھے، وہ تو ہر امید چھوڑ بیٹھی تھی، مگر اللہ نے اس کی قسمت میں وہی مرد لکھا تھا، جس کے نام پہ پہلی بار اس کا دل دھڑکا تھا اور یہ سفر جیسے لوگ تو محض بڑاؤ ہوتے ہیں اصل منزل تک پہنچنے کا، تقریب بخیر و خوبی اپنے اختتام پہنچی تھی، رخصتی کے متعلق ابھی کچھ طے نہیں کیا گیا تھا، کھانا کھانے اور فوٹو سیشن کے کھڑے تھے۔

"انکل آنٹی اگر آپ لوگ اجازت دیں تو کیا میرب کو میں ڈراپ کر سکتا ہوں۔" زارون نے اپنائیت بھرے انداز میں بہت ادب سے ریکویسٹ کی تھی، میرب کا چہرہ اس لمحے دیکھنے والا تھا، نگین کے لبوں پہ دبی دبی مسکراہٹ تھی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں بیٹا، ہمیں کیا اعتراض ہونا ہے، اب تمہاری بیوی ہے، تمہارا حق بنتا ہے۔" طیبہ نے اس کے لاکھ اشاروں پہ بھی زارون کو اجازت دے دی تھی، وہ مرتی کیا نہ کرتی کے تحت اس کے ساتھ چلی آئی تھی، اس کی خشمگیں نگاہوں کو دیکھ کر نگین بھی ساتھ ہی آئی تھی، دل کو تھوڑی سبکی ہوئی کہ چلو وہ ساتھ ہی چل رہی ہے، مگر جب وہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی تو نگین دروازہ بند کر کے دور ہٹ گئی تھی اور زارون نے آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی، مطلب کہ نگین ساتھ نہیں جا رہی تھی، اس کی ہتھیلیوں سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا، دل کی دھڑکن حد سے سوا تھی، زارون نے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک نگاہ اس پہ ڈالی اور پھر ہاتھ بڑھا کر میوزک آن کر دیا تھا۔

جھونکا تیرے گھر کا راستہ بنے گا
اکیلے میں تجھ سے ملا تو کہے گا
دیکھ تیرا کیا رنگ کر دیا ہے
خوشبو کا جھونکا تیرے سنگ کر دیا ہے

اس وقت حسب حال بول گاڑی میں گونجنے لگے تھے، زارون زیر لب مسکرا دیا تھا، خوشی اس کے ہر انداز سے پھوٹ رہی تھی۔

تو آ جا میں تیرے سنگ چلوں
زندگی کرے کر رنگ چلوں

"سو کیسا لگ رہا ہے مسز میرب زارون حیدر۔"

گاڑی میں گونجی تھی، وہ شوخ نگاہ سے اسے دیکھ رہا تھا، آج تو موصوف کہ رنگ ڈھنگ ہی نرالے تھے، وہ بنا جواب دیئے خاموشی سے اسی طرح باہر دیکھتی رہی تھی، جس طرح سے پچھلے دس منٹ سے دیکھ رہی تھی۔

"میرب آخر کب ناراض رہو گی یار۔"

"گاڑی روکیں۔"

"کیا مطلب گاڑی روکوں۔" زارون نے اس غیر متوقع بات پہ اسے حیرانگی سے دیکھا تھا۔

"میں کہہ رہی ہوں نا گاڑی روکیں آپ۔" وہ اب بھی اسی طرح رخ موڑے اپنی بات دوہرا رہی تھی۔

"اس طرح سے بیچ سڑک پہ گاڑی روکنا رسکی ہے میرب، بات کو سمجھا کرو، پاگل پن مت کرو۔" زارون نے گاڑی کی اسپیڈ ضرور کم کر دی تھی، مگر گاڑی مکمل روکی نہیں تھی۔

"ہاں ہوں میں پاگل، میں پاگل ہوں بے وقوف ہوں، تو کیوں شامل کیا مجھے اپنی زندگی میں، کیا فرق پڑتا ہے آپ کو کہ میں آپ کی زندگی میں رہوں یا نہیں۔"

"میرب۔" زارون نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی تھی، اسے میرب کی بات سے تکلیف ہوئی تھی، مطلب کہ اس لڑکی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی، اب جبکہ نکاح ہو چکا تھا تب بھی۔

"تم آخر چاہتی کیا ہو بتاؤ مجھے، میں سن رہا ہوں، یہی چاہتی تھی نا تم کہ میں پہل کروں، تم تک آؤں۔" میرب نے حیران نظروں سے، اسے دیکھا تھا۔

"یا اللہ اسے کیسے پتہ چلا کہ میں کیا چاہتی ہوں۔"

"میں نے اپنے اور تمہارے درمیان کھڑی انا کی دیوار کو محبت سے گرا دیا، کتنی بار تم سے بات کرنے کی ملنے کی کوشش کی مگر تم نہیں مانی، پھر اب کیوں ناراض ہو، ہاں میں نے نادانستگی میں تمہیں ہرٹ کیا، تکلیف پہنچائی، مگر تم جانتی ہو کہ میں کس فیز میں تھا اور سب کچھ جانتے پوچھتے بھی اس سے نکلنا نہیں چاہ رہا تھا، مگر تم نے احساس دلایا، تم نے محبت کو پھر سے میرے اندر جگایا، مجھے رنگوں کی روشنیوں کی زندگی کی تمام تر رعنائیوں کی طرف پھر سے لوٹایا، پھر بھی کہتی ہو کہ مجھے فرق نہیں پڑتا ہے۔" اب وہ اس کی طرف رخ کیے بیٹھا تھا اور اس کی کنتھئی آنکھوں میں لکھی سچائی میرب با آسانی پڑھ سکتی تھی۔

"آپ نے ہمیشہ مجھے غلط سمجھا، ڈی گریڈ کیا، میں نے کبھی آپ کی زندگی میں زاریہ کی جگہ لینے کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ ہی کبھی کروں گی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اس کا آپ کی زندگی میں کیا مقام ہے، لیکن ہاں سب جاننے کے باوجود بھی میں آپ کو پسند کرنے لگی تھی، تو کیا کسی کو پسند کرنا بری بات ہے جرم ہے۔" اس نے نگاہ اٹھا کر اپنے پاس بیٹھے زارون سے پوچھا تھا۔

"بالکل نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلا کر اس کی تائید کی تھی۔

"مگر آپ نے کہا کہ میں صرف آپ کی اسٹوڈنٹ ہوں اور نگین کی دوست اور اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں، سالگرہ والے دن سب کے سامنے میری اتنی انسلٹ کی، میرا گفٹ دیکھا تک نہیں، حالانکہ میری کوئی غلطی بھی نہیں تھی، وہاں ٹرپ پہ بھی بارہا سب کے سامنے مجھے ڈانٹا، جب میں وہاں گھوڑے سے گر گئی تھی، تو میں وہاں اتنا ڈر گئی تھی تو جب آپ کو وہاں دیکھا تو ایک اپنائیت کا احساس ہوا، اس ڈاکٹر کو میں نے

نہیں کہا تھا کہ مجھے آپ کی بیوی سمجھے، آپ نے
پھر بھی مجھے ہی ڈانٹا، کبھی میرے کسی میسج کا جواب
نہیں دیا، وہ اس طرح معصومانہ سے شکوے
کرتی سید علی ابن کے دل میں اتر رہی تھی
زاروں خاموشی سے ہاتھ چھوڑتی تھے لگاتے انسے
سن رہا تھا۔
اور اب جبکہ میں ہر امید توڑ کے بیٹھی تھی تو
ہیرو بن کر آ گئے دوبارہ سے، طرق ابن لئے نا
کہ میں اور میری فیملی تکلیف میں تھے، آپ نے
سوچا کہ فیملی کے کہنے پہ کہیں تو شادی کرنی ہے نا
اسی سے کر لیتا ہوں، مجھے لیں اسی بات سے
تکلیف ہوئی، اگر واقعی میرا ہی سفد سے شادی ہو
جاتی تو، اگر محبت کا احساس ہو ہی گیا تھا تو پہلے
کیوں نہیں آئے، طرق اس لئے نا کہ میں خود
آتی آپ کے پاس، مگر میں نے بھی سوچ لیا تھا
کہ کبھی خود سے آپ سے پہل نہیں کروں گی، چاہے
کچھ ہو جائے۔
نین کٹورے پانیوں سے بھرنے لگے تھے
میرب کو تو گویا زمانوں کے بعد دل کے چھوٹے لا
چھوڑنے کا موقع ملا تھا، وہ بھلا خاموش کیونکر
رہتی، اس نے دل ابن جمع تمام شکوے کر ڈالے
تھے اور مزے کی بات زارون زیرلب مسکراہٹ
لئے اسے سن رہا تھا، گویا اس نے اہم کام کوئی اور
نہ ہو۔
لب تا کچھ اور، وہ چپ ہوئی تو زارون
نے ابرو اٹھا کر پوچھا تھا، وہ جھینپ کر مسکرا دی تھی
اور نفی میں سر ہلا دیا تھا، میرب کے شکار نے بھی
اس کے ساتھ شور مچایا تھا، زارون نے دلچسپی سے
اس کے بچے سنورے روپ کو دیکھا تھا، وہ پورا
پورا اس کے لئے سجی تھی، اس کے نام ہو چکی تھی،
اپنی تمام تر محبتوں سمیت، وہ خوش کیوں نہ ہوتا۔
میں جانتا ہوں کہ تم نے کبھی بھی میرے لئے

زندگی میں زاریہ کی جگہ لینے کی کوشش نہیں کی اور
میں ایسا چاہتا بھی نہیں، کہ تم کبھی اس کی جگہ لو،
کیونکہ تمہارا اپنا الگ ایک مقام ہے، تم میرے لئے
اپنی جگہ بہت خاص ہو اور میری خواہش کہ تم
ہمیشہ ایسی ہی رہو، زاریہ میرا ماضی تھی، جو ہمیشہ
میرے دل کے ایک کونے میں محفوظ رہے گی، تم
حال ہو اور میرا مستقبل میں بھی تمہیں ہی دیکھنا
چاہتا ہوں، ہمیشہ اپنے ساتھ۔ زارون نے اس
کی صبح پیشانی سے لٹی سنگھار لٹی کو سمیٹا کیا تھا،
اس کی تمر دا نگلیوں کے لمس نے میرب کے دل کی
دھڑکنوں کو بڑھا دیا تھا۔
اول روز سے جانتا تھا کہ تم مجھے پسند
کرنے لگی ہو، کیونکہ تمہاری آنکھوں کے یہ رنگ
میرے لئے انجان نہیں تھے، پسند تو میں بھی
کرنے لگا تھا، شاید اس روز سے جب میری ٹانگ
بن جانے تمہارے ہاتھ یہ خراش پڑی تھی یا شاید
اس روز سے جب تم اس بلی کو اپنے کی ضد پہ
کود ہی تھی یونی کے پچھلے لان میں، لیکن اس دن
تو پوری شدت سے تمہاری محبت کو اپنے دل میں
محسوس کیا تھا، جب تم گھوڑے سے گر گئی تھیں،
مجھے لگا کہ تمہیں میں کھو دوں گا، اور اسی احساس
نے مجھے عجیب سا کر دیا تھا، میں محبت کرنے لگا
تھا تمہیں، کھونے سے ڈرنے لگا تھا، مگر خود سے
اعتراف کرنے سے ڈر رہا تھا، کیونکہ میں سمجھتا تھا
کہ مجھے کبھی دوبارہ محبت ہو ہی نہیں سکتی ہے لیکن
ایسا ہو رہا تھا اور پوری شدت سے ہو رہا تھا، مجھے
اس بات سے تکلیف نہیں ہوئی کہ تمہاری سعد
سے منگنی کیوں ٹوٹی ہاں اس بات سے ضرور ہوئی
کہ تمہارا نام میرے الے علاوہ کسی اور سے جڑنے والا
ہے اور میں کچھ نہیں کر پا رہا ہوں، لیکن پھر دیکھو
تمہارا ہی قسمت میں میرا ہی نام لکھا تھا، اس لئے
اللہ نے اسے میرے دل پہ بھی لکھ دیا، اتنا کافی

ہے یا کچھ اور بھی سننا ہے پاگل لڑکی اور ہاں وعدہ رہا آئندہ ہر میسج کا جواب دوں گا اور روز کال بھی کروں گا، اب خوش۔" زارون نے اس کے مہندی لگے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں بھینچ رکھا تھا، ہولے سے اس کے سر سے اپنا سر ٹکرایا تو وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی تھی، وہ بھی ہنس دیا تھا۔

"آئی ایم سوری، میں نے آپ کے ساتھ روڈلی بی ہیو کیا، بس میں خفا ہو گئی تھی، ڈر گئی تھی کہ آپ کو کھو دوں گی، میں جو ہر قسم کے حالات کا بہادری سے مقابلہ کر لیتی ہوں، محبت کے معاملے میں کمزور پڑ گئی تھی، آپ کی خاموشی نے مجھے توڑ دیا تھا، بس اس لئے میں پیچھے ہٹ گئی تھی۔" سر جھکائے اس نے اپنی کمزوری کا اعتراف کیا تھا، وہ پاس تھا تو گویا ہر غم ہر تکلیف، ہر شکوہ خود بخود ہی ختم ہو گیا تھا۔

"بس میری قسمت، اب تو ساری زندگی یہی ہونا ہے۔"

"کیا مطلب۔" سنجیدہ سی بات کے جواب میں زارون کی دہائی میرب نے اسے گھورا تھا، وہ کھل کر ہنس دیا تھا، وہ ہنستا ہوا کتنا اچھا لگتا ہے، کتھئی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی اس لمحے۔

"مطلب یہ کہ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ تم ساری زندگی مجھ سے لڑتی رہو، روٹھتی رہو اور میں تمہیں مناتا رہوں، تمہیں پتہ ہے اس طرح سے بولتے ہوئے لڑتے ہوئے روتے ہوئے، تم کتنی کیوٹ لگتی ہو میرب لڑاکا بلی بنی تھی۔"

وہ اب اسے تنگ کر رہا تھا، وہ پاس تھی دل کے قریب تھی تو روح میں کیا سکون سا اتر رہا تھا۔

"مطلب میں ساری زندگی اسی طرح جلتی کلستی رہوں گی۔" وہ روٹھی تھی۔

"ہاں کیونکہ میں تو بدلنے والا نہیں ہوں۔"

وہ لاپرواہ سے تھا۔

"میں آپ کو بدل دوں گی۔" انداز چیلنج تھا۔

"بدل تو تم نے دیا ہے میرب، تمہارا رنگ مجھ پہ بہت گہرا چڑھا ہے میرب اور میں چاہتا ہوں کہ محبت کا یہ رنگ ہمیشہ ہم پہ اسی طرح چڑھا رہے اور ہم ہمیشہ اسی طرح اس ست رنگی محبت پھوار میں بھیگتے رہیں۔"

وہ اب اس سے عہد و پیمان کر رہا تھا اور سر جھکائے اسے سن رہی تھی، اس کی کتھئی پلکیں لرز رہی تھیں، زارون نے ہولے سے انگلی پور سے انہیں چھوا تھا۔

"میرا خیال ہے مسز، اب ہمیں گھر چاہیے، سب لوگ گھر پہنچ گئے ہوں گے اور ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے، یا کیا خیال ہے پھر کہیں تو یہیں سے ہی پہاڑوں پہ چلیں اور پھر سیمل سیف الملوک کی پریاں دیکھیں۔" وہ شرارت سے اس کی طرف جھکا تھا، اب دل کی فرمائش سے سوا ہونے لگی تھی، سو بہتر یہی تھا کہ واپسی راہ لی جائے، وہ ایک دوسرے کے نام ہو چکے تھے، شرعی رشتے میں بندھ چکے تھے، دل کی اطمینان کو یہی کافی تھا، اب کوئی غلط فہمی کوئی دوری رکھے بیچ نہیں آ سکتی تھی۔

"جی نہیں گاڑی چلائیے اور مجھے میرے ڈراپ کیجئے اور رخصتی کا خیال فی الحال اپنے دل سے نکال دیجئے جناب۔" وہ سیٹ پہ سیدھی بیٹھی تھی اور اپنے ازلی شوخ پن سے بولی تھی۔

"دیکھتے ہیں۔" زارون نے کندھے اچکا کر گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی،

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com